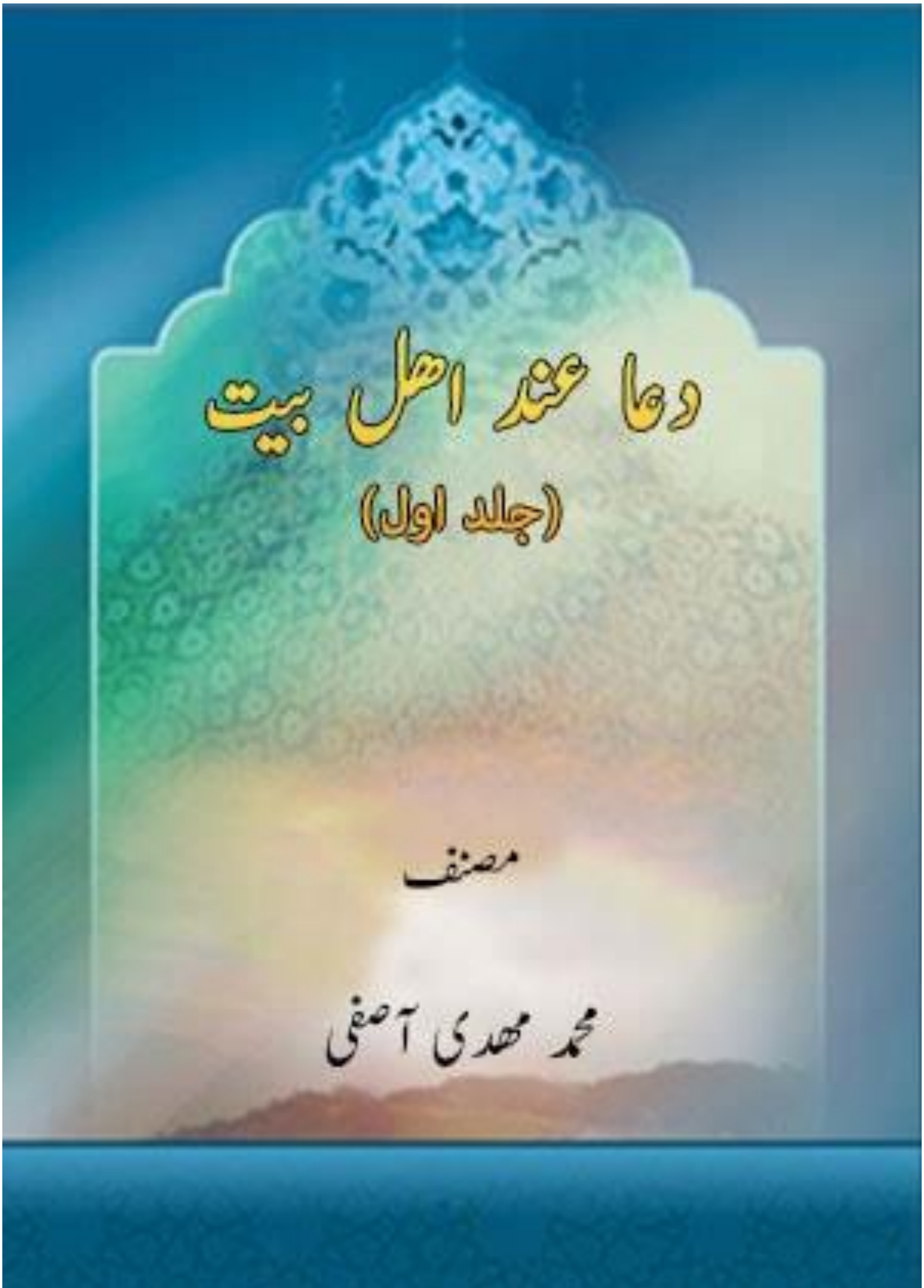
دعا عند اهل بیت
(جلد اول)
مصنف
محمد مهدی آصفی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

دعا عند اہل بیت

(جلد اول)

محمد مہدی آصفی

مترجم: سید ضرغام حیدر نقوی

دعا کی تعریف

دعا یعنی بندے کا خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرنا ۔ دعا کی اس تعریف کی اگر تحلیل کی جائے تو اس کے مندرجہ ذیل چار رکن ہیں :

۱۔مدعو:خدا وند تبارک و تعالیٰ۔

۲۔داعی :بندہ۔

۳۔دعا :بندے کا خدا سے مانگنا۔

۴۔مدعو لہ:وہ حاجت اور ضرورت جو بندہ خدا وند قدوس سے طلب کرتا ہے ۔

ہم ذیل میں ان چاروں ارکان کی وضاحت کر رہے ہیں :

۱۔مدعو:

یعنی دعا میں جس کو پکارا جاتا ہے وہ خدا وندقدوس کی ذات ہے :

۱۔خداوندقدوس غنی مطلق ہے جو آسمان اورزمین کا مالک ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے :

﴿ الَم تَعلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہُ مُلکُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرضِ﴾(۱)

"کیا تم نہیں جا نتے کہ آسمان و زمین کی حکومت صرف اللہ کے لئے ہے " ﴿ وَ لِلّٰہِ مُلکُ السَّمَاواتِ وَالْاَرضِ وَمَابینَہُمَایَخلُقُ مَایَشَا ءُ﴾(۲)

"اور اللہ ہی کے لئے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی کل حکو مت ہے " ۲۔خداوند عالم کا خزانہ جود و عطا سے ختم نہیں ہو تا :

﴿ اِنَّ ھذَا لَرِزْقُنَامَالَہُ مِن نِفَاد﴾(۳)

"یہ ہمارا رزق ہے جو ختم ہو نے والا نہیں ہے "سورئہ ص آیت / ۵۴ ۔﴿کُلّاًنُمِدُّ ھٰولَاءِ وَ ھٰولَاءِ مِن عَطَاءِ رَبِّکَ وَمَاکَانَ عَطَاءُ رَبِّکَ مَحظُوراً﴾(۴)

"ہم آپ کے پرور دگار کی عطا و بخشش سے اِن کی اور اُن سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پرور دگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے " اوردعا ئے افتتاح میں وارد ہوا ہے :"لَاتَزِیدُہُ کَثْرَۃُ العَطَاءِ اِلَّا جُوداًوَکَرَماً" "اور عطا کی کثرت سوائے جودو کرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی "

---

۱ سورئہ بقرہ آیت / ۱۰۷ ۔

۲ سورئہ مائدہ آیت / ۱۷ ۔

۳ سورئہ ص آیت ۵۴ ۔

۴ سورئہ اسراء آیت ۲۰ ۔

۳۔وہ اپنی ساحت و کبریائی میں کوئی بخل نہیں کرتا ،کسی چیز کے عطا کرنے سے اس کی ملکیت کا دائرہ تنگ نہیں ہوتا ،وہ اپنے بندوں پر اپنی مرضی سے جو جو دو کرم کرے اس سے اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آتی اور وہ بندوں کی حاجتوں کو قبول کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتا ۔

اگر کوئی بندہ اس کو پکارے تو وہ دعا کو مستجاب کرنے میں کسی چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں کرتاہے چونکہ خود اسی کا فرمان ہے : ﴿ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ﴾ ''مجھ سے دعا کرومیں قبول کرونگا''مگر یہ کہ خود بندہ دعا مستجاب کرانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو ۔چونکہ بندہ اس بات سے آگاہ نہیں ہوتا کہ کونسی دعا قبول ہونی چاہیئے اور کونسی دعا قبول نہیں ہونی چاہیئے فقط خدا وند عالم اس چیز سے واقف ہے کہ بندے کے لئے کونسی دعاقبولیت کی صلاحیت رکھتی ہے اور کونسی قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتی جیساکہ دعائے افتتاح میں آیا ہے :

وَلَعَلَّ الَّذِی اَبطَاَ عَنّی هُوَ خَیرٌ لِی لِعِلمِکَ بِعَاقِبَةِ الاُمُورِ ،فَلَم اَرَ مَولًی کَرِیماً اَصبَرَ عَلَی عَبدٍ لَئِیمٍ مِنکَ عَلَیَّ

''حالانکہ توجانتا ہے کہ میرے لئے خیر اس تاخیر میں ہے اس لئے کہ تو امور کے انجام سے باخبر ہے میں نے تیرے جیسا کریم مولا نہیں دیکھا ہے جو مجھ جیسے ذلیل بندے کو برداشت کرسکے ''

۲۔داعی :(دعا کرنے والا)

بندہ ہر چیز کا محتاج ہے یہاں تک کہ اپنی حفاظت کرنے میں بھی وہ اللہ کا محتاج ہے ارشاد ہوتا ہے :

﴿ يَاَيُّهَاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّهِ وَاللّهُ هُوَالْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾(۱)

"انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے" ﴿ وَاللّهُ الغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ﴾(۲)

"خدا سب سے بے نیاز ہے اور تم سب اس کے فقیر اور محتاج ہو" انسان کے پاس اپنے فقر سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں پیش کر سکے۔ اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو فقیر بنا کر پیش کرنے سے اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اور جتنا بھی انسان اللہ کی بارگاہ کا فقیر رہے گا اتنا ہی اللہ کی رحمت سے قریب رہے گا اور اگر وہ تکبر کرے گا اور اپنی حاجت و ضرورت کو اس کے سامنے یش نہیں کرے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے دور ہوتا جائے گا۔

۳۔ دعا :(طلب ،چاہت، مانگنا)

انسان جتنا بھی گڑگڑا کر دعا مانگے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے قریب ہوتا جائے گا۔انسان کے مضطر ہونے کی سب سے ادنیٰ منزل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اختیارات کا مالک خدا کو سمجھے یعنی خدا کے علا وہ کوئی اس کی دعا قبول نہیں کر سکتا ہے اور مضطر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس دوسرا کوئی اختیار نہ رہے یعنی اگر کوئی اختیار ہے تو وہ صرف اور صرف خدا کا اختیار ہے اور اس کے علا وہ کوئی اختیار نہیں ہے جب ایسا ہوگا تو انسان اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں نہایت مضطر محسوس کرے گا ۔۔۔اور اسی وقت انسان اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہو گا:

٦ ﴿ ا مَّنَّ يُّجِيبُ الْمُضطَرَّاِذَادَعَاهُ وَيَكشِفُ السُّوءَ﴾(۳)

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آوازدیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

---

۱ سورۂ فاطر آیت/ ۱۵

۲ سورۂ محمد آیت ۳۸۔

۳ سورۂ النمل آیت ۶۲۔

مضطر کی دعا اور اللہ کی طرف سے اس کی قبولیت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اور دعا میں اس اضطرار اورچاہت کا مطلب خدا کے علاوہ دنیا اور ما فیہا سے قطع تعلق کر لینا اور صرف اسی سے لو لگانا ہے اس کے علا وہ غیرخدا سے طلب ا وردعا نہیںہو سکتی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دعا انسان کو کوشش اور عمل کرنے سے بے نیاز کردیتی ہے ،جس طرح کوشش اور عمل، دعا کرنے والے کو اللہ سے دعا کرنے سے بے نیاز نہیں کرتے ہیں۔

۴۔مدعوّلہ (جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے)

انسا ن کو خدا وندقدوس سے اپنی چھو ٹی سے چھو ٹی اور بڑی سے بڑی تمام حا جتیں طلب کرنا چاہئیں خدا اس کی حا جتوں کو پورا کرنے سے عا جز نہیں ہوتا اور نہ اس کے ملک و سلطنت میں کوئی کمی آتی ہے ،اور نہ ہی بخل اس کی ساحتِ کبریا ئی سے ساز گار ہے۔

انسا ن کےلئے خدا وند عالم سے اپنی چھو ٹی سے چھوٹی حاجت طلب کر نے میں بھی کو ئی حرج نہیں ہے (یہاں تک کہ وہ اپنے لئے جوتی ،جانوروں کےلئے چارا اور اپنے آٹ ے کے لئے نمک بھی ما نگ سکتا ہے) جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ خدا وند عالم چھوٹی بڑی حا جتوں کوپورا کر کے اپنے بندے کو ہمیشہ اپنے سے لو لگانے کو دوست رکھتا ہے ۔نہ چھوٹی دعائیں، اور نہ ہی بڑی حاجتیں ہونے کی وجہ سے خداوند عالم اپنے اوربندوں کے درمیان پردہ ڈالتا ہے ۔خدا وند عالم تو ہمیشہ اپنے بندوں کی چھو ٹی اور بڑی تمام حاجتوں کوپورا کرتا ہے اور اپنے بندے کے دل کو ہر حال میں اپنی طرف متوجہ کرنا چا ہتا ہے ۔

انسان اور خدا کے درمیان دعا اور حاجت کے مثل کوئی چیز واسطہ نہیں بن سکتی ہے ۔دعا کےیہی چار ارکان ہیں ۔

دعاکی قدر و قیمت

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادعُوْنِی اَستَجِب لَکُم اِنَّ الَّذِینَ یَستَکبِرُونَ عَن عِبَادَتِی سَیَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِینَ(۱)

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے "

دعا یعنی بندے کا اپنے کو اللہ کے سامنے پیش کرنا اوریہی پیش کرنا ہی روح عبادت ہے اور عبادت انسان کی غرض خلقت ہے۔یہی تینوں باتیں ہماری دعاوں کی قدر و قیمت کو مجسم کرتی ہیں ،دعا کی حقیقت کو واضح کرہیں ، ہم اپنی بحث کا آغاز تیسری بات سے کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے مطلب کو بیان کرنے کے بعدپھر پہلی بات بیان کریں گے۔

قرآن کریم نے صاف طورپر یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿ وَمَاخَلَقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّالِیَعبُدُونِ﴾(۲)

"اور میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگراپنی عبادت کے لئے " اسی آخری نقطہ کی دین اسلام میں بڑی اہمیت ہے ۔ اور عبادت کی قدروقیمت یہ ہے کہ یہ انسان کو اسکے رب سے مربوط کردیتی ہے ۔

عبادت میں اللہ سے قصد قربت اس کے محقق ہو نے کے لئے اصلی اور جوہری امر ہے اور بغیر جوہر کے عبادت ،عبادت نہیں ہے ،عبادت اصل میں اللہ کی طرف حرکت ہے ،اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔ اور یہ دوسری حقیقت پہلی حقیقت کی وضاحت کرتی ہے ۔

اورپہلی حقیقت انسان کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ سے براہ راست مستحکم رابطہ ہے ۔۔اور عبادات میں دعا کے علاوہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو اس سے زیادہ انسان کو اللہ سے قریب کرسکتی ہو سیف تمار سے مروی ہے :میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

---

۱ سورۂ مومن آیت ۶۰ ۔

۲ سورۂ ذاریات آیت ۵۶ ۔

عليكم بالدعاء فانكم لاتتقربون بمثله[۱]

"تم دعا کیا کرو خدا سے قریب کرنے میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے" جب بھی انسان کی حاجت اللہ کی طرف عظیم ہوگی اور وہ اللہ کا زیادہ محتاج ہوگا اور اس کی طرف وہ زیادہ مضطر ہوگا تو وہ اتنا ہی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا۔ انسان کے اندر اللہ کی نسبت زیادہ محتاجی کا احساس اور اس کی طرف زیادہ مضطر ہونے اور دعا کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں ہونے کے درمیان رابطہ طبیعی ہے ۔بیشک ضرورت اور اضطرار کے وقت انسان اللہ کی پناہ مانگتا ہے جتنی زیادہ ضرورت ہوگی اتنا ہی انسان اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کے بر عکس بھی ایسا ہی ہے یعنی جتنا انسان اپنے کو بے نیاز محسوس کرے گا خدا سے دور ہوتا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿كَلَّااِنَّ الِانسْ َانَ لَيَطغْ ىٰ#اَنْ رَّ اٰهُ اسْتَغْنىٰ﴾[۲]

"بیشک انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے کو بے نیاز خیال کرتا ہے" بیشک انسان جتنا اپنے کو غنی سمجھتا ہے اتنا ہی وہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور جتنا اپنے کو فقیر محسوس کرتا ہے اتنا ہی اللہ سے لو لگاتا ہے ۔قرآن کی تعبیر بہت دقیق ہے : ان رَأٰهُ استْ َغنٰیٰ انسان اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ انسان اللہ کا محتاج ہے :

﴿ يَااَيُّهاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَالْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾[۳]

"انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد و ثنا ہے" لیکن انسان اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے ،انسان کا غرور صرف خیالی ہے ۔جب انسان اپنے کو اللہ سے بے نیاز دیکھتا ہے تو اس سے روگردانی کرتا ہے اور سرکش ہوجاتا ہے ۔جب اس کو نقصان پہنچتا ہے اور اللہ کی طرف اپنے مضطر ہونے کا احساس کرتا ہے تو پلٹ جاتا ہے اور خدا کے سامنے سر جھکا دیتا ہے ۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے سر جھکا دینے کا نام حقیقت دعا ہے ۔جو اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے تو اللہ بھی اس کی دعا قبول کرتا ہے ۔اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے لو لگانا ہی دعا کی حقیقت، اسکا جوہر اور اس کی قیمت ہے۔قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے خداوند عالم نے اپنی بارگاہ میں حاضری کے لئے اپنے بندوں کے سامنے چار راستے رکھے ہیں جن میں دعا سب سے اہم راستہ ہے ان چاروں راستوں کا قرآن و سنت میں تذکرہ ہے ۔

---

۱ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳ ۔

۲ سورئہ علق آیت ۶۔ ۷۔

۳ سورئہ فاطر آیت ۱۵ ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: انسان کے لئے چار چیزیں انجام دینا اس کے حق میں مفید ہے اور اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے: ایک ایمان اور دوسرے شکر، خدا وند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَا یَفعَلُ اللہُ بِعَذَابِکُم اِن شَکَرتُم وَآمَنتُم﴾[۱] "خدا تم پر عذاب کر کے کیا کرے گا اگر تم اس کے شکر گزار اور صاحب ایمان بن جاو" تیسرے استغفار خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ﴿وَمَاکَانَ اللہُ لِیُعَذِّبَھُم وَاَنتَ فِیھِم وَمَاکَانَ اللہُ مُعَذِّبَھُم وَھُم یَستَغفِرُونَ﴾[۲] "حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں کرے گا جب تک "پیغمبر" آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں" چوتھے دعا، خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿قُل مَایَعبَؤابِکُم رَبِّی لَولَادُعَاؤکُم﴾[۳]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا" معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: "یامعاویة !من أُعطیَ ثلاثة لم یُحرم ثلاثة:من أُعطی الدعاء أُعطی الاجابة،ومن أُعطی الشکرأُعطی الزیادة،ومن أُعطی التوکل أُعطی الکفایة :فانّ اللہ تعالیٰ یقول فی کتابه:وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللہِ فَھُوَحَسبُهُ[۴]

ویقول:﴿لَئِن شَکَرتُم لَاَزِیدَنَّکُم﴾ ویقول:﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾[۶]

"اے معاویہ! جس کو تین چیزیں عطا کی گئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں ہوگا: جس کو دعا عطا کی گئی وہ قبول بھی کی جائیگی، جس کو شکر عطا کیا گیا اس کے رزق میں برکت بھی ہوگی اور جس کو توکل عطا کیا گیا وہ اس کے لئے کافی ہوگا اس لئے کہ خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللہِ فَھُوَحَسبُهُ﴾ "اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے" ﴿لَئِن شَکَرتُم لَاَزِیدَنَّکُم﴾ "اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے" ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ "اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا" عبد اللہ بن ولید وصافی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کا فرمان ہے: "ثلاث لایضرمعهن شیٔ:الدعاء عند الکربات،والاستغفارعندالذنب،و الشکرعندالنعمة"[۷]

"تین چیزوں کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے: بے چینی میں دعا کرنا، گناہ کے وقت استغفار کرنا اور نعمت کے وقت خدا کا شکر ادا کرنا"

---

۱ سورۂ نساء آیت ۱۴۷ ۔ ۲ سورۂ انفال آیت ۳۳ ۔ ۳ سورۂ فرقان آیت ۷۷، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۱ ۔ ۴ سورۂ طلاق آیت/ ۳ ۔ ۵ سورۂ ابراہیم آیت/ ۷ ۔

۶ سورۂ غافر آیت/ ۶۰، خصال صدوق جلد ۱ صفحہ ۵۰، المحاسن للبرقی صفحہ ۳، الکافی جلد ۲ صفحہ ۶۵ ۔ ۷ امالی شیخ طوسی صفحہ ۱۲۷ ۔

اللہ سے لو لگانے کے یہی ذرائع ہیں اور اللہ سے لو لگانے کے بہت زیادہ ذرائع ہیں جیسے توبہ، خوف و خشیت ، اللہ سے محبت اور شوق ، امید ، شکر اور استغفار وغیرہ۔

انسان پر اللہ سے لو لگانے کے لئے اس طرح کے مختلف راستوں کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اسلام خدا سے رابطہ رکھنے کے لئے صرف ایک راستہ ہی کو کافی نہیں جانتا ہے ۔

خدا سے رابطہ کرنے اور اس کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا سب سے اہم وسیلہ دعا ہے

کیونکہ فقر اور نیاز مندوں سے زیادہ اور کوئی چیز انسان کو خدا کی طرف نہیں پہونچا سکتی ہے

پس دعا خداوند عالم سے رابطے اور لو لگانے کا سب سے وسیع باب ہے ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں :

الحمدللهالذی أُناديه كلماشئت لحاجتي واخلوبه حيث شئت لسّري بغيرشفيع فيقضي لي حاجتي

"تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس کو میں آواز دیتا ہوں جب اپنی حاجتیں چاہتا ہوں اور جس کے ساتہ خلوت کرتا ہوں جب جب اپنے لئے کوئی رازدار چاہتا ہوں یعنی سفارش کرنے والے کی حاجت کو پوری کرتا ہے "

دعا ،روح عبادت ہے

دعا عبادت کی روح ہے ؛انسان کی خلقت کی غرض عبادت ہے ؛اور عبادت کرنے کی غرض ۔خدا وند عالم سے شدید رابطہ کرنا ہے ؛اور یہ رابطہ دعا کے ذریعہ ہی محقق ہوتا ہے اور اس کے وسائل وسیع اور قوی ہوتے ہیں : حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں : الدعاء مخ العبادة ؛ولا یهلک مع الدعاء احد[1]

دعا عبادت کی روح ہے اور دعا کرنے سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوتا ہے " اور یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے : افزعواالی اللّٰه فی حوائجکم،والجاواالیه فی ملمّاتکم،وتضرّعوا الیه،وادعوه؛فإنّ الدعاء مخ العبادة ومامن مومن یدعوااللّٰه الّااستجاب،فإمّاان یُعجّله له فی الدنیااویُوجّل له فی الآخرة ،وإمّاان یُکفّرعنه من ذنوبه بقدرمادعا؛ما لم یدع بماثم[2]

تم خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو نالہ و فریاد کے ذریعہ پیش کرو، مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو،اس کے سامنے گڑگڑاو،اسی سے دعا کرو، بیشک دعا عبادت کی روح ہے اور کسی مومن نے دعا نہیں کی مگر یہ کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوئی ،یا تو اسکی دنیا ہی میں جلدی دعا قبول کر لیتا ہے یا اس کو آخرت میں قبول کرے گا،یا بندہ جتنی دعا کرتا ہے اتنی مقداریںھی اسکے گناہوں کو ختم کردیتا ہے۔

گویا روایت ہم کو خدا وند عالم سے دعا کرنے اور ہم کو اس کی بارگاہ میں پیش ہونے کا طریقہ سکھاتی ہیں ۔

ان فقرات : ﴿ افزعواالی اللّٰه فی حوائجکم ﴾ "اپنی حاجتیں خدا کی بارگاہ میں پیش کرو " ﴿ والجاواالیه فی ملمّاتکم﴾ "مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو" ﴿ وتضرّعواالیه﴾ "اسی کی بارگاہ میں گڑگڑاو" کے سلسلہ میں غور وفکر کریں ۔ اور دوسری روایت میں حضرت رسول خدا فرماتے ہیں: الدعاء سلاح المومن وعمادالدین[3]

"دعا مومن کا ہتھیار اوردین کا ستون ہے "

بیشک دعا دین کا ستون ہے اور اس کا مطلب اللہ کی طرف حرکت کرنا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا نام دعا ہے۔

---

۱ بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰ ۔

۲ بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۲ ۔

۳ بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۸۸ ۔

اور جب اپنے کو خدا وند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنے کا نام دعا ہے تو دعا خدا وندعالم کے نزدیک سب سے محبوب اور سب سے اکرم چیز ہے ۔حضرت رسول خدا (ص) فرماتے ہیں:مامن شی ء اکرم علیٰ اللّٰہ تعالیٰ من الدعاء(۱)

"خدا وند عالم کے نزدیک سب سے اکرم چیز دعا ہے " حنان بن سدیر اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرکی خدمت اقدس میں عرض کیا :"ای العبادۃافضل؟فقال:"مامن شیٔ احبّ الیٰ اللّٰہ من ان یُسال ویُطلب مماعندہ،ومااحدابغض الیٰ اللّٰہ عزّوجلّ ممن یستکبرعن عبادتہ ولایسال مما عندہ(۲)

"کونسی عبادت سب سے افضل ہے ؟تو آپ (امام)نے فرمایا: خدا وند عالم کے نزدیک سب سے اہم چیزیہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور خدا وند عالم کے نزدیک سب سے مبغوض شخص وہ ہے جو عبادت کرنے پر غرور کرتا ہے اور خداوند عالم سے کچھ طلب نہیں کرتا "بدہ کے دن پڑھی جانے والی دعا میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں :

الحمدللّٰہالذی مرضاتہ فی الطلب الیہ،والتماس مالدیہ وسخطہ فی ترک الالحاح فی المسالۃ علیہ(۳)

دعاء کمیل میں فرماتے ہیں :

"فَاِنَّکَ قَضَیتْ َ عَ لٰی عِبَادِکَ بِعِبَادَتِکَ وَاَمَرتْ َھُم بِدُعَائِکَ وَضَمِنتْ َ لَھُمُ الاِجَابَۃ،فَاِلَیکْ َ یَارَبِّ نَصَبتْ ُ وَجہْ ِی وَاِلَیکْ َ یَارَبِّ مَدَدتْ ُ یَدِی۔۔۔"

"اس لئے کہ تو نے اپنے بندوں کے بارے میں طے کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کریں اور تو نے اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تو اس کے قبول کرنے کا ضامن ہے پس اے خدا !میں نے تیری ہی طرف لو لگائی ہے اور اے پروردگار تیری ہی جانب اپنے ہاتہ پہیلائے ہیں "

دعا سے روگردانی ، خدا وندعالم سے روگردانی ہے خدا وند عالم ارشاد فرماتا ہے :﴿ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادعُْونِْی استْجَِب لَکُم اِنَّ الَّذِینَْ یَستْکَبِْرُونَْ عَن عِبَادَتِی سَیَدخُْلُونَْ جَھَنَّمَ دَاخِرِینَْ﴾
۴

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجہ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتہ جہنم میں داخل ہوں گے "اس آیہ کریمہ میں عبادت سے استکبار کرنا دعا سے روگردانی کرنا ہے،پس سیاق آیت کرنے کی دعوت دے رہا ہے ۔خداوند عالم فرماتا ہے :﴿ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ "مجہ سے دعا کرو میں قبول کرونگا" اور اس کے بعد فوراً فرماتا ہے :﴿ اِنَّ الَّذِینَْ یَستْکَبِْرُونَْ عَن عِبَادَتِی سَیَدخُْلُونَْ جَھَنَّمَ دَاخِرِینَْ﴾(۵)

"اور یقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتہ جہنم میں داخل ہوں گے "۔

---

۱ مکارم الاخلاق صفحہ / ۳۱۱ ۔۲ مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱ ۔اور محاسن برقی صفحہ ۲۹۲ ۔۳ دعایوم الاربعاء۔۴ سورئہ مومن آیت ۶۰ ۔۵ سورئہ مومن آیت ۶۰ ۔

اس آیہ کریمہ میں دعا سے اعراض کرنا عبادت نہ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ یہ اللہ سے روگردانی کرنا ہے۔ اور اس آیت کی تفسیر میں یہی معنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں: ھی واللہ العبادۃ، ھی واللہ العبادۃ "خدا کی قسم یہی عبادت ہے، خدا کی قسم یہی عبادت ہے"۔ حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: "﴿ انّ الدعاء ھوالعبادۃ؛انّ اللہ عزّوجلّ یقول: اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِی سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ [1]"بیشک دعا سے مراد عبادت ہے اور خداوند عالم فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِی سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ "اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے" اور اللہ کے نزدیک دعا اور دعا کی مقدار کے علاوہ انسان کی کوئی قیمت و ارزش نہیں ہے اور خداوند عالم اپنے بندے کی اتنی ہی پرواہ کرتا ہے جتنی وہ دعا کرتا ہے اور اس کو قبول کرتا ہے: ﴿ قُل مَایَعبَؤُابِکُم رَبِّی لَولَادُعَاؤُکُم﴾ [2]"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا" بیشک دعا خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کے مساوی ہے جیسا کہ دعا سے اعراض (منہ موڑنا) کرنا اللہ سے اعراض کرنا ہے۔ اور جو اللہ سے منہ موڑتا ہے تو خداوند عالم بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا، اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں: ومااحد ابغض الی اللهعزّوجلّ ممن یستکبرعن عبادته،ولا یسال ما عنده [3] حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: لتسالنَّ اللہ اولیغضبنّ علیکم،انّللهعبادایعملون فیعطیهم ،وآخرین یسالُونه صادقین فیعطیهم ثم یجمعهُم فی الجنة،فیقول الذین عملوا:ربناعملنا فاعطیتنا،فبمااعطیت هولاء؟فیقول:هولاء عبادي اعطیتکم اجورکم ولم التکم من اعمالکم شیئا،وسالني هولاء فاعطیتهم واغنیتهم،وهوفضلي اوتیه مَنْ اشاء [4]بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے جب بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کے لئے حاضر ہوتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور جب بندہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے تو خدا بھی اسے پسند نہیں کرتا ہے۔ کبھی کبھی خداوند عالم اپنے مومن بندے کی دعا مستجاب کرنے میں اس لئے دیر لگا دیتا ہے تاکہ وہ دیر تک اس کی بارگاہ میں کھڑا رہے اور اس سے دعا کرکے گڑگڑاتا رہے۔ کیونکہ اسے اپنے بندے کا گڑگڑانا بھی پسند ہے اسی لئے وہ دعا اور مناجات کا مشتاق رہتا ہے۔ عالم آل محمد یعنی امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے: انّ اللّہ عزّوجلّ لیوخّراجابة المومن شوقاًالیٰ دعائه ویقول:صوتاً احبّ ان اسمعه ویعجّل إجابة دعاء المنافق،ویقول:صوتاً اکره سماعه [5]

---

۱ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۳۔ ۲ سورۂ فرقان آیت / ۶۰۳ وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ۱۰۸۴، حدیث ۸۶۰۴۔ ۴ وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ۱۰۸۴ حدیث ۸۶۰۹۔ ۵ بحارالانوار جلد ۹۷ صفحہ ۲۹۶۔

"خداوند عالم مومن کی دعا کے شوق میں اس کی دعا کو دیر سے مستجاب کرتا ہے اور کہتا ہے: مجھے یہ آواز پسند ہے اور منافق کی دعا جلد قبول کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: اکثروا من ان تدعواالله،فإنّ الله يحبّ من عباده المومنين ان يدعوه، وقد وعد عباده المومنين الاستجابة[١]"تم خداوند عالم سے بہت زیادہ دعائیں کرو بیشک اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس کے مومن بندے اس سے دعائیں کریں اور اس نے اپنے مومن بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے" حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے: احبّ الاعمال إلیٰ اللّٰه عزّوجلّ فی الارض:الدعاء[٢]"زمین پر اللہ کا سب سے پسندیدہ عمل: دعا ہے" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے: إنّ المومن يسال الله عزّوجلّ حاجة فيوخرعنه تعجيل اجابته حّباً لصوته واستماع نحيبه[٣]"بیشک جب کوئی مومن اللہ عز و جل سے کوئی سوال کرتا ہے تو خداوند عالم اس مومن کی دعا کی قبولیت میں اس کی آواز کو دوست رکھنے اور سننے کی خاطر تاخیر کرتا ہے" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: انّ العبد ليد عوفيقول الله عزّوجلّ للملكين:قداستجبت له،ولكن احبسوه بحاجته،فانّي أُحبّ ان اسمع صوته،وانّ العبدليدعوفيقول الله تبارک وتعالیٰ:عجلوا له حاجته فانی ابغض صوته[٤]"جب ایک بندہ خداوند عز وجل سے دعا مانگتا ہے تو خداوند عالم دو فرشتوں سے کہتا ہے: میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے لیکن تم اس کو اس کی حاجت کے ساتھ قید کر لو، چونکہ مجھے اس کی آواز پسند ہے، اور جب ایک بندہ دعا کرتا ہے تو خداوند عالم کہتا ہے: اس کی حاجت روائی میں جلدی کرو چونکہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں ہے" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: انّ العبد الولی لله ليدعوالله عزّوجلّ فی الامرينوبه،فيُقال للملک الموكل به:اقض لعبدي حاجته،ولاتُعجّلهافانّي اشتهی ان اسمع صوته ونداء ه وانّ العبدالعدولله عزّوجلّ يدعوالله عزّوجلّ فی الامرينوبه،فيُقال للملک الموكل به:اقض حاجته، و عجّلها فانيّ اكره ان اسمع صوته ونداىٔه[٥]"اللہ کو دوست رکھنے والا بندہ دعا کرتے وقت اللہ کو اپنے امر میں اپنا نائب بنا دیتا ہے تو خداوند عالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے: میرے اس بندے کی حاجت قبول کر لو مگر اسے پوری کرنے میں ابھی جلدی نہ کرنا چونکہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں اور جب اللہ کا دشمن بندہ اللہ سے دعا کرتے وقت اس کو اپنے کسی کام میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہے تو خداوند عالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے اس کی حاجت کو پورا کرنے میں جلدی کرو اس لئے کہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا ہوں" خداوند عالم کو ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے سے سوال کریں بلکہ اگر وہ اپنی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں تو اس کو یہی پسند ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی بارگاہ میں مومنین

---

١ وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ١٠٨۶، حدیث ٨۶١۶ ۔ ٢ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ١٠٨٩، حدیث ٨۶٣٩ ۔ ٣ قرب الاسناد صفحہ ١٧١، اصول کافی صفحہ ۵٢۶ ۔ ۴ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ١١١٢، حدیث ٨٧٣١، اصول کافی جلد ٢، صفحہ ۵٢۶ ۔ ۵ اصول کافی جلد ٢ صفحہ ۵٢٧، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ١١١٢، حدیث ٨٧٣٢ ۔

کے سوال کو پسند کرتا ہے اور اپنے سامنے ان کے گریہ و زاری اور دعا کرنے کو پسند کرتا ہے ۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: انّ اللہ احبّ شیئاًلنفسه وابغضه لخلقه،ابغض لخلقه المسالة،واحبّ لنفسه ان يُسال،وليس شیء احبّ الیٰ اللہ عزّوجلّ من ان يُسال،فلايستحي احدكم من ان يسال اللہ من فضله،ولوشسع نعل[۱]

"خداوند عالم ایک چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے لیکن اس کو مخلوق کے لئے پسند نہیں کرتا ،وہ اپنے لئے اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور اللہ کے نزدیک اس سے سوال کرنے کے علاوہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے پس تم میں سے کوئی اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرنے میں شرم نہ کرے اگرچہ وہ جوتے کے تسمے کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو " حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

انّ اللّٰہ يحبّ العبد ان يطلب اليه في الجرم العظيم،ويبغض العبد ان يستخفّ بالجرم اليسير (ا "اللہ بندے کی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کو بڑے جرم میں پکارے اور اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ وہ اس کو چھوٹے جرم میں نہ پکارے"

محمد بن عجلان سے مروی ہے کہ :اصابتني فاقة شديدة واضاقة،ولاصديق لمضيق ولزمني دينٌ ثقيل وعظيم ،يلحّ في المطالبة،فتوجّهت نحودارالحسن بن زيدوهويومئذاميرالمدينةلمعرفة كانت بيني وبينه،وشعربذلک من حالي محمد بن عبد اللہ بن علي بن الحسين عليه السلام،وكان بيني وبينه قديم معرفة،فلقيني فی الطريق فاخذ بيدي وقال:قد بلغني ماانت بسبيله،فمن تومّل لكشف مانزل بک؟ قلت:الحسن بن زيدفقال اذن لايقضي حاجتک،ولاتسعف بطلبتک، فعليک بمن يقدرعلی ذلک،وهواجودالاجودين،فالتمس ماتومّله من قبله،فإنّي سمعت ابن عمي جعفربن محمد يُحدّث عن ابيه،عن جده،عن ابيه الحسين بن

---

۱)المحاسن للبرقی صفحہ ۲۹۳ ،بحارالانوارجلد ۹۳ صفحہ ۲۹۲ ۔)

علي،عن ابيه علي بن ابيطالب عليه السلام عن النبي ص)قال:اوحیٰ الله الیٰ بعض انبيائه فی بعض وحيه:وعزّتي وجلالي لاقطعن امل كل آمل امّل غيري بالإياس،ولاكسونّه ثوب المذلّة فی الناس،ولابعدنّه من فَرَجِي وفضلی،ايامل عبدي فی الشدائدغيري والشدائدبيدي؟ويرجو سواي واناالغني الجواد؟بيدي مفاتيح الابواب وهی مغلقة،وبابي مفتوح لمن دعاني الم تعلمواانّ من دهاه نائبة لم يملک كشفهاعنه غيری،فمالی اراه يامله معرضا عني وقد اعطيته بجودي وكرمي مالم يسالني؟ فاعْرَضَ عني،ولم يسالني،وسال فی نائبته غيري،واناالله ابتدیٔ بالعطية قبل المسالة

افأُسال فلا اجُوَد؟كلّااليس الجود والكرم لي ؟اليس الدنياوالآخرة بيدي؟فلوانّ اهل سبع سماوات وارضين سالوني جميعاواعطيت كل واحد منهم مسالته مانقص ذلک من ملكي مثل جناح البعوضة،وكيف ينقص مُلْک اناقيّمه فيابوسا لمن عصاني،ولم يراقبني فقلت له:يابن رسول الله،اعدعليّهذاالحديث،فاعاده ثلاثاً،فقلت:لا واللّٰه ماسالت احدا بعدهاحاجة فمالبثت ان جاءَ ني الله برزق من عنده [1]''

میں شدید فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہا تھا، میری تنگدستی کو دور کرنے والا بھی کوئی میرا ساتھی نہیں تھا اور مجھ پر دین کی اطاعت بڑی مشکل ہو گئی تھی اور میں اپنی ضروریات زندگی کے لئے چیخ اور چلارہا

---

۱)بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ /۳۰۳۔ ۳۰۴۔) ۱ فروع الکافی جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ ، من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۲۳ ۔

تھاتو میں نے اس وقت اپنا وظیفہ معلوم کرنے کے لئے حسن بن زید (جو اس وقت مدینہ کے امیر وحاکم تھے) کے گھر کا رخ کیا اور ان تک میرے حالات کی خبر میرے قدیمی ہمنشین محمد بن عبد اللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام نے پہنچا ئی ، میری ان سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑکر کہا : مجھ کو تمہا رے حالات کے بارے میں خبر ملی ہے میں تمہا رے بارے میں نا زل ہونے والی مشکلات کے بارے میں سوچ رہا ہوں ؟

میں نے کہا : حسن بن زید ، اس نے کہا تمہاری حاجت پوری نہیں ہوگی اور تم اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتے تم ایسے شخص کے پاس جا ؤ جو تمہاری حاجت روائی کی قدرت رکھتا ہے اور تمام سخاوت کرنے والوں سے زیادہ سخی ہے اپنی مشکلات کے لئے ان کے پاس جاؤ اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ میرے چچازاد بھا ئی جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے جد سے پھر ان کے والد سے حسین بن علی علیہما السلام سے انہوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : خداوند عالم نے اپنے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نا زل کی کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں ہر اس شخص کی امید مایو سی میں بدل دو نگا جو میرے علا وہ کسی اور سے امید لگا ئے گا ، اسے ذلت کا لباس پہنا ؤں گا اور اسے اپنے فضل و کرم سے دور کر دونگا ۔کیا میرا بندہ مشکلات میںمیرے علاوہ کسی اور سے امید کرتا ہے حالانکہ میں غنی جواد ہوں ؟ تمام ابواب کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے حالانکہ تمام دروازے بند ہیں اور مجھ سے دعا کرنے والے کے لئے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے ۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جس کو کو ئی مشکل پیش آئے اس کی مشکل کو میرے علا وہ کو ئی اور دور نہیں کر سکتاتو میں اس کو غیر سے امید رکھتے ہوئے اور خود سے رو گردانی کرتے ہو ئے دیکھتا ہوں جبکہ میں نے اپنی سخاوت اور کرم کے ذریعہ وہ چیزیں عطا کی ہیں جن کا اس نے مجھ سے مطالبہ نہیں کیا ہے ؟ لیکن اس نے مجھ سے رو گردانی کی اور طلب نہیں کیا بلکہ اپنی مشکل میں دو سروں سے ما نگا جبکہ میں ایسا خدا ہوں جو ما نگنے سے پہلے ہی دیدیتا ہوں ۔

توکیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مجھ سے سوال کیا جائے اور میں جود و کرم نہ کروں ؟ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔کیا جود و کرم میرے نہیں ہیں ؟کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہیں ؟اگر سات زمین اور آسمان کے لوگ سب مل کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کی ضرورت کے مطابق اس کو عطا کردوں تو بھی میری ملکیت میں ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی کمی نہیں آئیگی اور کیسے کمی آبھی سکتی ہے جس کا ذمہ دار میں ہوں ، لہٰذا میری مخالفت کرنے والے اور مجھ سے نہ ڈرنے والے پر افسوس ہے ۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا : اے فرزند رسول اس حدیث کی میرے لئے تکرار فرما دیجئے تو آپ نے اس حدیث کی تین مرتبہ تکرار فرمائی ۔

میں نے عرض کیا :خدا کی قسم آج کے بعد کسی سے کوئی سوال نہیں کروں گا تو کچھ ہی دیر گذری تھی کہ خداوند عالم نے مجھ کو اپنی جانب سے رزق عطا فرمایا "

استجابت دعا

دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں دعا دو طرف سے اللہ کی رحمت سے گھری ہوئی ہوتی ہے :اللہ کی طرف سے توفیق اور دعا کی قبولیت ۔بندے کی دعا اللہ کی دی ہوئی توفیق کے علاوہ قبول نہیں ہوتی ہے اللہ اپنے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق کا رزق عطا کرتا ہے چونکہ بندہ اس توفیق کے بغیر اللہ کی بارگاہ میں دعا پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا لہٰذا دعا سے پہلے اس توفیق کا ہونا ضروری ہے اور جب بندہ خدا سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے :

﴿ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا "

تو پہلے اللہ سے دعا کرنے کی توفیق لازم ہوتی ہے اور پھر دعا بارگاہ معبود میں قبول ہوتی ہے۔یہ دونوں چیزیں دعا کا احاطہ کئے ہوئے ہیں ،یہ دونوں اللہ کی رحمت کے دروازے ہیں جو بندے کے لئے اس کے دعا کرنے سے پہلے اور دعا کرنے کے بعد کھلے رہتے ہیں ۔حضرت رسول خدا سے مروی ہے :

---

۱)سورئہ مومن آیت/ ۶۰ ۔)

(مَنْ فُتح له منكم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة[1] "تم میں سے جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھل جائے اس کے لئے ابواب رحمت کھل جاتے ہیں "

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے: فذکروک بمنّك وشکروک

جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو یہ اللہ کی عصمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے وہ (خدا) بندہ کے شکر کا مستحق ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام ہی مناجات خمس عشرہ میں فرماتے ہیں :

فَاِنَّابِکَ وَلَکَ وَلَاوَسِیلْةَ لَنَااِلَیکْ اِلَّااَنتْ

"ہم تیری وجہ سے ہیں اور تیرے لئے ہیں اور ہمارے پاس تیرے علاوہ تیرے پاس آنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے "

بندہ اپنے پروردگار کو اس کے احسان و فضل کی بنا پر ہی یاد کرتا ہے (پہلے خداوند عالم کا فضل و کرم ہوتا ہے پھر بندہ خدا کو یاد کرتا ہے)، بندے کے لئے اللہ تک پہنچنے کے لئے اس کے فضل اور رحمت کا ہی وسیلہ ہے ،جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو اس کے فضل سے ہی یاد کرتا ہے ،جب دعا کرتا ہے تو یہ اس کی دی ہوئی توفیق ہی سے دعا کرتا ہے اور جب اس کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اسی کی دی ہوئی رحمت کی وجہ سے ہی اس کا شکر ادا کرتا ہے ۔حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

لَم یَمنَعْکَ جَهلِي وَجُراتِي عَلَیکْ اَن دَلَلتَنِي اِلیٰ مَایُقَرّبُنِي اِلَیکْ وَوَفَّقتَنِي لِمَایُزلِفُنِي لَدَیکَ

"تو میری جہالت اور میری جرات نے تجھ کو میری رہنمائی کرنے سے نہیں روکا ،اس چیز کی

---

۱)درمنثور کے نقل کے مطابق المیزان جلد ۲ صفحہ / ۴۲ ۔)

طرف جو مجھ کو تجھ سے قریب کردے اور تو نے مجھ کو توفیق دی اس امر کی جانب کہ جو مجھ کو تجھ سے قرب عطا کرے" دعا کے لئے سب سے نازک چیز دعا کی توفیق ہونا ہے، بندہ کو خداوند عالم سے یہ دعا کرنا چاہئے کہ خداوند عالم اس کو دعا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ صحیفہ سجادیہ کی دعاؤں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاعْمُرْ لَيْلِي بِاِيقَاظِي فِيهِ لِعِبَادَتِكَ ،وَاِنْزَالِ حَوَائِجِي بِكَ [1] "اور میری راتوں کو عبادت کے لئے شب بیداری اور تنہائی میں تہجد اور سب سے الگ ہو کر تجھ سے لو لگانے اور اپنی حاجتوں کو تیرے سامنے پیش کرنے کے لئے آباد رکھنا" حضرت امام جعفر صادق، اللہ سے دعا کی توفیق طلب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

فَاَعِنِّي عَلىٰ طَاعَتِكَ وَوَفِّقْنِي لِمَا اَوْجَبْتَ عَلَيَّ مِن كُلِّ مَا يُرْضِيكَ فَاِنِّي لَمْ اَرَ اَحَداً بَلَغَ شَيْئاً مِن طَاعَتِكَ اِلَّا بِنِعْمَتِكَ عَلَيْهِ قَبْلَ طَاعَتِهِ،فَاَنْعِمْ عَلَيَّ بِنِعْمَةٍ اَنَالُ بِهَا رِضْوَانَكَ [2]

"پس اپنی اطاعت پر میری مدد کر اور مجھے اپنی ادائیگی کی توفیق دے اس طرح کہ تو مجھ سے راضی ہوجائے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو تیری اطاعت تک پہونچا ہو مگر اطاعت سے پہلے تیری ہی نعمت توفیق کے ذریعہ لہٰذا مجھ پر نعمت نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری خوشنودی حاصل کرسکوں" حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي اَصُولُ بِكَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ وَاَسْاَلُكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَاَتَضَرَّعُ اِلَيْكَ عِنْدَ الْمَسْكَنَةِ وَلَاتَفْتِنِّي بِالْاِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِكَ اِذَا اضْطُرِرْتُ [3]

---

۱) صحیفہ سجادیہ دعا / ۴۷۔

(۲) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۰۔)

۳) صحیفہ سجادیہ دعا / ۲۰۔)

"پروردگار! مجھے ایسا بنا دے کہ ضرورت کے وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں اور حاجتکے موقع پر تجھ سے سوال کروں، مسکینی میں تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور مجھے ایسی آزمائش میں نہ ڈال دینا کہ مجبوری میں تیرے غیر سے مدد مانگنے لگوں"

قبولیت دعا کی دو جزائیں

بندہ کی دعا قبول ہونے کی اہمیت خداوند عالم کے یہاں دو جہتوسے ہے ایک جہت سے نہیں ہے اور ان میں سے ایک جہت دوسری جہت سے زیادہ عظیم ہے کم اہمیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوال کے ذریعہ اس مطلب کا اظہار کرے جس کے ذریعہ انسان اللہ سے صرف دنیا یا صرف آخرت یا ان دونوں کو ایک ساتھ طلب کرتا ہے۔بیش قیمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم بنفس نفیس بندہ کی دعا کا جواب دے تو اس کا مطلب خداوند عالم کا اپنے بندہ کی دعا قبول کرنا ہی ہے کیونکہ جتنی مرتبہ بھی خداوند عالم قبول کرے گا اتنی ہی مرتبہ گویا بندہ کی طرف توجہ کرے گا۔

دنیا کی ہر چیز کی قیمت اور حد ہوتی ہے لیکن خداوند قدوس کا اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے نہ کوئی حساب ہے اور نہ کوئی حد ہے۔ لیکن جب بندہ پر خدا کی خاص عنایت ہوتی ہے تو اس وقت بندہ کی سعادت کی کوئی حد نہیں ہوتی اور اس سعادت سے بلند کوئی اور سعادت نہیں ہوتی جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے بعض بندوں سے مخصوص کردیتا ہے اور اسکی دعا قبول کرکے یہ نشاندہی کراتا ہے کہ جس چیز کا بندہ نے خدا سے سوال کیا ہے وہ کتنی قیمتی اور اہم ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے

:"لقد دعوت اللّٰہ مرة فاستجاب،ونسیت الحاجة،لانّ استجابته بإقباله علیٰ عبده عند دعوته اعظم واجل مما یرید منه العبد،ولوکانت الجنة ونعیمهاالابد ولکن لایعقل ذلک الّاالعالمون،المحبون،العابدون،العارفون، صفوة اللّٰہ وخاصته"

"میں نے ایک مرتبہ خداوند عالم سے دعا کی اور اس نے قبول کرلی تو میں اپنی حاجت ہی کو بھول گیا اس لئے کہ اس کا دعا کی قبولیت کے ذریعہ بندہ کی طرف توجہ کرنا بندہ کی حاجت کے مقابلہ میں بہت عظیم ہے چا ہے وہ صاحب حاجت اور اس کی ابدی نعمتوں سے متعلق ہی کیوں نہ ہو لیکن اس بات کو صرف خداوند عالم کے علماء، محبین، عابدین، عرفاء اور اس کے مخصوص بندے ہی سمجھ سکتے ہیں"[1] پس دعا اور استجابت دونوں اللہ اور بندہ کے مابین ایک تعلق و لگاؤ ہے یعنی سب سے افضل و اشرف تعلق ہے۔ اللہ اور اسکے بندوں کے درمیان اس سے افضل کونسا تعلق و لگاؤ ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی حاجت پیش کرے التماس کو قبول کرے اور اس سے مخصوص قرار دے۔ اس تعلق کی لذت اور نشوونما اور بندہ پر خداوند عالم کی توفیق وعنایات میں اسی وقت مزہ ہے جب انسان اپنی مناجات، ذکر اور دعا کو خدا سے مخصوص کردے ہم (مولف) کہتے ہیں اللہ سے اس تعلق و لگاؤ کی لذت یہ بندہ پر اللہ کی عنایت ہے کہ بندہ اس طرح خداوند عالم کی یاد میںغرق ہوجاتا ہے کہ انسان خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کرنے میں مشغول ہوجاتا ہے۔ اور کون لذت اس لذت کے مقابل ہو سکتی ہے؟ اور کونسی دولت خداوند عالم کے حضور میں پیش ہونے، اس سے ملاقات، مناجات اور اسکا تذکرہ کرنے اور اسکے جلال وجمال میں منہمک ہونے کے مانند ہو سکتی ہے اور دعا کرنے کے لئے اللہ کے سامنے کھڑے ہونا یہ خدا کے سامنے حاضر

---

[1] مصباح الشریعۃ صفحہ/ ۱۴ ۔ ۱۵؛ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔)

ہونے اس سے ملاقات ،مناجات اور اسکو یاد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

ایک عارف کا کہنا ہے:اللہ کے حضور میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی سوال کرنا اللہ کے نزدیک بہت برا ہے اور خدا کے علاوہ اس کے جلال اور جمال میں منہمک ہوجاناہے۔

رسول خدا (ص) سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیاہے:

("من شغله ذكري عن مسالتي اعطيته افضل مااعطى السائلين "[1] جو شخص مجھ سے کوئی سوال کرے گاتومیں اس کوسوال سے زیادہ عطاکرونگا "

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"وانّ العبد لتكون له الحاجة الى اللّٰه فيبدابالثناء على اللّٰه والصلاة على محمد وآله حتّى ينسىٰ حاجته فيقضيهامن غيران يساله اياها"[2] "اگر بندہ،خدا سے کوئی حاجت رکھتا ہواور وہ خداوند عالم سے اپنی حاجت کی ابتداء اس کی حمدوثنا اور محمد وآل محمد پر صلوات بھیج کر کرے اور اسی دوران وہ اپنی حاجت بھول جائے تو اس سے پہلے کہ وہ خداوند عالم سے حاجت کا سوال کرے وہ اس کی حاجت پوری کردے گا "

مناجات محبین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے : ۔۔۔اِجعْ◌َلنْ◌َامِمَّن هَيَّمتْ◌َ قَلبْ◌َهُ لِاِرَادَتِکَ وَاجتْ◌َبَيتْ◌َهُ لِمُشَاهَدَتِکَ ،وَاَخلْ◌َيتْ◌َ وَجهْ◌َهُ لَکَ وَفرَّغتْ◌َ فُوادَهُ لِحُبِّکَ وَرَغَّبتْ◌َهُ فِيمْ◌َاعِندْ◌َکَ وَقَطَعتْ◌َ عَنهْ◌ُ کُلَّ شَيْءٍ يَقطْ◌َعُهُ عَنکْ◌َ [3]"ہم کو ان میں سے قرار دے کہ جن کے دلوں کو اپنی چاہت کے لئے گرویدہ کرلیا ہے اور

---

۱)بحارالانوارجلد۹۳ صفحہ ۳۲۳۔)

۲)بحارالانوارجلد۹۳ صفحہ ۳۱۲۔)

۳)مناجات محبین۔)

اپنے مشاہدے کے لئے انہیچن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کے لئے ان کے دلوںکو خالی کر لیا ہے اور اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا ہے ۔۔۔اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندہ کو تجہ سے الگ کر سکے "

دعا اور استجابت دعا کا رابطہ

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادعُونِی اَستَجِب لَكُم اِنَّ الَّذِینَ یَستَكبِرُونَ عَن عِبَادَتِی سَیَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِینَ (۱)

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجہ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتہ جہنم میں داخل ہوں گے "

دعا قبول ہونے کے درمیان کیا رابطہ ہے؟

استجابت کیسے تمام ہوتی ہے؟

ہم اس فصل میں ان ہی دو سوالات سے متعلق بحث کریں گے۔

بیشك خداوند عالم کی طرف سے دعا استجابت کے الٰہی سنتوں اور قوانین کے ذریعہ انجام پاتی ہے جیسا کہ تمام افعال میں خدا کا یہی طریقہ رائج ہے۔ منفعل ہونا خدا کی ذات میں نہیں ہے جیسا کہ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ کبھی ہم غصہ ہوتے ہیں، کبھی خوشحال ہوتے ہیں، کبھی غصہ ہوتے ہیں، کبھی خوش ہوتے ہیں، کبھی چُست رہتے ہیں اور کبھی ملول و رنجیدہ رہتے ہیں ۔ اور خداوند عالم کے افعال ایك طرح کے قانون اور سنت ہیں ان میں خوشی یا غصہ کا کوئی دخل

---

۱)سورۂ مومن آیت ۶۰۔)

نہیں ہوتا تمام سنتیں اور قوانین الٰہیہ اپنی جگہ پر ثابت ہیں ۔ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم خوش ہوگا تو دعا قبول کرے گا اور ناراض ہوگاتو دعاقبول نہیں کرے گا ۔ یہ تمام الٰہی سنتیں افق غیب (مابعدالطبیعہ) میں اس طرح جاری ہوتی ہیں جس طرح فیزیکس، کیمیا،اور میکانیک میں بغیر کسی فرق کے جاری ہوتی ہیں۔ ﴿ لَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّهِ تَبدِيلاً ﴾[1]

''تم خداکی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پاو گے '' ﴿ لَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّهِ تَحوِيلاً ﴾[2]

''ہرگز خدا کے طریقہ کار میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا ہے ''

دعاقبول ہونے میں اللہ کی سنت کیا ہے؟

دعا ،رحمت کی کنجی ہے

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں نصوص اسلامیہ میں دعا اجابت کی کلید کے عنوان سے تعبیر کی گئی ہے اوریہی کلمہ دعااور استجابت کے درمیان رابطہ کی نوعیت کو معین و مشخص کرتاہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے :

(الدعاء مفتاح الرحمة[3]''دعاکلید رحمت ہے''

---

(۱)سورئہ احزاب(۶۲)

۲)سورئہ فاطرآیت/ ۴۳ ۔)

(۳)بحار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰)

اور امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی:

ثم جعل فی یدک مفاتیح خزائنه بمااذن فیه من مسالته فمتٰی شئت (استفتحت بالدعاء ابواب خزائنه[۱]

"تمہارے ہاتھوں میں اپنے خزانوں کی کلید قرار دی پس جب تم چاہو تو اس دعا کے ذریعہ خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہو"

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی واضح و روشن تعبیر "فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنہ" ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس کلید سے ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کو کھول سکتے ہیں وہ دعا ہے۔

اور اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک بن جائیں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ آسانی سے اللہ کی رحمت کے خزانوں کو حاصل کر سکیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول:

﴿ مَایَفتْ َح ِ اللہُ لِلنَّا سِ مِن رَحمْ َۃٍ فَلاَمُمسْ ِکَ لَھَا﴾[۲]

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا (نہیں ہے" کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ دعا ہے۔(۳ بیشک دعا وہ کلید ہے جس کے ذریعہ خداوند عالم لوگو ں کے لئے اپنی رحمت کے دروازوں کو کھول

---

۱) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹)

۲) سورئہ فاطر آیت / ۱۔)

۳) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹ ۔)

دیتا ہے اور اس کلید کو خداوند عالم نے اپنے بندوں کے ہاتھوں میں قرار دیا ہے۔ رسول اللہ (ص) سے مروی ہے کہ:"من فتح له من الدعاء منکم فتحت له ابواب الاجابة "(۱)

"تم میں سے جس شخص کے لئے باب دعا کھل جائے تو اس کے لئے اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں "

اللہتبارک وتعالیٰ جو دعا کے ذریعہ بندے کے لئے دروازے کھول دیتا ہے وہ اس کے لئے ابواب اجابت بھی کھول دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"من قرع باب الله سبحانه فتح له "(۲)"جو اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے تو اللہ اس کے لئے دروازہ کھول دیتا ہے"

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اکثرمن الدعاء،فانه مفتاح کل رحمة،ونجاح کل حاجة،ولاینال ماعند الله الابالدعاء،ولیس باب یکثرقرعه الایوشک انْ یُفتح لصاحبه "(۳)"زیادہ دعا کرو اس لئے کہ دعا ہر رحمت کی کنجی ہے۔ہر حاجت کی کامیابی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کو دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کوئی دروازہ نہیں جس کو بہت زیادہ کھٹکھٹایا جائے اور وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے نہ کھلے"

---

۱)کنزالعمال حدیث نمبر/ ۳۱۵۶۔)

۲)غررالحکم حدیث / ۸۲۹۲۔)

۳)بحارالانوارجلد ۹۳ صفحہ ۲۹۵ ،وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث / ۸۶۱۶۔)

اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء مفاتيح النجاح،ومقاليدالفلاح،وخيرالدعاء ماصدرعن صدر نقي وقلب تقي"(۱)

"دعا کامیابی کی کلید اوررستگاری کے ہارہیں اور سب سے اچھی دعاوہ ہوتی ہے جو پاک وصاف اورپرہیزگاردل سے کی جاتی ہے"

رسول اللہصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:"الاادلّكم على سلاح ينجيكم من اعدائكم،ويدرّارزاقكم ؟ قالوا:بلیٰ، قال:تدعون ربّكم بالليل والنهار،فانّ سلاح المومن الدعاء"(۲)

"آگاہ ہو جاوکیا میں تمہاری اس اسلحہ کی طرف راہنمائی کروں جو تم کو تمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھے اور تمہارا رزق چلتا رہے ؟توانھوں نے کہا:ہاں آپ نے فرمایا:خداوند عالم کو رات دن پکارو اس لئے کہ دعا مومن کا اسلحہ ہے"

عمل اوردعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں

اللہ نے ہمارے ہاتھوںمیں کنجیاں قراردی ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ کی رحمت کے خزانوںکے دروازے کھول سکتے ہیں اوران کے ذریعہ ہم اللہ کا رزق اور اس کا فضل طلب کر سکتے ہیں اور وہ دونوں کنجیاں عمل اوردعاہیں اوران میں سے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی ۔ عمل، دعاسے بے نیاز نہیںہے یعنی انسان کے لئے عمل کے بغیر دعاپر اکتفا کر لینا کافی نہیں ہے

رسول اللہ (ص) نے جناب ابوذر سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

---

۱)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۴ حدیث ۸۶۵۷،اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۱۷ ۔)

۲)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۵ ،حدیث ۸۶۵۸ ۔)

"یااباذرمَثَلُ الذي یدعوبغیرعمل کمثل الذي یرمي بغیروتر "[1]"اے ابوذر بغیر عمل کے دعا کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ایک انسان بغیر کمان کے تیر پھینکے "

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: "ثلاثة ترود علیهم دعوتهم:رجل جلس فی بیته وقال:یاربِّ ارزقني، فیُقال له:الم اجعل لک السبیل الیٰ طلب الرزق ؟"[2]

"تین آدمیوں کی دعائیں واپس پلٹادی جاتی ہیں: ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر بیبیٹھا رہے اور یہ کہے: اے پرور دگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتاہے: کیا میں نے تمہارے لئے طلب رزق کا راستہ مقرر نہیں کیا؟ ۔۔۔" اور انسان کے لئے دعا کے بغیر عمل پر اکتفا کر لینا بھی صحیح نہیں ہے ۔ رسول اللہصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"إنّ للهعبـاداًیعملون فیعطیهم،وآخـرین یسـالونه صـادقین فیعطـیهم،ثم یجمعهـم فـی الجنـةفیقول الـذین عملوا:ربّنا،عملنافاعطیتنا،فبمااعطیـت هـولاء؟ فیقول:هـولاء عبـادي،اعطیتکم اجـورکم ولم الـتکم مـن اعمـالکم شیئاً،وسالني هولاء فاعطیتهم واغنیتهم،وهوفضلي أُوتیه مَنْ اشاء"[3]

"بیشک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو عمل کرتے ہیں اور خدا انکو عطا کرتا ہے اوردوسرے

---

۱) وسائل شیعہ ابواب دعا باب ۳۲ حدیث ۳ ۔)

۲)وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۵۰ ح ۳ ۔)

۳) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴ حدیث / ۸۶۰۹ ۔)

بندے ہیں جو صدق دل سے سوال کرتے ہیں اور خداوند عالم ان کو بھی عطا کرتا ہے پھر جب ان کو جنت میں جمع کیا جائیگا تو عمل کرنے والے بندے کہیں گے: اے ہمارے پالنے والے ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن ان کو کیوں عطا کیا گیا جواب ملے گا یہ میرے بندے ہیں میں نے تم کو تمہارا اجر دیا ہے اور تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کیا ہے اور ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا میں نے ان کو دیا اور ان کو بے نیاز کردیا اور یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں "

اگر انسان عمل کرنے سے عاجز ہو تو اللہ نے اس کی تلافی کے لئے دعا قرار دی تاکہ انسان اپنے نفس پر اعتماد کرے ،جو کچھ حول و قوہ الٰہی کے ذریعہ عطا کیا گیا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کے ذریعہ قائم کیا ہے اس کے فریب میں نہ آئے ۔ معلوم ہوا کہ عمل اور دعا دونوں سب سے عظیم دو کنجیاں ہیں جن دونوں کے ذریعہ انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں ۔

اب ہم عمل اور اس کے رحمت سے رابطہ کے مابین اور اس کے بالمقابل دعا اور اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مابین رابطہ اور عمل سے دعا کے رابطہ کے بارے میں بحث کریں گے چونکہ یہ روابط ہی اسلام کے ابتدائی اور اصلی مسائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو "عمل اور دعا" دونوں چیزیں ایک ساتھ عطا کی ہیں۔اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہتعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہی سب کچھ عطا کیا "جو ان کے پاس ہے" ۔ "وہ سب کچھ نہیں جو ان کے پاس نہیںہے "اور ان کے پاس ان کی کوششیں اور ان کے اعمال ہیں۔وہ اپنی کوشش سے جو کچھ اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنے نفوس اور اموال سے خرچ کرتے ہیں وہ عمل ہے ،اور جو کچھ ان کے پاس نہیں ہے وہ ان کا فقر،اور اللہ کا محتاج ہونا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے فقیر اور محتاج ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

انسانی حیات میں یہ دونوں اللہ کی رحمت کو نازل کرنے کی کنجیاں ہیں، جیسے وہ اپنی کوشش عمل، نفس اور مال کے ذریعہ اللہ سے حاصل کرتا ہے اور اللہ کے حضور میں اپنی حاجت ،فقر اور مجبوری کو دکھلاتا ہے۔

دعا اور عمل کے درمیان رابطہ

ہمارا دعا کو اللہ کی سنتوں سے جدا سمجھنا صحیح نہیں ہے بیشک اللہنے کائنات میں اپنے بندوں کے لئے ان کی حاجتوں کی خاطر سنتوں کو قرار دیا ہے۔ اور لوگوں کا اپنی تمام حاجتوں اور متعلقات میں ان سنتوں کو مہمل شمار کرنا حرمت نہیں ہے۔

دعا ان سنتوںکا بدل قرار نہیں دی جاسکتی یہ الٰہی سنتیں انسان کو دعا سے بے نیاز نہیں کرتی ہیں (یعنی ان سنتوں کو دعاؤں کا بدل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔)

یہ نکتہ اسلامی ربانی ثقافت میں ایک بہت لطیف نکتہ ہے، لہٰذا فلاّح (کاشتکار) کے لئے زمین کھودنا اس میںپانی دینا، زمین کی فصل میں رکاوٹ بننے والی اضافی چیزوں کو دور کرنا، زراعت کی حفاظت کرنا اور مزرعہ سے نقصان دہ چیزوں کو دور کرنے کے لئے دعا کردینا ہی کافی نہیں ہے ۔بیشک ایسی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور ایسی دعائیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کا مصداق ہیں: الداعي بلاعمل کالرامي بلاوتر " عمل کے بغیر دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر پھینکنے والے کے مانند ہے ۔ جس طرح بیمار اگر حکیم اور دوا کو بیکار سمجھنے لگے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور یہ دعا قبول ہی کیسے ہو جس میں انسان اللہ کی سنتوں سے منہ موڑلے ۔ لہٰذا الٰہی سنتوں کے بغیر دعا قبول نہیں ہو سکتی ہے ۔بیشک اپنے بندوں کی دعاوں کو قبول کرنے والا فطری طور پر ان سنتوں کا خالق ہے وہ وہی خدا ہے جس نے اپنے بندوں کو ان سنتوں کو جاری کرنے کا حکم دیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ تم اپنا رزق اور اپنی حاجتیں ان سنتوں کے ذریعہ حاصل کرو اور خداوند عالم فرماتا ہے:

(﴿ هُوَالَّذِی جَعَلَ لَکُمُ الأرْضَ ذَلُولاًفَامشُوافِی مَنَاکِبِهَا وَکُلُواْمِن رِزقِهِ﴾۔۔۔(۱)

"اسی نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنا دیا ہے کہ اس کے اطراف میں چلو اور رزق خدا تلاش کرو۔۔۔"

اور خدا وند عالم کا یہ فرمان ہے:

(﴿ فَانتَشِرُواْفِی الأرضِ وَابتَغُواْمِن فَضلِ اللهِ﴾(۲)

"پس زمین میں منتشر ہو جاؤ اور فضل خدا کو تلاش کرو"

جس طرح دعا عمل کا قائم مقام نہیں ہو سکتی اسی طرح عمل دعا کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بیشک اس کائنات کی کنجی اللہ کے پاس ہے،دعا کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو وہ رزق عطا کرتا ہے جس کو وہ عمل کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے اور دعا کے ذریعہ فطری اسباب سے اپنے بندوں کو وہ کامیابی عطا کرتا ہے جس پر وہ عمل کے ذریعہ قادر نہیں ہو سکتے ہیں۔

انسان کےلئے رزق کی خاطر فطری اسباب کے مہیا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان فطری اسباب کے ذریعہ اللہ سے دعا ،سوال اور مانگنے سے بے نیاز ہو جائے۔

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ باسط ،قابض، معطی ،نافع ،ضار، محیی و مهلك، معزّ و مذل،رافع اور واضع(یعنی بلندی اور پستی عطا کرنے والا)ہے ،دنیائے ہستی کی کنجیاں اسی کے ہاتہ میں ہیں کوئی چیزاس کے امر میں مانع نہیں ہو سکتی ،اس دنیا کی کوئی بہی چیز اس کے امرو سلطنت سے باہر نہیں ہو سکتی اس دنیائے ہستی کی ہر طاقت و قوت ، سلطنت ،نفع پہنچانے والی اورنقصان دہ چیز اس کے امر،

---

۱)سورئہ ملک آیت/ ۱۵۔)۲)سورئہ جمعہ آیت/ ۹۔)

حکم اور سلطنت کے تابع ہے اور خدا کی سلطنت و ارادہ کے علاوہ اس دنیا میں کسی چیز کا وجود مستقل نہیں ہے یہاں تک کہ انسان بھی اللہ سے دعا ، طلب اور

سوال کے ذریعہ معاملہ کرنے سے بے نیاز نہیں ہے

ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہودیوں کے اس قول :

(﴿ يد الله مغلولة﴾[1]

"خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں "سے اس کو منزہ قرار دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے :

(﴿ بَل يَدَاهُ مَبسُوطَتَانِ﴾ [2]

"بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں "

ہم اپنے تمام معاملات خدا سے وابستہ قراردیتے ہیں ہم خدا کے ساتھ معاملہ کرنے اور جن سنتوں کو اللہنے بندوں کے لئے رزق کا وسیلہ قرار دیا ہے ان کے مابین جدائی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ تمام طاقتیں اور روشیں خداوند عالم کے ارادہ مشیت اور سلطنت کے طول میں ہم کو فائدہ یا نقصان پہنچاتی ہیںیہ خداوند عالم کے ارادہ اور سلطان کے عرض میں نہیں ہیں اور نہ ارادہ و سلطان سے جدا ہیں ۔

ہم اپنے چھوٹے بڑے تمام امور میں اللہ کی رحمت، فضل اور حکمت سے یہی لو لگاتے ہیں اور ہم اپنی زندگی میں اللہ کے ارادے اسکی توفیق اوراسکے فضل سے ہی لو لگاتے ہیں ہم اپنی زندگی کے ہر لحہ میں اللہ کے محتاج ہیں اورپوری زندگی میں اسکے فضل و رحمت ، حمایت،توفیق اورہدایت کے محتاج ہیں اور ہم دعاکرتے ہیں کہ وہ ہمارے امور کا استحکام ان کی ،تائید،ہدایت،توفیق کا سرپرست

---

۱)سورئہ مائدہ آیت / ۶۴ ۔)

۲)سورئہ مائدہ آیت / ۶۳ ۔)

ہے۔ہم خدا وند عالم کی ذات کریمہ سے اس بات کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی ہم کو ہمارے حال پر چھوڑدے خدا سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود ہی ہماری حاجتیں پوری کرے اور ہم کو کسی غیر کا محتاج نہ بنائے ۔

اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی حاجتوں کو لوگوں سے مخفی رکھے جبکہ اس کائنات میں فطری اسباب موجود ہیں بشرطیکہ انسان خداوند عالم سے دعا کرے بلکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم سے یہ دعا کرے کہ خداوند عالم غیر سے اس کی حاجت کو، اپنی حاجت کے طول میں قرار دے ۔غیر پر اس کے اعتماد کو اپنے اعتماد کے طول میں قرار دے غیر سے معاملہ کرنے کو خود سے معاملہ کرنے کے طول میں قرار نہ دے اور نہ جدا قرار دے چنانچہ یہ کائنات تمام کی تمام ایسے اسباب پر مشتمل ہے جو خداوند عالم کے تابع ہیں اور خداوند عالم نے ان کو مخلوق کا تابع قرار دیا ہے ۔

ان اسباب کے ساتھ معاملہ کرنا ان کو اخذ کرنا ، ان پر اعتماد کرنا خداوند عالم کے ساتھ معاملہ کرنے ، خدا سے اخذ کرنے ، خدا پر اعتماد کرنے کے طول میں ہے نیز اس توحید کا جزء ہے جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے وہ نہ خدا کے ساتھ ہے اور نہ خدا وند عالم سے جدا ہے ۔

اس روش کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ انسان کا فریضہ ہے کہ ہر چیز میں خداوند عالم کو پکارے ،ہر چیز کو خدا وند عالم سے طلب کرے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ، روٹی (کھانا) ، آٹے کے نمک اور جانوروں کی گھاس سے لیکر جنگ کے میدانوں میں دشمنوں پر کامیابی تک ہر چیز خداوند عالم سے مانگے۔ اپنی حاجتوں اور دعاؤں میں سے کسی چیز میں غیر خدا کا سہارا نہ لے اور اس بات سے خدا وند عالم کی پناہ مانگے کہ وہ اس کو کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں اس کے حال پر چھوڑ دے ۔

فعلی طور پر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اس عام فضاء میں ہر چیز کے سلسلہ میں اللہ سے لو لگائیں، ہر چیز اللہ سے طلب کریں ---یہ بات اس چیز سے کوئی منافات نہیں رکھتی کہ انسان جس کو اللہنے پیدا کیا اور اس دنیامیں کچھ چیزیں اسکے لئے مسخر کردی ہیں اور وہ اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ مریض ہونے کی حالت میں اللہ سے شفا مانگتا ہے پھر ان اسباب شفاء اور علاج کو علم طب اور دوا میں ڈھونڈھتا جو اس نے اِن میں قرار دئے ہیں۔

بلکہ ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر انسان تمام چیزوں کو چھوڑکر اور اس دنیا میں اللہ کی سنتوں کو بروئے کار نہ لاکر اللہ سے دعا کرتا ہے تو اسکی دعا قبول نہیںہوتی اور وہ اس تیر چلانے والے کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینکتا ہے۔ یہ دقیق، پاک و صاف اسلامی ثقافت ہم کو اللہ سے رابطہ رکھنے اور اس کائنات میں اللہ کی سنتوں کے ساتہ ہما ہنگی رکھنے کی دعوت دیتی ہے ۔

ہم اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اللہ سے طلب کرنے کا ذخیرہ ہیں اور بندہ خدا کے علاوہ کسی اور سے کوئی حاجت نہ رکھے، اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، اپنی رسی کو اللہ کی ریسمان سے ملا دے اور ہر اس چیز سے منقطع ہو جائے جو اس کو خدا سے منقطع کردیتی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام دعامیں فرماتے ہیں: وَ لَاتَكِلْنِي اِلىٰ خَلْقِكَ بَل تَفَرَّد بِحَاجَتِيْ،وَتَوَلَّ كِفَايَتِيْ،وَانظُرْ اِلَيَّ، وَانظُرْ لِي فِي جَمِيعِ اُمُوْرِي[1]"اور مجھے اپنی مخلوقات کے حوالہ نہ کردینا تو تن تنہا میری حاجت روا کرنا ،اور میرے لئے کافی ہو جانا ،اور میری طرف نگاہ رکھنا ،اور میرے تمام امور پر اپنی نظریں رکھنا "

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

---

۱) صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا نمبر ۲۲ ۔)

اللَّهُمَّ مَااَخَافُ فَاكْفِنِي وَمَااَحْذَرُ فَقِنِي،وَفِي نَفْسِي وَدِيْنِي فَاحْرُسْنِي،وَفِي سَفَرِي فَاحْفَظْنِي،وَفِي اَهْلِي وَمَالِي فَاخْلُفْنِي،وَفِيمَا رَزَقْتَنِی فَبَارِكَ لِي وَفِي نَفْسِي فَذَلِّلْنِي،وَفِي اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِي وَمِن شَرِّالْجِنِّ وَالْاِنْسِ فَسَلِّمْنِي،وَبِذُنُوبِي فَلَاتَفْضَحْنِي،وَبِسَرِيْرَتِي فَلَا تُخْزِنِي،وَبِعَمَلِي فَلَاتَبْتَلِنِي،وَنِعَمِکَ فَلَاتَسْلُبْنِي وَاِلٰی غَيْرِکَ فَلَا تَكِلْنِي [1]

"خدایاجس چیزکامجھے خوف ہے اس کے لئے کفایت فرما اور جس چیز سے پرہیزکرتا ہوں اس سے بچا لے اور میرے نفس اور میرے دین میںمیری حراست فرما اور میرے سفر میں میری حفاظت فرما اور میرے اہل اور مال کی کمی پوری فرما اور جو رزق مجھ کو دیا ہے اس میں برکت عطافرما مجھے خود میرے نزدیک ذلیل بنادے اور مجھ کو لوگوں کی نگاہ میں صاحب عزت قرار دے اور جن وانس کے شر سے محفوظ رکھنا اورگنا ہوں کی وجہ سے مجھے رسوا نہ کرنا میرے اسرارکوبے نقاب نہ فرمانا اور میرے اعمال میںمجھے بتلا نہ کرنا اور جو نعمتیں دیدی ہیں انھیںواپس نہ لینا اور مجھ کو اپنے علاوہ کسی اور کے حوالہ نہ کرنا" اب ہم دعا اور دعا قبول ہونے کے درمیان رابطہ کو بیان کرتے ہیں ۔

دعا اوراستجابت دعاکے درمیان رابطہ

حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا ایک راز ہے جسکے ذریعہ ہم دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ کو کشف کرتے ہیں ، اور یہ سمجھتے ہیں کہ دعا رحمت کی کنجی کیسے ہے اور دعا سے اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے ۔ بیشك ہر دعا فقر کی طرف متوجہ ہونے کے درجہ کو مجسم کردیتی ہے اوراللہ کی طرف حاجت کے مرتبہ کو معین و مشخص کرتی ہے۔ انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرے گا اتنی ہی اس کی دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کی رحمت انسان سے بہت زیادہ

---

۱)دعاء عرفہ امام حسین علیہ السلام ۔)

قریب ہو جائیگی ۔ اللہ اپنی رحمت کے نازل کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا بلکہ اللہ کی رحمت بندوں کی سرشت و طینت کے اعتبار سے مختلف طریقوں سے نازل ہوتی ہے ۔

یہ تعجب خیز بات ہے کہ حاجت اور فقر، اور حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا یہ انسان کا ظرف ہے جسکے ذریعہ وہ اللہ کی رحمت کو حاصل کرتا ہے ۔ اور جتنا زیادہ انسان اپنے فقر کی طرف متوجہ اور اللہ کی بارگاہ میں دادو فریاد کرے گا اتنا ہی زیادہ اس کا ظرف اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے وسیع ہو جائیگا ۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق عطا کرتا ہے اور ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق ہی اللہ کی رحمت کو پاتا ہے اور جس کا ظرف زیادہ وسیع ہوگا اللہ کی رحمت کا حصہ بھی اس کے لئے اتنا ہی زیادہ ہوگا اب ہم دعا کو مختصر تین کلموں میں بیان کر تے ہیں :

۱۔ فقر کی ضرورت ۔

۲۔ فقر سے آگاہی ۔

۳۔ حاجت طلب کرنا، اس کو وسیع کرنا اور اللہ کے حضور میں پیش کرنا ۔ تیسرا کلمہ دوسرے کلمہ سے جدا ہے اور دوسرا کلمہ پہلے کلمہ سے جدا . بیشک ضرورت اور ہے اور ضرورت سے باخبر ہونا اور ہے ۔ کبھی انسان ہر چیز کا اللہ سے اظہار نہیں کرتا ۔

اور کبھی انسان ضرورت سے متعلق اللہ کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اچھا نہیں سمجھتا اور اللہ سے مانگنے، سوال کرنے اور دعا کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا ہے ۔

لیکن جب تک یہ تینوں کلمے ایک ساتہ جمع نہیں ہوں گے اس وقت تک دعا متحقق نہیں ہو سکتی ۔یہاں پر ضرورت، فلسفی اعتبار سے ہے صرف حادث ہونے کے اعتبار سے ضرورت نہیں ہے جیسے ایک عمارت کی تعمیر کے لئے انجینئر اور معماروں کی ضرورت ہوتی ہے عمارت حادث اور باقی رہنے کی محتاج ہے جس طرح جب تک بجلی کا سوئچ آن رہیگا اس وقت تک بلب روشن رہے گا اور جیسے ہی سوئچ آف ہو گا ویسے ہی بلب کی روشنی بھی ختم ہو جائیگی ۔

حدوث اور بقاء کے اعتبار سے انسان بھی اسی طرح اللہ کا محتاج ہے، انسان کا وجود، اسکا چلنا پھرنا اور اسکی زندگی سب اللہ سے مربوط ہیں ہر صورت میں ہر حال میں وہ اللہ کا محتاج ہے ۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿ یاایُّھَاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلیٰ اللهِ وَاللهُ ھُوَالْغَنِيُّ الْحَمید﴾ "(۱ انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے "

ضرورت اور فقر دونوں ہی سے انسان پر اسکے ظرف کے اعتبار سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ خواہ انسان ان دونوں کو اللہ کے حضور میں پیش کرے یا پیش نہ کرے لیکن ضرورت وفقر کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور اس سے کھل کر مانگنا اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے زیادہ قوی ہے۔

اب ہم فقر اور فقر کے اللہ کی رحمت سے رابطہ، فقر سے آگاہی اور اسکو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے اور اس سے آگاہی اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بعد کے متعلق گفتگو کرتے ہیں:

حاجت سے باخبر ہونے سے پہلے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے حاجت :

اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا حاجت کی ضرورت کے مطابق رحمت نازل کرتا ہے یہاں تک کہ اگرچہ حاجت سے باخبر ہونے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ ہو

---

۱)سورئہ فاطر آیت/۱۵۔)

اسکی مثال اس سوکھی زمین کے مانند ہے جو پانی کو جذب کرلیتی ہے اور چوس لیتی ہے۔

جس طرح اللہ سے غرور وتکبر کرنا اس سخت زمین کے مانند ہے جس پر پانی ڈالا جائے تو وہ اس کو اپنے سے دور کردیتی ہے۔یعنی اپنے اندر جذب نہیں کرتی ہے۔اسی طرح اللہ کی عبادت اور دعا نہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور ان کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

بیشک فقر اور رحمت کے درمیان تکوینی تعلق ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، اللہ سے فقر انسان کو اسکی رحمت سے قریب کرتا ہے اور اللہ کی رحمت ضرورت اور فقر کے مقامات کو تلاش کرتی ہے جس طرح بچہ کی کمزوری اور اسکی ضرورت کے درمیان مہربان ماں اور اسکی عطوفت کا رابطہ ہے ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو چاہتا ہے بچہ کی کمزوری، مہربان ماں کو تلاش کرتی ہے اور مہربان ماں اور اسکی رحمت و عطوفت دونوں بچہ کی کمزوریوں کو تلاش کرتی ہیں۔

بلکہ ممکنات کے دائرہ حدود میں ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے بچہ کی کمزوری کی رعایت کرنے میں ماں کی ضرورت بچہ کو مہربان ماں کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

اسی طرح عالم تعلیم دینے کی خاطر جاہل کو ڈھونڈھتا ہے جس طرح جاہل کچھ سیکھنے کی خاطر عالم کی تلاش میں رہتا ہے۔عالم کی جاہل کو تعلیم دینے کی ضرورت جاہل کی عالم سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔ حکیم مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہے اور مریضوں کا علاج کرنے کی خاطر وہ اپنی ڈگری کا اعلان کرتا ہے جس طرح مریض حکیم کی تلاش میں رہتا ہے حکیم کو مریض کی ضرورت مریض کو حکیم کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔ طاقتور، کمزور کی مدد کرنے کی تلاش میں رہتا ہے جس طرح کمزور اس تلاش میں رہتا ہے کہ طاقتور میری مدد کرے ،بیشک طاقتور کی کمزور کی مدد کرنے کی ضرورت ،کمزور کی طاقتور سے اپنی حمایت و مدد کی ضرورت سے کم نہیں ہے ۔

بیشک تمام چیزوں میں یہ اللہ کی سنت ہے۔

یہی حال اللہ کی رحمت اور بندوں کی ضرورت کا ہے جس طرح ضرورت و حاجت رحمت طلب کرتی ہے اسی طرح رحمت، فقر اورضرورت کی تلاش میں رہتی ہے اور خداوند سبحان حاجت و ضرورت سے منزہ ہے اور وہ محتاج نہیں ہے لیکن اللہ کی رحمت حاجت وضرورت کے مقامات کی تلاش میں رہتی ہے۔

بخل سے کام لینا اللہ کے شایان شان نہیں ہے اوراس کی رحمت کے مرتبوں میں اختلاف بندے کی ضرورت وحاجت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

زمین سے اگنے والے دانہ کو گرمی، روشنی، پانی اور ہوا کی ضرورت ہے تو اللہنے اسکے لئے حرارت ،نور، پانی اور ہوا کی مقدار معین فرمائی لیکن تکوین کی زبان میں اس حاجت و ضرورت کو طلب اور سوال کہا جاتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿ یَسالُهُ مَن فِی السَّ مٰواتِ وَالاَرضْ ِ کُلَّ یَومْ ٍ هُوَ فِی شَان﴾[۱]

"آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی سے سوال کرتے ہیں اور وہ ہر روز ایک نئی شان والا ہے "

بیشک جب شیر خوار بچہ کو سخت پیاس لگتی ہے اور وہ بذات خود کسی چیز کے ذریعہ اسکا اظہار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو خداوندعالم نے اسکو رونے اور چیخنے کی تعلیم دی اور اسکے ماں باپ کے دل کو اس کے لئے مہربان کردیا تاکہ وہ اس کی دیکھ بھال کریں اور اس کو سیراب کریں۔

---

۱)سورئہ رحمن آیت/ ۲۹۔)

شیر خوار بچہ کی بھوک وپیاس اللہ کی رحمت اور اسکی مہربانی کو بغیر کسی طلب و دعا کے نازل کرتی ہیں۔مریض جب اپنے دردوالم کا احساس کرتا ہے تو اسکے ذریعہ بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب ہم اللہ کی معصیت و نافرمانی کرتے ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو ہم اللہ سے اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی بخشش و مغفرت اپنے سوال اور دعا کے ذریعہ چاہتے ہیں اور کبھی کبھی بغیر سوال اور دعا کے بھی مغفرت حاصل ہو جاتی ہے،جب بندہ اپنے مولا کی سرکشی نہ کرے ، قسی القلب نہ ہو اور رحمت خدا سے دور نہ کیا گیا ہوخداوند عالم ارشاد فرماتا ہے :

﴿ قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لاَتَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾[1]

"پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندوجنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے "

کتنے ایسے بھوکے فقیر ہیں جن کو خداوند عالم بغیر سوال اور دعا کے رزق عطا کرتا ہے۔

کتنے ایسے مجبور و ناچار ہیں جو سمندر کی لہروں میں آجاتے ہیں یا غرق ہونے والے ہوتے ہیں یا تلوار کی دھار کے نیچے آجاتے ہیں یا آگ کے اندر گھر جاتے ہیں اور بغیر سوال ودعا کے خدا ان کو بچالیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔کتنے ایسے پیاسے ہیں جواپنی جان دینے کے قریب ہوتے ہیں لیکن اللہ کی رحمت بغیر کسی سوال و طلب کے ان کو موت سے نجات دیتی ہے۔

۔ ۱)سورۂ زمرآیت ۵۳)

کتنے ایسے انسان ہیں جن کو خطروں کا سامنا کرنا پڑا اور وہ خطروں سے دو کمان کے فاصلہ پر تھے جبکہ ان کو کبھی معلوم تھا اور کبھی نہیں معلوم تھا اس وقت خداوند عالم کی پردہ پوشی نے آکر ان کو نجات دی ۔

کتنے ایسے انسان ہیں جن پر زندگی کے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم ان کے لئے ہزار راستے کھول دیتا ہے اور یہ سب کچھ بغیر کسی سوال و دعا اور طلب کے ہوتا ہے۔

کتنے ایسے شیر خوار بچے ہیں جن کے شامل حال خداوند عالم کی رحمت (ہوتی ہے جبکہ وہ اللہ سے نہ کوئی سوال کرتے ہیں اور نہ دعا کرتے ہیں ۔(۱ دعاء افتتاح میں وارد ہوا ہے:

فکم یاالٰھي من کربة قدفرّجتھا،وھموم قدکشفتھا،وعثرة قداقلتھا، ورحمةقدنشرتھاوحلقةبلاء قدفککتھا

"اے میرے خداتو نے کتنے ہی غموں کو دور کیا ہے کتنے ہی مصیبتوں کو ختم کیا ہے اور کتنی ہی لغزشوں کو معاف کر دیا ہے اور رحمت کو پھیلا دیا ہے اور بلاؤں کی زنجیروں کو کھول دیا ہے" ایام رجب کی دعاوں میں وارد ہوا ہے:

---

۱)اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ زلزلہ میں عمارتوں کے نیچے نہیں مرتے یا آگ لگنے کی) صورت میں نہیں جلتے ، سمندروں کی گہرائیوں میں نہیں مرتے ،کوئی انسان بیماری اور درد سے نہیں مرتا ،کوئی شیر خوار بچہ نہیں مرتا چنانچہ خدا وند عالم نے اپنی رحمت و حکمت کی وجہ سے اس کائنات کو بھر دیا ہے تو جب حکمت الٰہی انسان یا حیوان یا نباتات میں کسی اہم چیز کے وقوع کا تقاضا کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم خداوند عالم کے فضل اور صفات حسنیٰ کے دوسرے رخ یعنی رحمت کا انکار کر دیں ۔کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بلا اور پریشانی میں حکمت اور روش خدا کے تابع ہوتے ہیں وہ آسانی اور مشکل نیز زندگی کے سخت لمحات میں رحمت الٰہی کا احساس نہیں کرتے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کے سخت اضطراری لمحات میں خدا وند عالم کی رحمت واسعہ سے آشنا نہیں ہوتے ہیں۔

يامن يعطي مَن ساله،يامَن يعطي مَن لم يساله ومَن لم يعرفه تحننا منه ورحمة

"اے وہ خدا جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال کرتا ہے اے وہ جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال نہ کرے اور جو اس کو نہ پہچانے اپنی رحمت و لطف سے مجھ کو عطا کر "

اور مناجات رجبیہ میں آیا ہے:

ولکن عفوک قبل عملنا

"اور لیکن تیرا عفو ہمارے عمل سے پہلے سے ہے " بیشك اللہ کی بخشش کو ہمارے گناہوں کی ضرورت ہے۔

حاجت اور فقر کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں ایک مشہور و معروف رومی عارف کے اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں:

رومی عارف کا کہنا ہے:پانی نہ مانگو اور اتنی پیاس مانگو کہ تمہارے چاروں طرف پانی کے چشمے پھوٹ جائیں۔

اللہ کی رحمت اور اللہ کے بندوں کی حاجت و ضرورت کے مابین رابطہ کی طرف حضرت علی علیہ السلام کی مناجات میں اشارہ کیا گیا ہے:

مولیی یامولاي،انت المولیٰ واناالعبد،وهل یرحم العبدَ اِلّاالْمَوْلیٰ؟ مَولَايَ يَامَولَايَ اَنتَ المَالِكُ وَاَنَاالْمَملُوكُ وَهَل يَرحَمُ المَملُوكَ اِلّا المَالِكُ؟ مولَايَ يامولَايَ انتَ العَزِيزُ وَاَنَا الذَّلِيلُ وَهَل يَرحَمُ الذَّلِيلَ اِلّاالعَزِيزُ؟ مَولَايَ يَامَولَايَ اَنتَ الخَالِقُ وَاَنَاالْمَخلُوقُ وَهَل يَرحَمُ المَخلُوقُ اِلّا الخَالِقُ؟ مَولَايَ يَامَولَايُ اَنتَ القَوِيُّ وَاَنَاالضَّعِيفُ وَهَل يَرحَمُ الضَّعِيفَ اِلّاالقَوِيُ؟ مَولَايَ يَامَولَايَ اَنتَ الغَنِيُّ وَاَنَاالفَقِيرُوَهَل يَرحَمُ الفَقِيرَ اِلّاالغَنِي ؟ مَولَايَ يَامَولَايَ اَنتَ المُعطِي وَاَنَاالسَّائِلُ وَهَل يَرحَمُ السَّائِلَ اِلّاالمُعطِي؟ مولَايَ يامولَايَ اَنتَ الحَيُّ وَاَنَاالْمَيِّتُ وَهَل يَرحَمُ المَيِّتَ اِلّاالحَيُّ؟

"اے میرے مولا اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں بندہ ہوں اور بندے پر مولا کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں اور مملوک پر مالک کے سوا کون رحم کرے گا ؟

مولا اے میرے مولا تو عزت و اقتدار والا ہے اور میں ذلت و رسوائی والا اور ذلیل پر عزت والے کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے سوا کون رحم کرے گا ؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر سوائے عظیم کے کون رحم کرے گا ؟

مولا اے میرے مولا تو طاقتور ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علا وہ اور کون رحم کرے گا ؟

مولا اے میرے مولا تو مالدار ہے اور میں محتاج ہوں اور محتاج پر مالدار کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ؟

مولا اے میرے مولا تو عطا کرنے والا ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر سوائے عطا کرنے والے کے اور کون رحم کرے گا ؟ میرے مولا اے میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں اور مردہ پر سوائے زندہ کے اور کون رحم کرے گا ؟

ضرورت سے پہلے دعا کرنا

جس حاجت و فقر کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے اور اس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے ، اس سے دعا کرتا ہے اور اس سے طلب کرتا ہے (وہ فقر کی طرف متوجہ ہونے کے بعد دعا کرنا ہے)۔

ضرورت سے باخبر ہونے اور طلب سے متصل ضرورت کے ذریعہ اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے اس حاجت و ضرورت کی نسبت جو دعا سے متصل نہیں ہوتی ہے ۔

دونوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے لیکن حاجت جب طلب اور دعا سے متصل ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت کو زیادہ جذب کرتی ہے اور اللہ کی رحمت غیر کی نسبت اس کو زیادہ جواب دیتی ہے۔ اور اسی حاجت کی طرف سورہ نمل کی اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے:

(﴿ امَّنُ يُجِيبُ الْمُضطَرَّاذَادَعَاهُ وَيَكشِفُ السُّوءَ﴾(۱ "بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی آواز کو سنتا ہے جب وہ آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

آیہ کریمہ میں دو باتوپر زیادہ توجہ دی گئی ہے اضطرار اور دعا (الْمُضطَرَّاذَادَعَاهُ﴾ (۲)

اور ان دو نویعنی اضطرار اور دعامیں سے ہر ایک رحمت کو جذب کرتا ہے جب اضطرار اور

---

۱)سورۂ نمل آیت / ۶۲۔)

۲)سورۂ نمل آیت / ۶۲۔)

دعا دونوں جمع ہو جائیں تو رحمت کا نازل ہونا ضروری ہے ۔ اسلام میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا اور سوال کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کی رحمت کو حاصل کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرنے اور اس کے سامنے اپنی حاجت کی تشریح کرنے پربھی زور دیا گیا ہے ۔

اسلامی نصوص میں حاجت برآوری کو دعا سے مربوط قرار دیا گیا ہے: (﴿ وَقَالَ رَبّکم اُدعُونِي اَستَجِب لَکُم﴾ [۱]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرومیں قبول کرونگا" اور قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے بندے کی قدر و قیمت اس بندے کی دعا کے ذریعہ ہی ہے :

(﴿ قُل مَایَعبَؤابِکُم رَبِّي لَولْادُعَاؤکُم﴾ [۲]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا "

قرآن کریم نے تو اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر کوئی دعا سے منحرف ہوتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت کرنے سے اکڑنے والا قرار دیا جاتا ہے : ﴿ اُدعُوني اَستَجِب لَکُم اِنَّ الَّذِینَ یَستَکبِرُونَ عَن عِبَادَتِي سَیَدخُلُونَ جَهَنَّم دَاخِرِینَ﴾

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اوریقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے "

---

۱)سورئہ مومن آیت/ ۶۰ ۔)

۲)سورئہ فرقان آیت/ ۷۷ ۔)

۳)سورئہ مومن آیت/ ۶۰ ۔)

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین اب ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حاجت و ضرورت دعا کے ساتہ ہو تی ہے تو رحمت کے نزول میںتیزی کیسے آجاتی ہے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی شدت اور اس پر زیادہ زور دینے کی کیا وجہ ہے ؟ در حقیقت ہم نے اس فصل کا آغاز اسی سوال کا جواب دینے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی تحلیل کر نے کے لئے کیا ہے ۔

اس سوال کا جواب یہ ہے : دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین قوانین ہیں:

۱۔اللہ کی رحمت اور فقر و حاجت کے درمیان رابطہ ؛ ہم اس قانون کو پہلے وضاحت کے ساتہ بیان کرچکے ہیں لہذا اب اس کو دوبارہ نہیں دُہرائیں گے اور دعا کی ہر حالت، حاجت اور فقر میں اللہ کی رحمت کی متضمن ہوتی ہے اور یہ اللہ کی رحمتوں کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے ۔

۲۔فقر اور حاجت میں اللہ کی رحمت سے آگاہ ہوجانے کے بعد رابطہ۔ آگاہ ہوجانے کے بعد ضرورت اور آگاہ ہو نے سے پہلے ضرورت کے مابین فرق ہے ۔

ان میں سے ہر ایک حاجت و ضرورت ہے اور ہر ایک سے اللہ کی رحمت مجذوب ہوتی ہے اور نازل ہوتی ہے لیکن ان میں سے ایک با خبر ہونے سے پہلے اور ایک فقر و حاجت سے با خبر ہو جانے کے بعد ہے ۔

جس حاجت وضرورت سے انسان با خبر نہیں ہوتا اس میں وہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور وہ اپنی حاجتوںکو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی تو وہ اللہ کو پہچانتا بہی نہیں۔

لیکن فقر وضرورت سے آگاہ انسان اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو اللہ بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور یہ با خبر ہونا ہی اس کے اللہ سے محتاجی کو تاریکی سے نکال کر با خبر ہونے تک پہنچادیتا ہے حالانکہ حاجت و ضرورت سے ناسمجہ و بے خبر انسان تاریکی میںگھر جاتا ہے اور وہ اس کو سمجہ بہی نہیں پاتا ۔

لیکن وہ فقیر و محتاج جو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل چاہتا ہے حالانکہ اپنی ضرورتوں سے ناآگاہ فقیر اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیںکرتا ہے

گویا حاجتوں سے باخبر انسان حاجت وضرورت کی حالت سے صحیح معنوں میں دو چار ہوتا ہے اور ضرورت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کے لئے نفس وسیع ہوگا اور ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت کے خزانوںمیں نہ بخل ہے اور نہ مجبوری ۔ہاں اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کے لئے لوگوں کے ظروف مختلف ہوتے ہیں ۔جس انسان کا ظرف بہت زیادہ بڑا ہوگا اللہ کی رحمت میں اس کا حصہ اتنا ہی زیادہ ہوگا اور ظرف سے مرادیہاں پر ضرورت ہے یعنی جس ضرورت کی کوئی اہمیت ہو اور انسان اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے ۔

ایک خطاکار مجرم کے لئے جب سولی کا حکم صادر کیا جاتا ہے تو وہ اس سے باخبر ہوتا ہے ۔وہ عوام الناس اور حکام کے دلوں کواپنی طرف اس جرم سے زیادہ معطوف کرتا ہے جو اپنے لئے سولی کا حکم نافذکرانا چاہتا ہے اور اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے کہاں جانا ہے ۔ سولی کا حکم صادر ہونے کے متعلق دونوں برابر کا علم رکھتے ہیں۔ہاں وہ مجرم جواپنے جرم کا معترف اور اپنی سزاسے واقف ہے وہ دوسروں کے مقابلہ میں لوگوں سے زیادہ رحمت کا خواستگار ہوتا ہے کیونکہ ایسا شخص جرم اور سزا کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے جبکہ دوسرے افراد جرم اور سزا کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتے ۔

بارگاہ خدامیں احساس نیازمندی کی علامتیں

باخبر ضرورت کو دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میںپیش کرنے کی چند نشانیاں اور علامتیں ہیں۔جتنا زیادہ انسان اپنی ضرورتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اتنا ہی یہ نشانیاں اسکی دعاؤں میں واضح ہوتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے اہم نشانیاں :دعامیں خشوع، خضوع، رونا گڑگڑانا ، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اپنی مجبوری کا اظہار کرنا ہیں۔

اسلامی نصوص میں دعاؤں میں ان تمام حالتوں اور نشانیوں پر زور دیا گیا ہے، اور دعاء کی قبولیت میں ان باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

حقیقت میں یہ علامتیں دعا میں دوسرے اور تیسرے سبب پر توجہ دینے کو کشف کرتی ہیں۔وہ دونوں سبب ضرورتوں کی اطلاع ہونااور سوال کرنا ہے اور جتنا ہی انسان دعامیں خضوع وخشوع کرے گا اتنی ہی اسکی طلب وچاہت میں شدّت ہوگی اور انسان اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔

ان حالتومیں دعا قبول ہونے کے یہی دو اسباب ہیں ان حالات اور ان کی طرف رغبت کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے جن میں سے کچھ اسباب کو ہم ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

(خداوند عالم کا ارشاد ہے: ۱: ﴿ تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً ﴾ (۱)

"جیسے تم گڑگڑا کر اور خفیہ طریقہ سے آواز دیتے ہو"

(۲: ﴿ وَادْعُوْهُ خَوْفاًوَطَمَعاًاِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (۲)

"اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبان حسن عمل سے قریب تر ہے"

تضرّع اورخوف یہ دونوں حالتیں انسان کو اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنے کے بارے میں زور دیتی ہیں۔

اور طمع وہ حالت ہے جو انسان کو اس چیز کی رغبت دلاتی ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے بندہ اس کو حاصل کرے۔

خفیہ(رازدارانہ)طور پر دعا کرنا انسان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضری دینے پر آمادہ کرتا ہے

۳۔﴿ وَذَاالنُّوْنِ اِذْذَهَبَ مُغَاضِباًفَظَنَّ اَن لَّن نَقْدِرَعَلَيْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَن لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَالَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُوْمِنِيْنَ ﴾ (۳)

---

۱)سورہ انعام آیت ۶۳۔)

۲)سورۂ اعراف آیت/ ۵۶۔)

۳)سورہ انبیاء آیت ۸۷۔ ۸۸۔)

"اوریونس کو یاد کرو جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار تیرے علا وہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا ۔ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انہیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

اس آیت میں بندہ کی طرف سے خداوند عالم کی بارگاہ میں ظلم کا اعتراف اور اقرار ہے :

(﴿ سُبحٰنَکَ اِنِّی کُنتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ﴾ ۔ [۱]

"پروردگار تیرے علا وہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا"

ظلم کا اقرار کرنا ظلم سے با خبر ہونا ہے اور اس سے گناہگار انسان اپنے نفس میں استغفار کا بہت زیادہ احساس کرتا ہے اور جتنا ہی انسان اپنے ظلم اور گناہ سے با خبر ہو گا اتنا ہی وہ اللہ سے استغفار کرنے کے لئے زیادہ مضطر و بے چین ہو گا ۔

(۴: ﴿ وَیَدعُونَنَارَغَباًوَرَهباًوَکَانُوالَنَا خَاشِعِینَ﴾ [۲]

"اور رغبت اور خوف کے عالم میں ہم کو پکارنے والے تھے " رغبت ، خوف اور خشوع وہ نفسانی حالات ہیں جو اپنی حاجتوں سے با خبر انسان کو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہیں ۔ انسان اللہ کے عذاب سے خوف کھاتا ہے اور اللہ کے رزق اور ثواب سے اس کو رغبت ہوتی ہے ۔

(۵: ﴿ اَمَن یُّجِیبُ الْمُضطَرَّاِذَادَعَاهُ وَ یَکشِفُ السُّوءَ﴾ [۳]

---

۱)سورۂ انبیاء آیت ۸۷ ۔)

۲)سورہ انبیاء آیت ۹۰ ۔)

۳)سورۂ نمل آیت ۶۲ ۔)

اضطرار وہ نفسانی حالت ہے جو انسان کے اپنی حاجتیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہے اور انسان کا اپنی ضرورتوں سے باخبر ہونا اللہ کے علاوہ دوسرے تمام وسیلوں سے دور کرتا ہے (یعنی صرف اللہ ہی نجات دے سکتا ہے)۔ (۶۔: ﴿یَدعُونَ رَبَّهُم خَوفاًوَطَمَعاً﴾[1]

"اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع کی بنیاد پر پکارتے رہتے ہیں" اپنی حاجتوں سے باخبر انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی مجبوری و لاچاری کا اظہار کرے گا خداوند عالم اسی سوال اور حاجت کے مطابق اس کو عطا کرے گا خداوند عالم کا ارشاد ہے:

(﴿وَادعُوهُ خَوفاًوَطَمَعاًاِنّ رَحمَةَ اللّٰهِ قَرِیبٌ مِنَ المُحسِنِینَ﴾(۲ "اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امید وار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبان حسن عمل سے قریب تر ہے"

اللہ کی رحمت بندے سے اتنی ہی قریب ہوگی جتنا وہ اپنے نفس میں اللہ کے عذاب سے خوف کھائے گا اور اللہ کے احسان کی طمع کرے گا۔ انسان کے نفس میں جتنا زیادہ خوف ہوگا اتنی ہی اس کے نفس میں تڑپ پیدا ہوگی، اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا استجابت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کے رزق و ثواب کے لئے جتنی طمع انسان کے اندر ہوگی تو اتنی ہی زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا قبول ہونے کے نزدیک ہوگی۔ ۳۔دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ اور یہ بالکل واضح و روشن قانون ہے جس کو انسان

---

۱)سورۂ سجدہ آیت / ۱۶۔)

۲)سورۂ اعراف آیت ۵۵۔)

بذات خود فطری طور پر سمجھ سکتا ہے اور آیہ کریمہ اسی چیز کو بیان کرتی ہے: (﴿ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾[1]

بیشک ہر دعا قبول ہوتی ہے اور خداوند عالم اس فرمان کا یہی مطلب ہے: ﴿ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ اور یہ فطری و واضح قانون ہے جس کو انسان کی فطرت تسلیم کرتی ہے اور یہ عام قانون ہے لیکن اگر کوئی دعا قبول ہونے کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

دوطرح کی چیزیں دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہیں: ۱۔ مسئول عنہ جس سے سوال کیا جائے اس کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

۲۔ سائل (سوال کرنے والے) کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ مسئول (جس سے سوال کیا جائے) کی طرف سے آڑے آنے والی رکاوٹیں جیسے دعا قبول کرنے سے عاجز ہوجائے، دعا قبول کرنے میں بخل کرنے لگے۔

کبھی بذات خود سائل کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں جیسے دعا قبول کرنا بندہ کے مفاد میں نہ ہو اور بندہ اس سے جاہل ہو اور اللہ اسکو جانتا ہے۔ پہلی قسم کی رکاوٹیں اللہ کی سلطنت کے شایان شان نہیں ہیں چونکہ خداوند عالم بادشاہ مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے فوت ہوتی ہے، نہ ہی کوئی چیز اسکی سلطنت و قدرت سے باہر ہوسکتی ہے، نہ ہی اسکے جودوکرم کی کوئی انتہا ہے، نہ اسکے خزانہ میں کوئی کمی آتی ہے اور کثرت عطا اس کے جودوکرم سے ہی ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دعا کے قبول ہونے میں پہلی قسم کی رکاوٹوں کے تصور کرنے کا امکان ہی نہیں ہے۔

---

۱) سورۂ مومن آیت / ۶۰۔)

لیکن سائل کی طرف سے دعا قبول نہ ہونے دینے والی رکاوٹوں کا امکان پایا جاتا ہے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند عالم بہت سے بندوں کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے لیکن وہ ایسا اپنے عاجز ہوجانے یا بخیل ہوجانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے علم کی بناء پر یہ جانتا ہے کہ اس بندے کے لئے دعا کا دیر سے قبول کرنا بہتر ہے اور سب اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس صورت میں دعا کا قبول ہونا بندے کے لئے مضر ہے اور خدا بندے کی دعا قبول نہیں کرتا لیکن اس دعا کے بدلہ میں اسکو دنیا میںبہت زیادہ خیر عطا کردیتا ہے اور اسکے گناہوں کو بخش دیتا ہے یا اسکے درجات بلند کردیتا ہے۔یا اسکو یہ سب چیزیںعطا کردیتا ہے۔ پہلے ہم پہلی قسم کے موانع سے متعلق بحث کریں گے،اسکے بعد
دوسری قسم کے موانع کے سلسلہ میں بحث کریں اسکے بعد دعا اور اجابت کے درمیا ن رابطہ کے سلسلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

پہلی قسم کے موانع دعا

پہلی قسم کے موانع (رکاوٹوں)کا کوئی وجود ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم اللہ کی سلطنت کے متعلق عرض کرچکے ہیں کہ خدا کی سلطنت مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہوتا، کوئی چیز اس سے چھوٹ نہیں سکتی، اسکی سلطنت اور قدرت کی کوئی حد نہیں ہے، کائنات میں ہر چیز اسکی سلطنت اور قدرت کے لئے خاضع ہے اور جب وہ کہہ دیتا ہے تو کوئی چیز اسکے ارادے اور امر سے سر پیچی نہیں کرسکتی ہے:

(﴿ وَإِذَاقَضَ ىٰ اَمرْاً فَاِنَّمَايَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ (۱ "اور جب کسی امر کا فیصلہ کرلیتا ہے تو صرف کن کہتا ہے اور وہ چیز

ہو جا

تی ہے"

(﴿ اِنَّمَاقَولُنَالِشَيءٍ اِذَااَرَدنَاهُ اَن نَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾(۲)

---

۱)سورئہ بقرہ آیت ۱۱۷ ۔)

۲)سورئہ نحل آیت ۴۰ ۔)

"ہم جس چیز کا ارادہ کرلیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے "

(﴿ اِنَّمَاَامرُہُ اِذَااَرَادَ شَیئْاًاَن یَقُولَ لَہُ کُن فَیَکُونُ ﴾[۱]

"اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شئ کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کرلے کہ ہو جا اور وہ شئ ہو جاتی ہے "

کائنات میں کوئی بھی چیز اسکی سلطنت اور قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی ہے:

(﴿ وَالاَرضُ جَمِیعْاًقَبضتُہُ یَومَ القِیَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطوِیَّاتٌ بِیَمِینِہِ ﴾[۲]

"جبکہ روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے "

(﴿ اِنَّ اللھَعَلیٰ کُلِّ شَيءٍ قَدِیرٌ ﴾[۳]" اور یقیناً اللہ ہر شی پر قدرت رکھنے والا ہے "

خداوند عالم کا امر (حکم) کسی چیز پر موقوف نہیں ہے، نہ ہی کسی چیز پر متعلق ہے۔

(﴿ وَمَااَمرُالسَّاعَةِ اِلَّاکَلَمحِ البَصَرِاَوہُوَاَقرَبُ اِنَّ اللھَعَلیٰ کُلِّ شَيءٍ قَدِیرٌ ﴾[۴]

"اور قیامت کا حکم تو صرف ایک پلک جھپکنے کے برابر یا اس سے بھی قریب تر ہے اور یقیناً اللہ ہر شی پر قدرت رکھنے والا ہے " یہ آیت خداوند عالم کی سلطنت و قدرت کے وسیع ہونے اور اسکے حکم اور امر کے نافذ ہونے کو بیان کرتی ہے۔

---

۱)سورئہ یس آیت / ۸۲ ۔)

۲)سورئہ زمر آیت / ۶۷ ۔)

۳)سورئہ آل عمران آیت / ۱۶۵ ۔)

۴)سورئہ نحل آیت ۷۷ ۔)

بخل اسکی ساحت کبریائی کے شایان شان نہیں ہے خداوند عالم ایسا جواد و سخی ہے جسکی سخاوت اور کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔

(﴿ رَبَّنَاوَسِعتَ كُلَّ شيٍ ءٍ رَحمْ ةً وَعِلمْاً﴾[۱]

"خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شی پر محیط ہے "

(﴿ فَاِن كَذَّبُوكْ فقُل رَّبُّكم ذُورْ حمْ ةٍوَاسِعةٍ﴾[۲]

"پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے "

خداوند عالم کی عطا و بخشش دائمی ہے منقطع ہونے والی نہیں ہے ۔

(﴿كَلاًّ نُمِدُّ ھٰو لاَءِ وَ ھٰولَاءِ مِن عَطَاءِ رَبِّکَ وَمَاكَانَ عَطَاءُ رَبِّکَ محَظْ وراً﴾[۳]

"ہم آپ کے پروردگار کی عطا و بخشش سے اِن کی اور اُن کی سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے "

(﴿ وَاَمَّاالَّذِينْ سُعِدُواْفَفِى الجْ نَّةِ عَطَاءً غَيرْ مجَذْ ُوذٍ﴾[۴]

"اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے ۔۔۔یہ خدا کی ایک عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے "

جب خداوند عالم رحمت نازل کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی ہے:

﴿ مَايَفتْ حِ اللهُلِلنَّاسِ مِن رَّحمْ ةٍ فَلَامُ مسِ کَ لَهَاوَمَايُمسِ ک فَلاَمُرسِ لَ لَهُ مِن بَعدْ ِهِ﴾[۵]

۔ ۱)سورئہ غافر آیت ۷۔)

۲)سورئہ انعام آیت ۱۴۷ ۔)

۳)سورئہ اسراء آیت ۲۰ ۔)

۴)سورئہ ہود آیت ۱۰۸ ۔)

۵)سورئہ فاطر آیت / ۲۔)

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے" اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے:

(﴿ وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّ مٰاوَاتِ وَالْأَرضِ﴾)[1]

"حالانکہ آسمان وزمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے لئے ہیں" (﴿ وَاِن مِن شَیءٍ اِلَّاعِندَنَاخَزَائِنُہُ وَمَانُنَزِّلُہُ اِلَّابِقَدَرٍمَعلُومٍ﴾)[2]

"اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم ہر شے کو ایک معین مقدار میں ہی نازل کرتے ہیں"

خداوند عالم جو رزق اپنے بندوں کو عطا کردیتا ہے اس سے اللہ کی رحمت کے خزانے ختم نہیں ہوتے وہ اپنے جودوکرم سے زیادہ عطا نہیں کرتا۔

دعاافتتاح میں آیا ہے:

اَلْحَمدُلِلّٰہِالفَاشِي فِی الخَلقِ اَمرُہُ وَحَمدُہُالبَاسِطِ بِالجُودِ یَدَہُ الَّذِي لَا تَنقُصُ خَزَائِنُہُ وَلَاتَزِیدُہُ کَثرَۃُالعَطَاءِ اِلَّا جُوداً وَکَرَماً

"حمد اس خدا کے لئے ہے جس کا امر اور حمد مخلوق میں نافذ ہے ۔۔۔اور جس کا ہاتھ بخشش کے لئے کشادہ ہے جس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عطا کی کثرت اس میں سوائے جود وکرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی" علامہ شریف رضی کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن سے یہ وصیت فرمائی:

---

۱)سورئہ منافقون آیت ۷۔)

۲)سورئہ حجر آیت ۲۱۔)

إعلمْ انّ الذي بيده خزائن السماوات والارض قد اذن لک في الدعاء وتکفّل لک بالاجابة،وامرک انْ تساله ليعطيک،وتسترحمه ليرحمک،ولم يجعل بينک وبينه من يحجبک عنه،ولم يلجئک الى مَن يشفع لک اليه،ولم يمنعک ان اسات من التوبة،ولم يعاجلک بالنقمة،ولم يفضحک حيث الفضيحة،ولم يشددعليک فی قبول الانابة،ولم يناقشک بالجريمة،ولم يويسک من الرحمة،بل جعل نزوعک عن الذنب حسنة،وحسب سيئتک واحدة،وحسب حسنتک عشرا،وفتح لک باب المتاب وب الاستعتاب

فاذاناديته سمع نداء ک واذا ناجيته علم نجواک،فافضيت اليه بحاجتک،وابثثته ذات نفسک،وشکوت اليه هومک،واستکشفته کروبک، واستعنته علی امورک،وسالته من خزائن رحمته مالايقدرعلی اعطائهاغيره،من زيادة الاعماروصحة الابدان، وسعة الارزاق

ثم جعل في يدک مفاتيح خزائنه بما اذن لک فيه من مسالته،فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب النعمة،واستمطرت شآبيب رحمته،فلا يقنطنّک ابطاء اجابته،فان (العطيه علی قدر النيه [1]

"جان لو !جس کے قبضہ قدرت میں آسمان و زمین کے خزانے ہیں اس نے تمہیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے ،اور قبول کرنے کی ذمہ داری لی ہے اور تم کو مانگنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ دے ،اس سے رحم کی درخواست کروتاکہ وہ تم پر رحم کرے ،اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان نہیں کھڑے کئے جو تمہیں روکتے ہوں ،نہ تمہیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں

۔ ۱)نہج البلاغہ ،قسم الرسائل والکتب ،الکتاب: ۳۱ ۔)

سفارش کے لئے لاؤ تب ہی کام لو اور تم نے گناہ کئے ہوں، اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ اس نے تمہیں ایسے موقعوں پر رسوا کیا جہاں تمہیں رسوا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ ہی اس نے توبہ قبول کرنے میں (سخت شرطیں لگا کر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے نہ ہی گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی ایک ہو تو اسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اسے دس نیکیوں کے برابر قرار دیا ہے اس نے توبہ کے دروازہ کھول رکھا ہے۔

جب بھی تم اس کو پکارتے ہو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو تو وہ جان لیتا ہے، تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو، اور اسی کے سامنے دل کے راز و بھید کھولتے ہو، اسی سے اپنے دکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد کے خواستگار ہو اور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت۔

اور اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوںکو کھولنے والی کنجیاں دیدی ہیں اس طرح کے تمہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا اس طرح جب تم چاہو اس کی رحمت کے دروازوں کو کھلوالو، اس کی رحمت کے جھالوں کو برسالو، ہاں بعض اوقات اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاو اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے"

اور حدیث قدسی میں آیا ہے:

یاعبادي کلکم ضال الّامَن هديته،فاسالوني الهدى اهدكم وكلكم فقيرالامَن اغنيته ،فاسالوني الغنیٰ ارزقكم وكلكم مُذْنِب اِلَّا مَنْ عَافَيْتَهُ،فَاسْالُوْنِيْ الْمَغْفِرَة اغفرلكمولوانّ اولكم وآخركم وحيّكم وميتكم اجتمعوافيتمنیّ كل واحد مابلغت امنيته، فاعطيته لم يتبين ذلك فی ملكي فاذااردت شيئافانّما اقول له كن فيكون [1]

"بندو تم سب بہکے ہوئے ہو مگر جس کو میں راستہ دکھادوں لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کروتاکہ میں تمہاری ہدایت کردوں اور تم سب فقیر ہو مگر جس کو میں بے نیاز کردوں لہٰذا مجھ سے بے نیازی طلب کروتاکہ میں تم کو روزی عطا کروں تم سب گنا ہگار ہو مگر جس کو میں عافیت عطا کروں لہٰذا مجھ سے بخشش طلب کروتاکہ میں تمہیں بخش دوں اگر تمہارا پہلا، آخری، زندہ، مردہ سب اکٹھے ہو کر مجھ سے اپنی مرادیں مانگیں اور میں ان کی مرادیں پوری کردوں تو اس سے میری حکومت کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اس لئے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو میں اس سے کہتا ہوں ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے"

موانع (رکاوٹوں) کی دوسری قسم

دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے دوسری قسم کے موانع بہت زیادہ ہیں۔

کبھی کبھی دعا کا قبول ہونا سائل کے لئے مضر ہوتا ہے لیکن سائل کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے اور اللہ اس کے حق میں اس دعا کے مفید یا مضر ہونے سے واقف ہے۔

کبھی کبھی دعا کا جلدی قبول ہونا بھی مضر ہوتا ہے اور خداوندعالم جانتا ہے کہ بندہ کے لئے اس دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرنا اس کے حق میںبہتر اور بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ لہٰذا خداوندعالم اس کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔

جیساکہ ہم دعا افتتاح میں پڑھتے ہیں:

فَصِرتْ اَدعْوکَ مٰاِناًوَاسالُکَ مُستَانِساًلاٰخَائِفاًوَلَاوَجِلاً مُدِلّاً عَلَیکَ فِیمْاَقصَدتْ فِیهِ اِلَیکَ فَاِ ن اَبطْاَعَنِّي عَتَبتْ بِجَهلِي عَلَیکَ وَلَعَلَّ الَّذِی اَبطْاَعَنِّي هُوَخَیرْلِي لِعِلمِکَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُورِ

---

1) تفسیر امام ۱۹ ۔ ۲۰، بحار الانوار جلد ۹۲ صفحہ ۲۹۳۔

"تو میں مطمئن ہو کر تجہ کو پکارنے لگا اور انس و رغبت کے ساتہ بلا خوف و خطر اور ہیبت کے تجہ سے سوال کرتا ہوں جس کا بہی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو میں نے جہالت سے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے"

کبھی خداوند عالم بندے کی دعا قبول کرنے میں اس لئے تاخیر کرتا ہے تاکہ وہ مسلسل اللہ کے سامنے گریہ و زاری کرتا رہے کیونکہ خداوند عالم اپنے سامنے بندے کے گریہ و زاری کرنے کو پسند کرتا ہے، حدیث قدسی میں آیا ہے: یاموسیٰ انی لست بغافل عن خلقی ولکن احّ ان تسمع ملا ئکتی ضجیج الدعاء من عبادی [1]

"اے موسیٰ میں اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوں لیکن میں یہ دوست رکہتا ہوں کہ میرے ملائکہ میرے بندوں کی گڑگڑاکر دعا کرنے کی آواز کو سنتے رہیں"

امام جعفر صاق علیہ السلام سے مروی ہے: ان العبد لیدعوفیقول اللہ عزّوجل للملکین قداستجبت لہ،ولکن احسبوہ بحاجتہ فانی احبّ ان اسمع صوتہ وانّ العبد لیدعوفیقول اللہ تبارک و تعالیٰ:عجّلوالہ حاجتہ فانی ابغض صوتہ [2]

"انسان دعا کرتا ہے تو خدا دو فرشتوں سے کہتا ہے کہ میں نے اس کی دعا قبول کرلی لیکن ابہی اس کی حاجت پوری مت کرو کیونکہ میں اس کی آواز سنتاہوں تووہ مجہے اچھی لگتی ہے اور کبہی کوئی

۔ ۱)عدۃ الداعی)

۲)وسائل الشیعہ کتاب الصلوۃ ابواب الدعا باب ۲۱ حدیث ۳۔)

انسان دعا کرتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ اس کی مراد جلدی پوری کرو کیونکہ مجھے اس کی آواز اچھی نہیں لگتی ہے "

اگردعاکی قبولیت بندے کے حق میں مضرہوتی ہے تو خداوندعالم مطلق طورپر اس کی دعا کو لغو نہیں قرار دیتا بلکہ اس کو بندے کے گنا ہوں کے کفا رہ میں بدل دیتا ہے ،اس کی بخشش کرتا ہے یا کچہ وقفہ کے بعد اس کو دنیا میں جلد ہی رزق عطا کرتا رہتا ہے یا جنت میں اس کے درجات بلند کردیتا ہے۔

اورہم مذکورہ دونوں حالتوں،تبدیل اور تاخیر کے متعلق رسول خدا (ص)اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی تین حدیثیںذیل میں نقل کررہے ہیں۔

دعاکی قبولیت میں تاخیریا تبدیلی

رسول اللہ (ص)سے مروی ہے :

مامِن مسلم دعااللّٰہ سبحانہ دعوۃ لیس فیھاقطیعۃ رحم ولااثم ،الّااعطاہ اللّٰہ احدیٰ خصال ثلا ثۃ:امّاان یُعجّل دعوتہ،واماان یوخّرلہ،وامّاان یدفع عنہ من السوء مثلھا قالوا:یارسول اللّٰہ ،اذن نُکثِرقال:"اکثروا "۔(۱)

"جو مسلمان بھی خداوندعالم سے ایسی دعا مانگتا ہے جس میں رشتہ داروں سے رابطہ ختم کرنے یا کسی گناہ کا مطالبہ نہیں ہوتا توخداوند عالم اس کو تین صفات میں سے کوئی ایک صفت عطا کردیتا ہے یا اس کی دعا جلد قبول کرلیتا ہے یاتاخیر سے قبول کرتا ہے یا اس سے کوئی بلا دور کردیتا ہے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھرتو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے ۔

آپ نے فرمایا :ہاں بہت زیادہ دعاکیا کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے :

۔ ۱)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۷ ۔)

الدعاء مخ العبادة،ومامِن مومن يدعواللّٰه الّااستجاب له،اِمّاان يعجّل له فی الدنيا،اويوجّل له فی الآخرة،واماان يُكفّرمن ذنوبه بقدرمادعا مالم يدع بماثم (۱)

"دعا عبادت کی روح و جان ہے اور کوئی ایسا مومن نہیں ہے جسکی دعا اللهقبول نہ کرتا ہو یاتو اس دعا کو دنیا میں جلدی قبول کر لیتا ہے یا اس کے مستجاب ہو نے میں آخرت تک تا خیر کر دیتا ہے یا جتنی وہ دعا کرتا ہے خدا اس کو اس بندے کے گنا ہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا :

فَلاَيُقَنِّطَنَّکَ اِبطْاءُ اِجَابَتِهِ فَاِنَّ العْطِيَّةَ عَلٰی قَدرْ النِّيَّةِ وَرُبَمَااُخِّرت عَنکْ الاِجَابَةُ لِيَکُونْ لٰذِکَ اَعظْمَ لِاَجرْ السَّائِلِ وَاجزْلَ لِعَطَاءِ الآمِلَ وَرُبَمَاسَالتْ الشَّيءَ فَلاَتُوتَاهُ وَاُوتْيتَ خَيرْاً مِنهْ عَاجِلاً اَوآْجلاً اوصْرُِفَ عَنکْ لِمَاهُوَخَيرٌْلَکَ فَلِرُبَّ امَرٍْقَد طَلَبتْهُ فِيهْ هَلاَکُ دِينْکَ لَواُْوتْيتْهُ فَلتْکُن مَسالتُکَ فِيمْايَبقْیٰ لَکَ جَمَالُهُ وَينَفْیٰ عَنکْ وَبَالُهُ وَالمْاُل لَايَبقْیٰ لَکَ وَلَاتَبقْیٰ لَهُ (۲)

"ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو تو، اس سے نا امید نہ ہو اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیز تمہیں مل جاتی ہے یا تمہارے کسی مفاد کے پیش نظر تمہیں اس سے محروم کردیا جاتا ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمہیں دیدی جائیں ، تو تمہارا دین تباہ ہو جائے لہٰذا تمہیں بس وہ چیزیں طلب کرنا چاہیئے جس کا جمال پائیدار

---

۱)وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ، ابواب الدعا باب ۱۵ ۔جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۸۔)

۲)نہج البلاغہ قسم الرسائل و الکتب ، الکتاب /۳۱۔)

ہو اور جسکا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو رہا دنیا کا مال، تو یہ نہ تمہارے لئے رہے گا اور نہ تم اس کے لئے رہو گے ”

ہم ان تینوں روایات کو جمع کرنے کے بعد دعا مستجاب ہونے کی پانچ حالتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں :

۱۔(عجلت) خداوند عالم کی بارگاہ میں بندے کی دعا کا جلدی مستجاب ہونا ۲۔(مدت) جس حاجت کے لئے بندے نے اللہ سے دعا کی ہے اس کو مستجاب کرنے میں وقت لگانا۔

۳۔(عوض)(تبدیلی) دعا کو تبدیل کرکے مستجاب کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والے سے اس دعا کے بدلہ برائیوں کو دور کرتا ہے جس کے قبول ہونے میں فی الحال کوئی مصلحت نہیں ہوتی ہے۔

۴۔جس دعا کو قبول کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو اللہ اس کے بدلے دعا کرنے والے کو آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

(واللہ مصیّردعاء المومنین یوم القیامۃلھم عملایزیدھم فی الجنۃ[1]

“خداوند عالم بروز قیامت مومنین کی دعا کو ان کے حق میں ایسے عمل میں بدل دیگا جس سے جنت میں ان کا مرتبہ بلند ہوتا رہے گا” دوسری حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: واللّٰہ مااخّراللّٰہ عزّوجلّ عن المومنین مایطلبون من ھٰذہ الدنیاخیرلھم عمّاعجّل لھم منھا [2]

---

۱)وسائل الشیعہ جلد۴/۱۔۸۶/۱۵حدیث/۱۰۸۶

۲)قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱۔اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔)

"خدا کی قسم مومنین جو کچھ اس دنیا میں خدا سے طلب کرتے ہیں اُس میں اِس دنیا میں عطا کردینے سے ان کے لئے تاخیر کرنا بہتر ہے" ۵۔(تبدیل)جب دعا کو قبول کرنا بندے کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے تو خداوندعالم اس کی دعا مستجاب کرتے وقت اس کی دعا کو اس کے گناہوں اور برا(ئیوں کا کفارہ قرار دیتا ہے۔[1]

اور کبھی کبھی ان کو تبدیل نہ کرنا اور مدّت معین کرنا دو حالتوں میں دعا مستجاب ہونے میں وقت درکار ہونا اور اس کو معین قرار دینے کے وقت دعا کرنے والے کی مصلحت کے لئے ہوتا ہے۔کبھی کبھی یہ نظام کی مصلحت کے لئے ہوتا ہے جو سائل اوردوسرے افراد کو بھی شامل ہوتا ہے دعا مستجاب ہونے یاجلدی دعا مستجاب ہو جانے سے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے جس کو اللہنے خاص انسان یا عام دنیا کے لئے معین فرمایا ہے۔

جبدعا عمل میں تبدیل ہو جاتی ہے

دعا اور عمل دونوں الگ الگ مقولہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک رحمت کے نازل ہونے کا سبب ہے بیشک عمل سے اللہ کی رحمت اسی طرح نازل ہوتی ہے جس طرح دعا سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے خداوندعالم فرماتا ہے:(﴿ وَقُلِ اعمَلُواْ فَسَيَرَى اللّهُ عَمَلَكُم وَرَسُولُهُ ﴾[2]

"اور پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ ، رسول اور صاحبان ایمان دیکھ رہے ہیں"

---

۱)ان پانچوں باتوں میں سے آخری تین باتیں صرف بندے کی دعا کو ملغیٰ قرار دینے سے) مخصوص ہیں خداوندعالم اپنے بندے کی دعا قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دعا کو اس کے گناہوںکا کفارہ قراردیتا ہے اس سے برائیاں دور کر دیتا ہے اور آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے ۔

۲)۔سورئہ توبہ آیت ۱۰۵ ۔)

(﴿فَمَن يَّعمْ َل مِثقْ َالَ ذَرَّةٍ خَيرًا يَرَهُ﴾ [1]

"پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا" (اسی طرح دعا رحمت کی کنجی ہے: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ [2]

لیکن ایسا نہیں ہے کہ انسان جوکچھ سوال کرے وہ اِس دنیا کے عام نظام میں ممکن بھی ہو،بلکہ کبھی کبھی انسان اللہ سے ایسی دعاکرتاہے جواس دنیاکے عام نظام (قضا و قدر)میں ممکن نہیں ہوتی لہٰذا اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی۔

کبھی کبھی دعا کے مستجاب ہونے یا دعا کے جلدی مستجاب ہونے میں صاحب دعا کے لئے کوئی مصلحت نہیں ہوتی، تو انسان دعامیں اتنی جد وجہدو کوشش کیوںکرتا ہے ؟

جواب: بیشک دعا بذات خود عمل اور عبادت میں تبدیل ہوجاتی ہے جس سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

لہٰذا (قضا وقدر) مصلحت دعا کے موانع میں سے نہیں ہیں۔ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ اگرچہ اپنے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا ہے بلکہ بندے کی دعا تو خود اسی کے عمل اور عبادت پر موقوف ہے اور اسی کے مطابق اس کو دنیا اور آخرت میں جزایا سزادی جا ئیگی۔

اسلامی روایات میں اس دقیق معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دعا عمل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حمادبن عیسیٰ نے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:(سمعتہ یقول:ادع،ولاتقل قدفرغ من الامر۳)فان الدعاء ھوالعبادة [4]

---

۱)سورئہ الزلزلہ آیت/ ۷۔

[2]سورئہ مومن آیت ۶۰۔)

۳)یعنی یہ امر خداوند عالم کے قضاء وقدر میں ہے جس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے اور) دعا کے ذریعہ اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے"

[4]وسائل الشیعہ صفحہ ۹۲۔حدیث ۸۶۴۳، اصول کافی صفحہ ۵۱۶)

میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ہے: دعا کرو اور یہ نہ کہو کہ خدا کا حکم تمام ہو گیا ہے بیشک دعا عبادت ہے "یعنی یہ امر اللہ کے قضا و قدر میں ہے اور دعا کے ذریعہ اسکو آگے پیچھے کردینا ممکن نہیں ہے۔

اور دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: "ادعه،ولاتقل قدفرغ من الامر،فانّ الدعاء هوالعبادة انّ الله عزّوجلّ يقول: اِنَّ ٢) الَّذِينْ يَستْكبْرُونْ عَن عِبَادَتِي سَيَدخُلُونْ جَهَنَّمَ دَاخِرِينْ[1]

"خدا کو پکارو یہ نہ کہو کہ خدا کا امر(حکم) تمام ہو گیا ہے بیشک دعا عبادت ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِينْ يَستْكبْرُونْ عَن عِبَادَتِي سَيَدخُلُونْ جَهَنَّمَ دَاخِرِينْ﴾ "اور یقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ مطلق طور پرپہلی قسم کے موانع خداوندعالم کی کبریائی کے شایان شان نہیںہیںلیکن دوسری قسم کے موانع حقیقی ہیں اور بندوںکی زندگی اوردعاوں میں پائے جاتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی خداوندعالم دعا مستجاب کرنے یںمدت معین کردیتا ہے اور کبھی مستجاب کرکے اس کو دوسری چیز سے بدل دیتا ہے۔

اور ان دونوں حالتوں (حالت تاخیر اور حالت تبدیل) کے علاوہ دعا کا مستجاب ہونا ضروری ہے اس کا منبع قطعی فطری حکم ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب سائل، مسئول (جس سے

---

۲)سورئہ مومن آیت/ ۶۰۔) ۱۰۹۲ حدیث ۸۶۴۰، اصول کافی: فروع کافی جلد ۱ سطر ۹۴۔ :۳)وسائل الشیعہ ۴)

سوال کیا جا رہا ہے) کا محتاج ہوتا ہے اور مسئول سائل کی حاجت قبول کرنے پر قادر (ہوتا ہے اور اپنی مخلوق کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیتا ہے۔[۱]

(۱۔ ﴿ اَمَّن يُجِيبُ الْمُضطَرَّاِذَادَعَاهُ وَيَكشِفُ السُّوءْ﴾ [۲]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

لہٰذا جو شخص مجبور ہو اور اپنی بلا دور ہونے کے سلسلہ میں دعا کے قبول ہونے کا شدید محتاج ہو اس کو فقط دعا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ خداوند عالم کو پکارتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا قبول کر کے اس سے بلا کو دور فرما دیتا ہے۔

جب وہ خدا سے دعا کرتا ہے تو خدا اس کی دعا مستجاب کرتا ہے اور اس کے لئے برائیوں کو واضح کر دیتا ہے۔

۲﴿ : وَقَالَ رَبُّكُمُ ادعُونِي اَستَجِب لَكُم اِنَّ الَّذِينَ يَستَكبِرُونَ عَن عِبَادَتِى سَيَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [۳]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

---

۱) اس رابطہ کے ضروری ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ پر یہ امر واجب ہو گیا ہے بلکہ خود) قرآن کریم اس یقینی اور ضروری رابطہ پر اس طرح زور دیتا ہے: اس نے اپنے اوپر رحمت لکھ لی ہے:

(فَقُل سَلَامٌ عَلَيكُم كَتَبَ رَبُّكُم عَلَى نَفسِهِ الرَّحمَةَ (سورہ انعام آیت / ۵۴ "پس ان سے سلام علیکم کہئے تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے"

۲) سورہ نمل آیت ۶۲۔)

۳) سورۂ مومن آیت ۶۰۔)

یہ آیت کریمہ دعا اور استجابتِ دعا کے درمیان رابطہ کو صاف طور پر واضح کر رہی ہے:

﴿ ا دْعُوْنِیْ اسْتَجِبْ لَکُمْ ﴾ [۱]"مجھ سے دعا کرومیں قبول کرونگا " (﴿ وَاُجِیبُ دَعوَۃَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ ﴾ [۲]

"پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے " ان آیات میں دعا اور اس کے مستجاب ہونے کا رابطہ صاف اور واضح ہے ، اور اس میں کوئی شک و شبہہ ہی نہیں ہے کہ خداوند عالم ہر دعا کو قبول کرتا ہے لیکن اگر دعا قبول کرنا بندہ کے حق میں مضر ہو یا اس عام نظام کے خلاف ہو جس کا بندہ خود جزء شمار ہوتا ہے ، اور ان آیات میں دعا کے مستجاب ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز پر معلّق ہے ۔

جن شرطوں کو ہم عنقریب بیان کریں گے وہ حقیقت میں دعا کے محقق ہونے کے لئے ضروری ہوتی ہیں یا بذات خود دعا کرنے والے کی مصلحت کے لئے ہوتے ہیں اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر یا تو دعا کا اثر کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے ۔

معلوم ہوا کہ دعا اور استجابت کے درمیان ایسا رابطہ ہے جس کے بدلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور ایسا مطلق تعلق ہے جو کسی سے متعلق نہیں ہوتا مگر کوئی ایسی شرط ہو جس کی تاکید کی گئی ہو یا وہ دعا کی حالت کا اثبات (کرتی ہو جیسے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿ اِذَادَعَاہُ وَیَکشِفُ السُّوءَ ﴾ [۳]

"جب وہ اس کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے " شریعت اسلامیہ میں احادیث نبی اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں دعا اور دعا کے مستجاب ہونے کے درمیان اس رابطہ پر زور دیا گیا ہے ۔ حدیث قدسی میں آیا ہے:

---

۱)سورئہ مومن آیت / ۶۰ ۔)

۲)سورہ بقرہ آیت ۱۸۶ ۔)

۳)سورئہ نمل آیت ۶۲ ۔)

(یاعیسیٰ إني اسمع السامعين استجيب للداعين اذادعونى (۱ "اے عیسیٰ میں اسمع السامعین (سننے والوں میں سب سے زیادہ سننے والا) ہوں دعا کرنے والے جب دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعا مستجاب کرتا ہوں" رسول اللہ (ص) سے مروی ہے:

مامن عبدیسلک وادیافیبسط کفّیه فیذکراللہ ویدعوالّاملااللہ ذلک الوادي (حسنات فلیعظم ذلک الوادي اولیصغر (۲)

"جو بندہ بھی کسی وادی کو طے کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خداوند عالم کو یاد کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس وادی کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے چاہے وہ وادی بڑی ہو یا چھوٹی"

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (لوا نَّ عبداًسدَّ فَاهُ،لم یسال لم یعط شیئاًفسل تعط (۳)

"اگر بندہ اپنا منہ بند رکھے اور وہ خدا سے سوال نہ کرے تو اس کو کچھ عطا نہیں کیا جائیگا، لہٰذا سوال کرو خدا عطا کرے گا" "یسر بن عبدالعزیز نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: ("یامیسراِنّه لیس من باب یُقْرع إلّایُوشک انْ یُفتح لصاحبه (۴

"اے یسر! اگر کسی دروازے کو کھٹکھٹایا جائے تو وہ عنقریب کھٹکھٹانے والے کے لئے کھل جاتا ہے۔

---

۱) اصول کافی۔

۲)ثواب الاعمال صفحہ ۱۳۷۔

۳)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴، حدیث ۸۶۰۶۔

۴)وسائل الشیعہ ۴: صفحہ ۱۰۸۵ ح ۸۶۱۱۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے: (متیٰ تُکثرقرع البابُ یفتح لک [۱]

"جب دروازہ پہ زیادہ دستک دی جائیگی تو کھل جائیگا" حضرت رسول اللہ (ص) نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: (

یاعلیاوصیک بالدعاء فانّ معہ الاجابة [۲]

"اے علی میںتم کو دعا کرنے کی سفارش کرتاہوں بیشك اگر دعا کی جائے تو ضرور مستجاب ہوگی"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

(اذاأُلھم احدکم الدعاء عند البلاء فاعلمواانّ البلاء قصیر (۳ "جب تم میںسے کسی کو مصیبت کے وقت دعا کرنے کا الہام ہوجائے تو جان لوکہ مصیبت چھوٹی ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (لاواللہ لایلحّ عبدٌعلیٰ اللہ عزّوجلّ الّااستجاب اللہ لہ [۴]

"خدا کی قسم بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں نہیں گڑگڑاتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے"

اسلامی روایات میں دعا اور دعا کی مقبولیت کے درمیان رابطہ کے یقینی اور مطلق ہونے پر

---

۱)وسائل الشیعہ ۴: صفحہ ۱۰۸۵ ح ۸۶۱۳ ۔)

۲) وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۸ ۔)

۳)وسائل الشیعہ جلد ۴ص ۱۰۸۷ حدیث ۸۶۲۴ ۔)

۴)اصول کافی کتاب الدعا باب الالحاح فی الدعاء حدیث ۵۔)

زور دیا گیا ہے اور یہ واضح ہے کہ جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا کو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

ماانصفنی عبدي،یدعوني فاستحیي انْ اردّہ،ویعصیني ولایستحیي مني[1]

"میرے بندے نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا چونکہ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو مجھے اسکی دعا رد کرنے میں حیا آتی ہے لیکن جب وہ میری معصیت کرتا ہے تو مجھ سے کوئی حیا نہیں کرتا"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

(ماابرزعبد یدہ الی اللّٰہ العزیزالجبارالّاستحییٰ اللّٰہ عزّوجلّ انْ یردّھا[2]

"بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ہاتھوں کو بلند کرتا ہے تو خدا کو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے'

حدیث قدسی میں آیا ہے: من احدث وَتوضاوصلیّ ودعاني فلم اُجبہ فیما یسال عن امردینہ ودنیاہ فقدجفوتہ ولست بربٍّ جافٍ[3]

"جس شخص سے حدث صادر ہو اور وہ وضو کرکے نماز پڑھے پھر مجھ سے دعا مانگے لیکن میں اس کی دینی اور دنیا وی حاجت پوری نہ کروں تو میں نے اس پر جفا کی جبکہ میں جفا کرنے والا پروردگار نہیں ہوں"

---

۱)ارشاد القلوب للدیملی۔)

۲)عدۃ الدامی وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۴ حدیث ۱۔)

۳)ارشاد القلوب للدیلمی۔)

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:(ماکان اللہ لیفتح باب الدعاء،ویغلق علیه باب الاجابة [۱]

"ایسا نہیں ہے کہ خدا وند عالم بندہ پر باب دعا تو کھول دے اوراس پر باب اجابت کو بند رکھے"

اور امیر المومنین علیہ السلام سے ہی مروی ہے:(من أُعطي الدعاء لم يُحرم الاجابة [۲]

"جس کو دعا عطا کی گئی اسکو دعا کے مستجاب ہونے سے محروم نہیں کیا گیا"

آخری دو روایتوں میں اہم اور بلند درجہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے ۔بیشک اللہتعالیٰ کریم اور وفیّ ہے جب اس نے دعا کا دروازہ کھول دیا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دعا مستجاب ہونے کے دروازہ کو بند کردے ۔جب خداوندعالم نے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق عطا کردی تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس کی دعا مستجاب نہ کرے۔

رسول اللہ (ص) سے مروی ہے:

مافُتح لاحد باب دعاء الّافتح اللہ له فيه باب اجابة،فاذافُتح لاحدکم باب دعاء فليجهد فانّ اللہ لايمل [۳]

"خداوند عالم نے کسی کے لئے دعا کا دروازہ نہیںکھولا ہے مگر یہ کہ اسکے لئے اسکی دعا کے قبول ہونے کا دروازہ بھی کھول دیا ہے ۔جب تم میں سے کسی ایک کے لئے باب اجابت کھل جائے تو اسکو کوشش کرنا چاہیئے بیشک خدا کسی کو ملول نہیں کرتا"

---

۱)وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲حدیث ۱۲ اور ۴ ۱۰۸۷ ۔حدیث ۸۶۲۴ ۔:

۲)وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲اور ۴ صفحہ ۱۰۸۶ ۔حدیث ۸۶۲۲ ۔)

۳)وسائل الشیعہ جلد ۴ ۱۰۸۷ حدیث / ۸۶۲۴ ۔/

یہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی تیسری منزل ہے۔ اللھم سمعناوشھدناوآمنّا

"خدایا ہم نے سنا اور گواہی دی اور ایمان لائے " رحمت نازل ہو نے کی تین منزلیں

جناب ہاجرہ اور اسمعیل علیہما السلام اور ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہم تینوں منزلوں کا یکجا طور پر مشاہدہ کرسکتے ہیں: ۱۔فقر وحاجت

۲۔دعا اور سوال

۳۔سعی اور کوشش

جب ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند عالم نے ان کی زوجہ جناب ہاجرہ کے ساتہ بے آب و گیاہ وادی (چٹیل میدان) میں بہیجا اور انہوں نے وہاں ہاجرہ کے ساتہ ان کے فرزند شیر خوار جناب اسمعیل کو چھوڑا تو یہ دعا کی:

﴿ رَبَّنَااِنِّی اَسکَنتُ مِن ذُرِّیَّتِی بِوَادٍغیرِذِی زَرعٍ عِندَ بَیتِکَ المُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیمُواالصَّلاۃَ فَاجعَل اَفئِدَۃً مِنَ النَّاسِ تَھوِی اِلَیھِم وارزُقھُم مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُم یَشکُرُونَ﴾(۱ "پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تاکہ نمازیں قائم کریں اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑدے اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرماتا کہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں "

۱۔سورئہ ابراہیم آیت/ ۳۷۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند قدوس کے حکم کی تعمیل کے لئے گئے ۔جناب ہاجرہ اور طفل شیر خوار کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑدیا اور ان کے پاس پانی کاذخیرہ ختم ہوگیا، بچہ پرپیاس کا غلبہ ہوا ،جناب ہاجرہ نے چاروں طرف پانی ڈھونڈھا لیکن پانی کا کوئی نام ونشان نہ ملا، بچہ چیخنے،چلانے اورہاتہ پیر مارنے لگا۔آپ کی والدہ ادھر ادھر دوڑلگانے لگیں، کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور درازتک پانی دیکھتیں اسکے بعد نیچے اتر آتیں اوردوڑتی ہوئیمروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں، اور خداوند عالم سے اپنے اور بچہ کے لئے اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کا سوال کرتیں اور بچہ بیت حرام کے نزدیک چیختا چلاتا اورہاتہ پیر ماررہاتہا۔

اللہ نے بچہ کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کیا، ماں پانی کی طرف دوڑی تا کہ اپنے شیر خوار بچہ کو سیراب کر سکے اور پانی کو ضائع ہونے سے بچا سکے لہذا انہوں نے پانی سے کہا زم زم یعنی ٹہرٹ ٹہرکہ وہ اس کے لئے ایک حوض بنارہی تہیں ۔

یہ عجیب وغریب منظر رحمت کے نازل ہونے کا سبب بنا، خداوند عالم نے بے آب وگیاہ وادی میں چشمہ زم زم جاری کیا اور اسکو اس مبارک زمین پر متعدد برکتوں کا مصدر قرار دیا ۔

خداوند عالم نے اس عمل کو اعمال حج کا جزء قرار دیا اور اسکو سب سے اشرف فرائض میں قرار دیا۔

اس منظر کا کیا راز ہے؟اور اسکو اصل دین میں داخل کرنے اورحج کے احکام میں ثبت کرنے کا اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟ وہ موثر اور طاقت ورسبب کیا ہے جسکی وجہ سے خداوند عالم نے اس منظر کی قوت سے رحمت نازل کی اورتاریخ میں آنے والے تمام موحدوں کے لئے بہت زیادہ برکتوں کا مبدا قرار دیا ؟

پس اس منظر میں ایک خاص راز ہے جس کے لئے اس بے آب و گیاہ وادی میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کی استدعا کی گئی ہے ، اس رحمت کے ہمیشہ باقی رہنے کی استدعا کی گئی ہے ، اس کو متعدد برکتوں کے لئے مصدر اور مبدا قرار دیا گیا ہے اوریہ استد عا کی گئی ہے کہ خدا وند عالم اس کو اپنے بیت حرام کے نزدیک موحدین کی آنے والی نسلوں کے لئے اسی طرح قائم و دائم رکہے ۔

ہمارا(مولف)عقیدہ ہے کہ(خداوند عالم اس منظر کے تمام اسرار کو جانتا ہے)ایسے منظر شاذونادر ہی ہوتے ہیں جن میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تینوں پہلو جمع ہوجاتے ہیں اورہر ایک سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

پہلی منزل: حاجت و ضرورت ہے جو پہاپر پیاس ہے جو شیر خوار بچہ کے لئے نقصان دہ تھی اور حاجت و ضرورت کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اللہ کی رحمت نازل ہونے کا ایک پہلو ہے۔

جب ضرورت صاحب ضرورت کے لئے زیادہ نقصان دہ ہوگی تو وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوگا۔ اسی لئے ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب شیر خوار بچوں کے لئے دکھ درد، یا بھوک یا پیاس یا سردی یا گرمی بہت زیادہ مضر ہوجاتی ہے جسکو وہ برداشت نہیں کرسکتے تو وہ ان بزرگو ںکے ذریعہ جو ان تمام چیزوں کو برداشت کرسکتے ہیں اللہ کی رحمت سے قریب ہوجاتے ہیں۔چونکہ دوسروں کے مقابلہ میں ان کے لئے اس حاجت کا نقصان زیادہ ہے۔

معلوم ہوا کہ حاجت ان کے غیروں کے علاوہ خود ان کے لئے بہت زیادہ مضر ہے۔

دعا میں وارد ہوا ہے:"اَللّٰھُمَّ اَعطْنِي لِفقرْي"صرف اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جب بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے والی حاجت جتنی عظیم ہوگی اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث ہوگی۔

بیشک اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا انسان کو اللہ کی رحمت سے قریب کردیتا ہے چاہے انسان اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت سے باخبر ہوکر پیش کرے یا نہ کرے اگر انسان اپنی حاجتوں سے باخبر ہوکران کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو اللہ کی رحمت نازل کرانے میں اسکی قدروقیمت بڑھ جاتی ہے۔جس کو ہم بیان کرچکے ہیں۔

لیکن اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے کہ انسان اپنی حاجت میں تحریف نہ کرے یعنی انسان یہ تصور کرے کہ اسکو مال کی ضرورت ہے یا حطام دنیا (دنیوی چیزیں) کی ضرورت ہے لہٰذا بندگان خدا کی طرف حاجت پیش نہ کرے۔

نیزیہ شرط بھی ہے کہ انسان اپنی ضرورت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹائے اور یہ تصور نہ کرنے لگے کہ یہ دولت یا سرمایہ دنیا کی ضرورت خداوند عالم کے کچھ بندوں کی ضرورت کی بنا پر ہے اس کے بجائے کہ وہ فقر کو خداوند عالم کی طرف نیازمندی پر حمل کرے۔

اِس حاجت اور اُس حاجت میں فرق ہے۔جس حاجت سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا ہے اور جب انسان اس ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بجائے اللہ کے بندوں کی خدمت میں پیش کرتا ہے تو اسکے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی قدرو قیمت ختم ہوجاتی ہے اور لوگوں کی اکثر حاجتیں اسی قسم کی ہیں۔

اس منظر میں بچہ کا پیاس کی شدت سے چیخنا چلانا گریہ وزاری کرنا اللہ کی رحمت نازل کرنے میں بڑا موثر ہے۔

خداوند عالم کی طرف نیاز مندی کے مناظر میں خداوند عالم کی رحمت کا سبب بننے والا اثر اور رقت آور منظر اس بچہ کے منظر سے زیادہ نہیں جو پیاس سے جھلس رہا ہو اور اس کی ماں کو اس کیلئے پانی نہ مل رہا ہو۔ اللہ کی رحمت کا اس منظر میں دوسرا پہلو سعی ہے ،یہ رزق کے لئے شرط ہے،بغیر سعی و کوشش کے رزق نہیں ہے اور اللہتعالی نے سعی اور حرکت کو انسان کی زندگی میں رزق کی کنجی قرار دیا ہے۔

جب فقر کا سبب انسان سے عزم ،قوت، ارادہ،حرکت اور نشاط چاہتا ہے اور جتنی انسان میں حرکت و سعی اور عزم ہوگا اتنا ہی اللہاس کو اپنی رحمت سے رزق عطا کریگا۔

جب جناب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہوگیا اور حضرت اسماعیل پر پیاس کا غلبہ ہوا تو جناب ہاجرہ نے پانی تلاش کیا اور اسی پانی کی تلاش میں آپ کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اور پھر صفا سے اتر کر مروہ پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اسی طرح آپ جب صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوپر گئیں تو آپ کو کہیں پانی کا نام ونشان نہیں دکھائی دیا تو آپ مایوس نہیں ہوئیں اور اس عمل کی تکرار کرتی رہیں اور صفاومروہ کے درمیان دوڑ لگاتی رہییہاں تک کہ آپ نے ان کے درمیان سات چکر لگائے۔

اگر یہ آرزو اور امید نہ ہوتی تو ان کی سعی پہلے ہی چکر میں ختم ہو جاتی لیکن پانی کی امید نے ان دونوں کے دلوں کو زندہ رکھا اور اسی شوق میں وہ سعی کی تکرار کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کے اس امر کو آسان کیا اور جناب اسماعیل کے قدموں کے نیچے چشمہ جاری فرمادیا لیکن اس مقام پر آرزو اور امید اللہ کی ذات سے ہے ان کی سعی میں نہیں ہے اگر آرزو وامید ان کی سعی میں ہوتی تو ان کی یہ آرزوو امید پہلے یا دوسرے چکر میں ہی ختم ہو جاتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سعی اور اس حرکت کو رزق کے لئے شرط قراردیا، انسان پر اپنی رحمت کا نزول قراردیااور اللہ اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے لیکن خداوندعالم نے انسان کی سعی اور حرکت کواپنے رزق اور رحمت کی کنجی قراردیاہے۔

اللہ کی رحمت کے لئے اس منظر میں تیسرا پہلو جناب اسمعیل کی والدہ کی دعا ہے ان کا اللہ سے لو لگانا اوراس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کی تلاش میں اللہ سے گڑگڑاکردعاکرنا ہے۔

جتنا انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اپنے کو اس کی یاد میں غرق کردیگا اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہو گا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ اس نیک وصالح خاتون نے اس وقت اور اس وادی میں اللہ کی یاد میں منہمک ہونے والی کس حالت کا انتخاب کیا جبکہ ان کے پاس نہ کوئی انسان تھا اور نہ حیوان، صرف ایک پیاسا شیر خوار اپنی پیاس سے تڑپ رہا تھا گویا وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔

اس وقت اس خاتون نے خداوندعالم سے اس طرح دعا کی کہ ملائکہ نے ان کے لئے گڑگڑاکر دعا کرنا شروع کردی اور اپنی آوازوں کو ان کی آواز، اور اپنی دعاوں کو ان کی دعاوں سے ملا دیا۔

اگر تمام انسان اللہ کی یاد میں اسی طرح منہمک ہو جائیں اور خدا کے علاوہ سب سے ہٹ کر صرف اس کی بارگاہ سے لو لگائیں تو اُن پرزمین و آسمان سے رزق کی بارش ہوگی۔

(﴿ لَاَکَلُواْمِن فَوقْ ِہِم وَمِن تَحتْ اَرجْ ُلِہِم﴾ (۱ "تو وہ ہر طرح سے اللہ کی رحمت سے مالا مال ہوں گے" اگر تمام لوگ خداوندعالم کی طرف اس طرح متوجہ ہوجاتے تو وہ آسمان و زمین کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوتی۔ اے مادر گرامی آپ پر اللہ کا سلام !اے اسماعیل کی مادر گرامی آپ پر اسماعیل کی اولاد کا سلام جس کو اللہ نے نور ہدایت ،ایمان، نبوت عطا کی ہے اور ان کی ہدایت اور نور سے ہدایت پانے والے ہیں۔ اگر آپ اس حجاز کی سخت گرمی میں اس بے آب و گیاہ وادی میں تنہا نہ ہوتیں، اور صفا و مروہ کی پہاڑیوںکے درمیان اس مشکل موقع پر آپ خداوند قدوس سے اس طرح لو نہ لگاتیں اور آپ دونوں پر خداوند عالم کی رحمت نازل نہ ہوتی اور اگر وہ رحمت نہ ہوتی تو آپ اللہ سے اس طرح لو نہ لگاتیں تو آپ کی صفا و مروہ کے درمیان سعی حج میں شعائر اللہ میں قرار نہ دی جاتی۔

۱۔سورئہ مائدہ آیت/ ۶۶۔

﴿ اِنَّ الصَّفَاوَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرَاللهِ فَمَن حَجَّ البَيتَ اوِاعتَمَرَفَلاَجُنَاحَ عَلَيهِ اَن يَطَّوَّفَ بِهِمَاوَمَن تَطَوَّعَ خَيرًا فَاِنَّ اللہَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴾[1]

"بیشک صفا و مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا خدا اس کے عمل کا قدردان اور اس سے خوب واقف ہے"

اے مادر گرامی! اللہ نے اپنی یاد میں اس وقت آپ کے انہماک کو دامن تاریخ میں ثبت کر دیا پانی کی تلاش میں آپ کی سعی اور آپ کے بچہ اسماعیل کی چیخ وپکار کے تذکرہ کو تاریخ میں لکھ دیا تاکہ آپ کے بعد آنے والی نسلوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت کے لئے کیسے خشوع و خضوع کیا جاتا ہے؟

اللہ کی رحمت وسیع ہے اس میں نہ کسی طرح کا بخل ہے نہ نقص اور نہ ہی وہ عاجز ہے لیکن لوگ اس کی رحمت کے نازل ہونے کے مقامات کو نہیں جانتے نہ ہی اس سے اچھی طرح پیش آتے ہیں اور نہ ہی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

آپ نے ہم کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کی رحمت کو کیسے نازل کرائیں اور اللہ کی رحمت کے ساتھ کیسے پیش آئیں اور اے بی بی ہم نے آپ سے رحمت کی کنجیاں حاصل کی ہیں۔

اگر ہم نے آپ کی ان کنجیوں کی حفاظت نہ کی جن کو آپ نے اپنے فرزند ارجمند جناب اسمٰعیل کے سپرد کیا، اسمٰعیل کے بعد یہ کنجیاں اسمٰعیل کی اولاد کو وراثت میں ملیں اور ہم کو آپ کے بیٹے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ میراث میںملیں تو ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی میراث اور ان کی وراثت کو ضائع وبرباد کر دیا ہے۔ ہم نے اپنے جد ابراہیم سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی تعلیم حاصل کی اور ہم نے

اپنی ماں جناب ہاجرہ سے اللہ سے سوال کرنے کا طریقہ سیکھا ہے ۔ اگر ہم خواہشات نفسانی اور طاغوت وسرکشی میں پھنس گئے تو ہم نے اِس کو بھی ضائع کیا اور اُس کو بھی ضائع وبرباد کردیا ہے۔ اے اللہ ہم نے اپنے جد ابراہیم اور اپنی جدہ جناب ہاجرہ کی جس میراث کو ضائع وبرباد کر دیا اس پر تجھ سے مدد چاہتے ہیں ۔ ہم کو ان کے خاندان میں قرار دے لہٰذا اے پروردگار اس میراث کی بازیابی کے سلسلہ میں ہماری مدد فرما ، جو ہم نے ضائع کردی ہے اور ہم کو ان کے پیرو میں قرار دے اور پروردگارا ہم کو اس گھر سے اولاد ابراہیم اور اولاد عمران سے مت نکالنا ۔

﴿ اِنَّ اللّٰہَ اصطَفٰیٓ اٰدَمَ وَنُوحاًوَّآلَ اِبرٰاھِیمَ وَآلَ عِمرٰانَ عَلَی العٰلَمِینَ ذُرِّیَّةً بَعضُھَامِن بَعضٍ وَاللّٰہُ سَمِیعٌ عَلِیمٌ ﴾(۱ "اللہ نے آدم نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے "

﴿ رَبَّنَاوَاجعَلنَامُسلِمَینِ لَکَ وَمِن ذُرِّیَّتِنَااُمَّةً مُسلِمَةً وَاَرِنَامَنَاسِکَنَاوَتُب عَلَینَااِنَّکَ اَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ﴾(۲)

"پروردگار ہم دونوںکو اپنا مسلمان اور فرماں بردار قرار دیدے اور ہماری اولاد میں بھی ایک فرمانبردار پیدا کر ۔ ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے " جناب اسماعیل کی مادر گرامی نے اس دن اور اس وادی میں تمام اسباب خیر اخذ کئے

۱۔سورئہ آل عمران آیت / ۳۳ ۔ ۳۴ ۔

۲۔سورئہ بقرہ آیت ۱۲۸ ۔

جن کو سعی ،دعا اور حاجت کہا جاتا ہے ۔
بیشک ہماری اس مادر گرامی نے پانی کی تلاش میں سعی کی کبھی آپ صفا پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں اور مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیںخداوند عالم اپنے بندوکی سعی اور عمل کو دوست رکھتا ہے اور اس نے انہیں رزق کی اہم شرطیں قراردیا ہے۔
لیکن شرط یہ ہے کہ اس طرح سعی کرے کہ خدا کی یاد میں منہمک ہو جائے اور اسی حالت میں خدا سے لو لگائے ،دعا کرے ، تاریخ انسانیت میں ایسی مثالیں بہت ہی کم نظر آتی ہیں ۔
سعی و کوشش خدا وند عالم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی اور انسان کو اس سے الگ نہیں کردیتی اور صرف خداوند عالم سے وابستگی بھی انسان کی سعی و کوشش کی راہ میں حائل نہیں ہوتی جناب ہاجرہ کی پانی کے لئے کوشش ایک عورت کی قوت امکان کی آخری منزل تھی ۔
آج یہ ہمارے حج کے مناسک میں سے ہے اور ہم ان دو نوپہاڑوں کے درمیان بغیر کسی زحمت ،تکلیف غم اور رنج کے سات چکر لگاتے ہیں سعی کرتے ہیں جس کی بنا پر ہم تھک جاتے ہیں مشقت میں بتلا ہو جاتے ہیں ۔
اس بزرگ بی بی نے اس سعی کی اس بے آب و گیاہ وادی میںبنیاد رکھی جب بچہ کی پیاس پورے عروج پر تھی اور پیاسا شیر خوار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے با وجود پانی کی تلاش میں اس سعی کو بڑی ہمت اور عزم وارده کے ساتھ قائم کیا ۔
اس کے با وجود اس سعی کے دوران ایک منٹ بھی آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوئیں یہ پوری سعی یاد الٰہی کے ساتھ تھی نہ یہ یاد خدا میں رکاوٹ تھی اور نہ سعی و کوشش میں مانع! گویا کوشش صرف خدا وند عالم سے وابستہ تھی اور خداوند عالم سے وابستگی سعی و کوشش کے ساتھ تھی ہم میں سے اس پر کون قدرت رکھ سکتا ہے ؟

ملائکہ اس روز اس منظر کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے کہ آپ نے اللہ سے کیسے لو لگائی؟ اور آپ نے پانی کی تلاش میں اس طرح کیسے سعی کی ہے؟ اور آپ نے سعی اور اللہ سے اس طرح لو لگانے کو ایک ساتھ کیسے جمع کردیا؟ اللہ کی بارگاہ میں کیسے تضرع کیا کہ وہ آپ کی دعا اور سعی مستجاب کرے اور آپ کی سعی اور دعا سے اللہ رحمت نازل کرے اور اللہ کی رحمت اتنی قریب ہو جائے کہ آسمان کے طبق زمین پر اتر جائیں۔

اس دن دعا اور عمل صالح زمین سے آسمان پر پہونچے اور رحمت کے ستون آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور ملائکہ نے اس بے مثال واحد منظر کا نظارہ کیا تو اللہ کی بارگاہ میں تضرع کرنے لگے اور وہ چیز رونما ہوئی جو ان کے دل ودماغ میںبھی نہیں آئی تھی کہ شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے سے صاف وشفاف اورگوارا پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

پاک وپاکیزہ ہے خداوند عالم اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اس نے ہاجرہ کی سعی اور دعا کو قبول فرمایا لیکن سعی کی بنا پر نہیں بلکہ اس شیر خوار بچہ کے قدموں تلے جو اپنے ہاتھ پیروں کو اس دن کی پیاس کی بنا پر پٹخ رہا تھا تاکہ خداوند عالم ہاجرہ کو بتا سکے کہ خدا ہی نے ان کو یہ ٹھنڈا اور گوارا پانی اس تپتی دھوپ میں عنایت فرمایا ہے خود ہاجرہ نے اپنی سعی کے ذریعہ اس کو پیدا نہیں کیا ہے اگرچہ ہاجرہ کے لئے سعی وکوشش کرنا ضروری تھا تاکہ خداوند عالم ان کو زمزم عطا فرماتا۔

اللہ نے (زمزم) کو شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے جاری کیا۔ اپنے بیت حرام کو اسی وادی میں قائم کیا، زمزم میں برکت عطا کی اور ہمیشہ آنے والی نسلوں کے تمام حاجیوں کے لئے اسے سیرابی کا ذریعہ قرار دیا۔ اس دعا اور سعی کا تاریخ میں تذکرہ ثبت کردیا اس کو مناسک حج کی ایک نشانی قرار دیا جس کو حجاج ہر سال انجام دیا کرتے ہیں جس کو مدت سے ان کی والدہ محترم جناب ہاجرہ اور ان (انسانوں) کے پدر بزرگوار ابراہیم واسماعیل نے ان کے لئے مہیا کیا۔ اس وادی میں اس دن اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین اسباب، حاجت، سعی اور دعا جمع ہوئے۔ حاجت یعنی ضعف اور فاقہ کا انتہائی درجہ، سعی اپنے آخری و حوصلہ کے مطابق اور دعا انقطاع اور اضطرار کے اعتبار سے ہے۔

ہم ہر سال حج میں اس منظر کی یاد کو تازہ و زندہ کرتے ہیں جس کی حضرت اسماعیل کی والدہ نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کیسے طلب کریں، کیسے اس کے فضل ورحمت کو نازل کرائیں اور ہم اس کی معرفت کیسے حاصل کریں اور اس کی بارگاہ میں کیسے پیش آئیں۔

دعا کے آداب اور اس کی شرطیں

ہمارے بعض علماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ؟ اللہ کی کتاب میں دو ایسی آیات ہیں جن کی میں تاویل نہیں جانتا ؟ آپ نے فرمایا وہ کونسی دو آیات ہیں ؟ میں نے عرض کیا :

﴿ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ [۱] "مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا " میں دعا کرتا ہوں لیکن مستجاب نہیں ہوتی ۔آپ نے مجھ سے فرمایا : تم نے اللہ پر بہتان باندھا ، کیا اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کی مخالفت کرے گا ؟ میں نے عرض کیا : نہیں

آپ نے فرمایا: پھر کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا : میں نہیں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایادوسری آیت کونسی ہے؟

(میں نے عرض کیا اللہ کا یہ قول : ﴿ وَمَااَنفَقتُم مِن شَیءٍ فَهُوَیُخلِفُهُ﴾ [۲]

۱۔ سورئہ مومن آیت ۶۰ ۔

۲۔سورئہ سبا آیت / ۳۹ ۔

"میں انفاق کرتا ہوں لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں دیکھتا ہوں" آپ نے فرمایا: کیا ہونا چاہئے؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: لیکن میں تم کو باخبر کرونگا انشاء اللہ، آگاہ ہو جاؤ جو کچھ خداوند عالم نے تم کو حکم دیا ہے اگر تم اس کی اطاعت کروگے اور اس کے بعد اس سے دعا کروگے تو وہ تمہاری دعا مستجاب کرے گا لیکن اگر تم اس کے حکم کی مخالفت کروگے اور اس کی معصیت (نافرمانی) کروگے تو وہ تمہارا کوئی جواب نہیں دے گا۔

لیکن رہی تمہاری یہ بات کہ تم انفاق کرتے ہو اور اس کا کوئی نتیجہ تمہارے سامنے نہیں آتا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم نے مال اس کے حلال طریقہ سے کسب کیا پھر اس کو اسی کے حق میں خرچ کردیا ہے تو کسی بندے نے کوئی درہم خرچ نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ نے اس کو اس کا بدلہ عطا کیا اگر تم اس کو دعا کے ذریعہ پکاروگے تو وہ تمہاری دعا ضرور مستجاب کرے گا اگرچہ تم نے گناہ ہی کیوں نہ کیا ہو۔

میں نے عرض کیا: جہت دعا سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم نے فریضہ ادا کیا تو تم نے اللہ کی تمجید و تعریف و تعظیم کی اور جتنی تم میں قدرت تھی تم نے اس کی مدح کی اور جتنا ممکن ہو نبی پر زیادہ صلوات بھیجتے رہو، ان کی تبلیغ رسالت کی گواہی دو، اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں اور ملنے والی نعمتوں کی بنا پر نبی پر درود بھیجو، اپنے پاس اس کی نعمتوں کا تذکرہ کیا، اور جتنا تم سے ہو سکا تم نے اس پر اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کا شکر ادا کیا، پھر ایک ایک کر کے اپنے تمام گناہوں کا اعترف و اقرار کیا، یا ان میں سے جو گناہ تمہارے یاد آگئے اس کا اقرار کیا، اور جو مخفی رہ گئے ان کا مجمل طور پر اقرار کیا، پس تم نے تمام گناہوں کی اللہ سے توبہ کی اور یہ نیت کی کہ اسکے بعد پھر گناہ نہیں کرونگا، اور میں اللہ سے ندامت، صدق نیت اور خوف و رجاء سے استغفار کرتا ہوں، اور اس طرح کہو:

اللّھمّ انّي اعتذرالیک مِن ذنوبي واستغفرک واتوب الیک فاعني علیٰ طاعتک ووفقنی لماواوجبت عليَّ من کلّ مایُرضیک،فاني لم اراحداًبلغ شیئاًمِن طاعتک الابنعمتک علیه قبل طاعتک،فانعم عليّ بنعمة انال بها رضوانک والجنّة (۱)

''پروردگا ر میں اپنے گنا ہوں کی تجھ سے معذرت چا ہتا ہوں ، تجھ سے استغفار کر تا ہوں اور تو بہ کر تا ہوں ، اپنی طا عت پر میری مدد کر ،جن چیزوں سے تو راضی ہوتا ہے اور وہ تو نے مجھ پر واجب کی ہیں مجھے ان کے ادا کرنے کی توفیق عطا کر ،میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کے اطاعت کر نے سے پہلے تیری نعمتیں اس کو عطا ہو گئیں پس مجھ پر وہ نعمتیں نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری رضا اور جنت تک پہنچ جاؤں ،،

اس کے بعد سوال کرو ہم امید کرتے ہیں تم نا مراد نہیں رہو گے انشاء اللہ ۔ آداب دعا کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے:

احفظ آداب الدعاء،وانظرمَن تدعو،وکیف تدعو،ولماذا تدعو،وحقق عظمةالله وکبریائه،وعاین فی قلبک علمه بمافي ضمیرک واطّلاعه علیٰ سرّک،ومایکن فیه من الحق والباطل،واعرف طرق نجاتک وهلاکک کی لاتدعواللهبشيء فیه هلاکک وانت تظن فیه نجاتک قال الله عزوجل: وَیَدعُ الِان سٰانُ بِالشَّرِّدُ عٰاء هُ بِالخَیرِ وَ اُکنَ الِان سٰانُ عَجُولاً (۲)

وتفکّرماذاتسال،ولماذاتسال

والدعاء استجابةالکل منک للحق،وتذویب المهجةفي مشاهدةالربّ،وترک الاختیارجمیعاً،وتسلیم الامورکلهاظاهراًوباطناًالی الله

۱۔بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۹،فلاح السائل صفحہ ۳۸ ۔ ۳۹،عدۃ الداعی صفحہ ۱۶ ۔

۲۔سورئہ اسراء آیت ۱۱ ۔

فان لم تات بشروط الدعاء فلاتنتظرالاجابة،فانّه یعلم السرّ واخفیٰ،فلعلک تدعوبشي ء قد علم من سرّک خلاف ذلک[1]

آداب دعا کی حفاظت کرو ، یہ دیکھو کہ کس سے مانگ رہے ہو ، کس طرح مانگ رہے ہو اور کیوں مانگ رہے ہو ، خداوند عالم کی عظمت و بزرگی پر نظر رکھو جو کچھ تمہارے دلوں میں علم ہے اور جن رازوں سے تم واقف ہو اسکے ذریعہ اپنے دل کا معائنہ کرو اور یہ دیکھو کہ کس میں ہلاکت ہے اور کس میں نجات ہے تا کہ ہلاکت کا مطالبہ نہ کربیٹھو ، اپنی نجات اور ہلاکت کے راستوںکو پہچانو کہ کہیں تم ایسی دعا نہ کربیٹھو جس میں تمہاری ہلاکت ہورہی ہو اور تم اس سے اپنی نجات کا گمان کر رہے ہو ۔

اورخداوند عالم فرماتا ہے :

﴿ وَیَدْعُ الْاِنسَانُ بِالشَّرِّدُعَاءَ ہُ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنسَانُ عَجُولًا﴾ [2] ''اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے کہ انسان بہت جلد باز واقع ہوا ہے '' جو کچھ مانگ رہے ہو اس کے متعلق اور کیوں مانگ رہے ہو اس کے سلسلہ میں فکر کرو ۔

دعا یعنی تمہارا حق کو مکمل طور پر قبول کرنا، تمہارا اپنے پروردگار کے دیدار میں اپنے کوپگھلا دینا اپنے تمام اختیارات خداوند عالم کے حوالے کردینا اور اپنے تمام ظاہری اور باطنی امور اسی کے حوالے کردینا۔

اگر تم دعا کو اس کی تمام شرطوں کے ساتھ انجام نہیں دو گے تو اس کے مستجاب ہونے کا بھی انتظار نہ کرنا بیشک خداوند عالم تمام رازوں اورپوشیدہ چیزوں سے آگاہ ہے ،شاید تم ایسی چیز کے بارے میں دعا کربیٹھو جسکو وہ تمہاری بھلائی کے خلاف جانتا ہو ''

---

۱)بحار الانوار جلد:۹۰ صفحہ ۳۲۲ ۔)

۲)سورئہ اسراء آیت/ ۱۱ ۔)

یہ روایت دعا کے مستجاب ہونے اور دعا کے آداب کی شرطوں کی طرف اشارہ کرتی ہے ہم اس فصل میںسب سے پہلے دعا کے مستجاب ہونے کی شرطوں کو بیان کریں گے اس کے بعد اگر شروط و آداب کی تقسیم میں بعض مشکلات سامنے نہ آئیں تو آداب دعا کے متعلق بحث کریں گے۔ ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا قبول ہونے کی شرطوں کے سلسلہ میں بحث کرنا چاہتے ہیں پھر آداب دعا کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے اگرچہ شرطوں کو آداب دعا سے جدا کرنا ہمارے لئے مشکل ہے لہٰذا ہم نے شرائط و آداب کو ایک ساتھ بیان کرنا بہتر سمجھا ہے ۔

ہم ذیل میں سرسری طورپر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں دعا کے آداب اور اس کی شرطوں کو بیان کر رہے ہیں ۔

۱۔اللہ کی معرفت

دعا مستجاب ہونے کی شرطوں میں سے سب سے اہم شرط اللہ کی معرفت ہے اور اس کی مطلق قدرت و سلطنت پر ایمان رکھنا کہ اس کا بندہ جو کچھ اس سے چاہتا ہے وہ ضرور حاصل ہو گا ۔

درمنثور میں معاذبن جبل نے رسول اللہ (ص) سے یہ راوایت نقل کی ہے :(لوعرفتم اللہ حق معرفته،لزالت لدعائکم الجبا ل

(۱ "اگر تم اللہ کی معرفت اس کے حق کے ساتھ حاصل کرو تو تمہاری دعائیں پہاڑوں کو بھی ان کی جگہ سے ہٹادے گی "

تفسیر عیاشی میں خداوند عالم کے اس فرمان: ﴿ فلیستجیبوالی ولیومنوا ﴿بي﴾ [۲]

"لہٰذا مجھ سے طلب قبولیت کریں اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں " کے متعلق امام جعفر صادق سے

---

۱)المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳ ۔)

۲)سورۂ بقرہ آیت / ۱۸۶ ۔)

روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

(یعلمون انی اقدران اعطیهم مایسالونی [۱]

"وہ (بندے) جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو وہ عطا کردونگا"

طبرسی نے مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام جعفر (صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: ولیومنوابی [۲]

"اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں"

یعنی یہ بات بالکل متحقق ہے کہ جو کچھ وہ سوال کریں گے میں وہ ان کو عطا کرنے پر قادر ہوں:

(﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [۳]

"شاید اس طرح راہ راست پر آجائیں" امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

(﴿ اَمَّن يُجِيبُ الْمُضطَرَّاِذَادَعَاهُ﴾ [۴]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آوازدیتا ہے" فسئل مالناندعو،ولایستجاب لنا؟فقال لانّکم تدعون مالاتعرفون و تسالون مالاتفهمون[۵]

---

۱) المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳ ۔)

۲) سورئہ بقرہ آیت/ ۱۸۶ ۔)

۳) سورئہ بقرہ آیت ۱۸۶ ۔)

۴) سورہ نمل آیت/ ۶۲ ۔)

۵) الصافی صفحہ ۵۷ (طبع حجریہ ۔ایران) سورئہ بقرہ آیت نمبر ۸۶ کی تفسیر میں ہے۔)

آپ سے سوال کیا گیا : ہم دعا کرتے ہیںلیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی ، آپ نے فرمایا : تم ان چیزوں کی دعا کرتے ہو جن کی تمہیں معرفت نہیں ہے اور وہ سوالات کرتے ہو جن کو تمسمجھتے نہیں ہو ۔

اس حدیث میں دعا مستجاب ہونے کے باب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سائل کواپنے سوال اور جس سے سوال کر رہا ہے ان سے با خبر ہونا چاہئے ۔

امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے :جس نے مجھ سے سوال کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ نفع و نقصان میری طرف سے ہے تومیں اس کی دعا قبول کرونگا

امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے :

تمدّحت بالغناء عن خلقک وانت اهل الغنیٰ عنهم،ونسبتهم الی الفقروهم اهل الفقرالیک،فمن حاول سدّ خلّته من عندک،ورام صرف الفقر عن نفسه بک،فقدطلب حاجته فی مظانهاواتٰی طلبته من وجهها (۱)

"تو نے اپنی تعریف یہ کی ہے کہ تو مخلوقات سے بے نیاز ہے اور اس بے نیازی کا اہل ہے اور تو نے مخلوقات کو فقر کی طرف نسبت دی ہے کہ وہ واقعا تیرے محتاج ہیں لہٰذا جو شخص بھی اپنی حاجت کو تیری بارگاہ سے پورا کرانا چاہتا ہے اور اپنے نفس سے فقر کو تیرے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے اُس نے حاجت کو اس کی منزل سے طلب کیا ہے اور مقصد تک صحیح رخ سے آیا ہے " حضرت امیرالمومنین علیہ السلام مناجات میں ارشاد فرماتے ہیں : سبحان الذی یتوکّل کلّ مومن علیه ویضطرکلّ جاحدالیه،ولایستغني احدٌ الا بفضل مالدیه (۲)

---

۱)صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا : ۱۳ ۔)

۲)بلد امین صفحہ ۹۶ ۔)

"پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس پر ہر مومن توکل کرتا ہے اور جس کے سامنے ہر انکار کرنے والا اپنے کو مضطر محسوس کرتا ہے اور کوئی بھی اس کے فضل کے بغیر بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے "

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ سجادیہ کی دعا نمبر ۷ میں فرماتے ہیں :

اَصبْ◌َحنْ◌َافِی قبضْ◌َتِکَ یحوْ◌ِینْ◌َامُلکْ◌ُکَ وَسُلطْ◌َانُکَ وَتَضمُّنَامَشِیَّتُکَ وَنَتصَرَّفُ عَن اَمرْ◌ِکَ وَنَتَقَلَّبُ فِی تَدبْ◌ِیرْ◌ِکَ لَیسْ◌َ لَنَامِنَ الاْ◌َمرْ◌ِاِلَّامَاقَضَیتْ◌َ وَمِنَ الخَ◌ْیرْ◌ِاِلَّامَااَعطْ◌َیتْ◌َ

"اور ہم بھی تیرے ہی قبضہ میں ہیں تیرا اقتدار تیری ساری سلطنت ہمارے سارے وجود پر حاوی ہے اور تیری مشیت ہمیں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے ۔ ہم تیرے ہی حکم سے تصرف کرتے ہیں اور تیری ہی تدبیر سے کروٹیں بدلتے ہیں ہمارا حصہ معاملات میں اتنا ہی ہے جس کا تو نے فیصلہ کر دیا ہے اور خیر بھی وہی ہے جو تو نے عطا کردیا ہے "

اور صحیفہ علویہ میں ہے:"مَن ذالذی یضارک ویغالبک اویمتنع منک او ینجومِن قدرکَ""کون تم کو نقصان پہنچاتا ہے اور کون تمہارا مقابلہ کرتا ہے یا وہ تم سے اجتناب کرتا ہے یا تیری قدر و قضا سے فرار کرتا ہے " یہ معرفت ہی تو ہے کہ دعا کرنے والا یہ جانتا ہے کہ اللہ اس سے قریب ہے اور ہر شئے اس سے بہت قریب ہے ،وہ اس (بندے) کے نفس میں ہونے والے وسواس سے بھی با خبر ہے وہ اس کے نفس سے اس کی شہ رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہے وہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہے خدا وند عالم کا ارشاد ہے : ﴿ وَاِذَاسَالَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ ﴾[1]

"اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں "

---

۱)سورۂ بقرہ آیت/ ۱۸۶۔)

(﴿ وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِن حَبلِ الْوَرِيدِ﴾)[1]

"اور ہم تواس کی شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں"

(﴿ اِنَّ اللّٰہَ یَحُولُ بَینَ الْمَرءِ وَقَلبِہِ﴾)[2]

"بیشک خدا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے" حضرت امیر المو منین علیہ السلام دعا میں ارشاد فرما تے ہیں:
اقترب الیک بسعة رحمتک التي وسعت کلّ شی ء وقد تریٰ یاربّ مکاني و تطلع علیٰ ضمیري وتعلم سري ولایخفیٰ علیک امري وانت اقرب اليَّ من حبل الورید[3]

"میں تیری اس وسیع رحمت سے قریب ہونا چاہتا ہوں جوہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے،تو میرے مکان سے بخوبی آگاہ ہے ،میرے ضمیر سے با خبر ہے،میرے رازوں کو جانتا ہے،میرا کوئی امر تجھ سے پوشیدہ نہیں اور تو میری شہ رگ حیات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے"

جمعہ کے دن کی دعا میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:
لااله الاالله المجیب لمن ناداه باخفض صوته،السمیع لمن ناجاه لاغمض سرّه،الرووف بمن رجاه لتفریج همّه القریب ممّن دعاه لتنفیس کربه وغمّه (۴ "کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اپنے بندے کی ہلکی سی آواز کا بھی جواب دیتا ہے وہ

---

۱)سورۂ ق آیت/ ۱۶۔)

۲)سورۂ انفال آیت/ ۲۴ ۔)

۳)البلد الامین صفحہ ۹۶ ۔)

۴)البلد الامین صفحہ ۹۳ ۔)

اس کی آواز کو بھی سنتا ہے جو اس کو اپنے راز کو پوشیدہ رکھ کر اسے پکارتا ہے اس شخص پر مہربان ہے جو اپنی مشکل دور کرنے میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے اس شخص سے قریب ہے جو اپنے غم کے دور ہونے کے سلسلہ میں اس سے دعا کرتا ہے "

امام علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں: سبق في العلوّفلاشي ءٍ اعلامنه،وقرب فی الدنوفلا شئی اقرب منه،فلا استعلا وه باعده عن شي ءٍ من خلقه ولاقربه ساواهم فی المکان به(۱)

"وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کردیا ہے اور نہ اس کے قرب نے اُسے دوسروں کی سطح پر لا کر اُن کے برابر کر دیا ہے "

۲۔اللہ سے حسن ظن

اللہ سے حسن ظن رکھنا اللہ کی معرفت کے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے ، اللہ اپنے بندو ںکو اتنا ہی عطا کرتا ہے جتنا وہ اللہ سے حسن ظن رکھتے ہیں اور اس کی رحمت اور کرم کی وسعت کا یقین رکھتے ہیں ۔

حدیث قدسی میں آیا ہے :

(اناعند ظن عبدي بيّ ،فلايظُنُّ بِيّ الا خيراً(۲)

"میں اپنے سلسلہ میں اپنے بندے کے ظن و گمان کے مطابق اس کی حاجت پوری کرتا ہوں اس سے قریب ہوں لہٰذا وہ میرے بارے میں خیر کے علا وہ کوئی ظن و گمان نہ رکھے "

---

۱)نہج البلاغہ خطبہ ۴۹)

۲)المیزان جلد ۲ صفحہ ۳۷۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: ادعواللّٰہ وانتم موقنون بالاجابة

"اللہ سے دعا مستجاب ہونے کے یقین کے ساتہ دعا کرو" اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب موسیٰ کو وحی کی: (مادعوتني ورجو تني فاني سامع لک [۱]

"اے موسیٰ جو کچہ مجہ سے دعا کرتے ہو اور مجہ سے امید رکھتے ہو میں اس کو تمہاری خاطر سنتا ہوں"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

(اذا دعوت فاقبل بقلبک وظنّ حاجتک بالباب (۲ "جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اپنی حاجت کو قبولیت کے دروازے پر سمجھو"

اور یہ بہی آپ ہی کا فرمان ہے: (فاذا دعوت فاقبل بقلبک ثم اسْتَيْقِن الاجابة [۳]

"جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اجابت کا یقین رکہو"

اس کے بالمقابل اللہ کی رحمت اور دعا کے مستجاب ہونے سے مایوس ہو جانا ہے یہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جانے کا ایک سبب ہے کبہی کبہی انسان اللہ سے دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرنے میں تاخیر کرتا ہے اور اس وقت تک تاخیر کرتا ہے جب تک وہ اس کی مصلحت کے مطابق

---

۱)وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵ ،،حدیث ۸۷۰۳۔)

۲)اصول کافی صفحہ ۵۱۹ ،اور وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵ حدیث۔ ۸۷۰۰)

۳)اصول کافی باب الاقبال علی الدعا۔)

نہ ہو جائے لیکن انسان اس کی معرفت نہیں رکھتا اور اللہ اس کو جانتا ہے لہٰذا انسان اللہ سے سوء ظن کر بیٹھتا ہے اور اللہ کی رحمت سے نا امید ہو جاتا ہے یہی نا امیدی اللہ کی رحمت میں مانع ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

"لایزال العبد بخیر و رجاء ورحمة من اللہ عزّوجلّ،مالم یستعجل، فیقنط،ویترک الدعاء،وقیل لہ:کیف یستعجل ؟قال:یقول:قد دعوت منذکذا وکذاومااریٰ الاجابة"[1]

"انسان اس وقت تک نیکی کی امید اور رحمت الٰہی میں رہتا ہے جب تک وہ جلدی بازی نہ کرے اور بندہ جلدبازی کرنے کے نتیجہ میں مایوس ہو جاتا ہے اور دعا کرناچھوڑدیتا ہے ۔امام سے سوال کیا گیا بندہ کی جلد بازی کرنے کا کیا مطلب ہے ؟ فرمایا وہ کہتا ہے :میں یہ دعا مانگ رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہو رہی ہے" احمدبن محمدبن ابی نصر سے مروی ہے کہ میں نے ابو الحسن کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

"جُعلت فداک إني قد سالت اللہ الحاجة منذ کذا وکذا سنة،وقددخل قلبي من ابطائھاشئٌ،فقال:یااحمد،ایاک والشیطان ان یکون لہ علیک سبیل حتّیٰ یقنطکاخبرني عنک لوانّي قلت لک قولاکنت تثق بہ منیفقلت لہ :جعلت فداک،اذالم اثق بقولک فبمن اثق،وانت حجة اللہ علیٰ خلقہ؟قال فکن باللہ اوثق،فإنّک علیٰ موعد من اللہ عزّوجلّالیس اللہ یقولوَإِذَاسَالَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ اُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ[2] وقال: لَاتَقنَطُواْ مِنْ

---

۱)اصول کافی صفحہ ۵۲۷)اور وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۷ حدیث ۸۷۱۱۔)

۲)سورئہ بقرہ آیت/ ۱۸۶۔)

رَّحمَۃِ اللهِ [1] **وقال:** وَاللهُ یَعِدُکُم مَغفِرَۃً مِنہُ وَفضلاً [2] فکن بالله اوثق منک بغیرہ ولاتجعلوافی انفسکم الاخیراًفانه لغفور لکم "[3]

"میری جان آپ پر فدا ہو میں پرور دگار سے ایک سال تک اپنی فلاں فلاں حاجتیں مانگتا رہا اب میرے دل میں ان کے قبول نہ ہو نے کے سلسلہ میں خدشہ آگیا ہے: آپ نے فرمایا: اے احمد شیطان سے بچو! اس لئے کہ وہ تمہیں مایوسی کے راستہ پر لگادے گا: مجھے ثبوت دو کہ اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو تم اس پر اعتماد کروگے: میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو اگر میں آپ کے فرمان پر اعتماد نہیں کرونگا تو پھر کس کے فرمان پر اعتماد پر کرونگا اور آپ تو مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر سب سے زیادہ اعتماد رکھو چونکہ خداوند عالم نے تم سے وعدہ کیا ہے "کیا پروردگار عالم نے نہیں فرمایا:

﴿وَإِذَاسَألَکَ عِبَادِی عَنّی فَإِنّی قَرِیبٌ أُجِیبُ دَعوَۃَ الدَّاعِ إِذَادَعَانِ﴾

"اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے" اور یہ فرمان: ﴿لَاتَقنَطُوامِن رَّحمَۃِ اللهِ﴾ "رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا" اور یہ فرمان: ﴿وَاللهُ یَعِدُکُم مَغفِرَۃً مِنہُ وَفَضلاً﴾

"اور خدا مغفرت اور فضل و احسان کا وعدہ کرتا ہے" لہٰذا تم سب سے زیادہ اللہ پر اعتماد کرو اور اپنے نفس میں خیر کے علاوہ اور کچھ نہ قرار دو بیشک اللہ تمہارے لئے غفور ہے۔

---

۱)سورۂ زمر آیت/ ۵۳۔)

۲)سورۂ بقرہ آیت/ ۲۶۸۔)

۳)قرب الاسناد صفحہ/ ۱۷۱۔)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: انّ العبد اذا عجل فقام لحاجته يعني انصرف عن الدعاء ولم يطل في الدعاء،والوقوف بين يدي الله طالباًللحاجة)يقول الله عزّوجلّ:امايعلم عبدياني اناالله الّذي اقضي الحوائج [(۱)]

"بندہ جب جلد بازی کرتا ہے تو وہ اپنی حاجت کے لئے قیام (یعنی دعا کرنے سے منصرف ہو جاتا ہے زیادہ دیر تک دعا نہیں مانگتا اور اللہ کی بارگاہ میںحاجت روائی کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے) کر لیتا ہے۔ پروردگار فرماتا ہے: کیا میرا بندہ نہیں جانتا بیشک میں خدا ہوں جو حاجتوں کو پورا کرنے والا ہوں؟" ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

(كان بين قول الله عزّوجلّ : قَدْاُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا (۲ خداوند عالم کے قول: قَدْاُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا اور فرعون کی تنبیہ کے درمیان (چالیس سال کا فاصلہ ہے" [(۳)]

اسحاق بن عمار سے مروی ہے: قلت لابي عبدالله عليه السلام:يستجاب للرجل الدعاء ثم يوخّر ؟ قال:نعم،عشرين سنة [(۴)]

"میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو کیا بندے کی دعا مستجاب ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں بیس سال تاخیر ہو سکتی ہے"

---

۱)وسائل الشیعہ صفحہ / ۱۱۰۶ حدیث ۸۷۰۹۔)

۲)سورئہ یونس آیت / ۸۸۔)

۳)اصول کافی جلد ۲ صفحہ / ۵۶۲۔)

۴)اصول کافی جلد ۲ صفحہ / ۵۶۲۔)

۳۔ اللہ کی بارگاہ میں اضطرار

دعا میں انسان کے لئے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے چونکہ مضطر خداوند عالم کے علاوہ کسی کو اس لائق نہیں پاتا جس سے امید لگائے اور اپنی حاجتوں کے لئے اس پر بھروسہ رکھے ۔

جب انسان اللہ اور اللہ کے علاوہ اس کے بندوں میں سے کسی سے اپنی امید لگائے رہتا ہے تو اس کو خدا وندعالم سے جس طرح لو لگانی چاہیئے تھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے نفس میں اللہ سے مضطر ہونے کی حالت نہیں پیدا کی حالانکہ دعا کے مستجاب ہونے کی بنیادی شرط وہی ہے ۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے وقت (فرمایا) :

وبالإخلاص يكون الخلاص فاذااشتدَالفزع فالى الله المفزع[1]

"انسان اخلاص کے ذریعہ ہی چھٹکارا حاصل کرتا ہے جب زیادہ شدت و اضطراب و گھبراہٹ ہو گی تو انسان اللہ سے خوف کھائے گا "مجبوری کی حالت میں انسان کی تمام امیدیں ہر ایک سے منقطع ہو جاتی ہیں اور صرف اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اور خدا کے علاوہ وہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا

روایت کی گئی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی : ادعني دعاء الحزين الغريق ليس له مغيث،ياعيسىٰ!سلنى ولا تسال (غيري)،فيحسن منك الدعاء،ومنيّ الاجابة[2]

"اے عیسیٰ جس کا کوئی فریادرس نہ ہو اس کی طرح گڑگڑاکر محزون ورنجیدہ ہو کر مجھ سے دعا

---

۱)وسائل اشیعة جلد۴ صفحہ/ ۱۱۲۱ حدیث ۸۷۶۴ ۔)

۲)وسائل اشیعة جلد۴ : صفحہ نمبر ۱۱۷۴ حدیث ۸۹۵۸ ۔)

مانگو، میرے علاوہ کسی اور سے دعا نہ مانگو جو مجھ سے اچھی دعا مانگے گا تو میں ضرور مستجاب کرونگا"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اللہ سے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الٰهي ليس تشبه مسالتي مسالة السائلين لأنّ السائل اذا مُنع امتنع عن السوال،وانالاغناء بي عمّاسالتک علىٰ كل حال،الٰهي اِرضَ عني،فان لم ترضِ فاعف عني،فقديعفوالسيدعن عبده وهوعنه غيرراضٍ الٰهي كيف ادعوک وانا انا؟وكيف ائاس منک وانت انت ؟ [۱]

"پروردگار میرا مسئلہ سائلوں کے سوالوں جیسا کب ہو سکتا ہے چونکہ سائل کو جب منع کر دیا جاتا ہے تو وہ سوال کرنے سے رک جاتا ہے اور میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہوں مجھے تو ہر حال میں تجھ سے سوال کرنا ہی ہے،خدایا مجھ سے راضی ہو جا،اگر تو مجھ سے راضی نہیں ہوتا تو مجھ کو معاف فرما دے، کیونکہ آقا اپنے غلام کو راضی نہ ہونے کی صورت میں بھی معاف کر دیتا ہے،پروردگار میں تجھ سے کیسے دعا کروں حالانکہ میں میں ہوں ؟اور تجھ سے کیسے مایوس ہوں حالانکہ تو تو ہے ؟"

اسی کو حالت اضطرار کہا جاتا ہے جس میں بندہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پناہ گاہ نہیں سمجھتا اور اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے ۔ جیسا کہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حالت اضطرار اللہ کی یاد میں غرق ہو جانا ہے جب بندہ اس بات سے با خبر ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے پر مضطر ہے اور اللہ کے علاوہ اس کا کوئی اور نہیں ہے جس کی بارگاہ میں وہ اپنی حاجت پیش کر سکے تو وہ اسی کی یاد میں غرق ہو جاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لو نہیں لگاتا وہ اللہ کی ہی یاد میں منہمک رہتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کی یاد میں منہمک نہیں ہوتا ہے ۔

---

۱)البلد الامین صفحہ ۳۱۶۔)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں: (وَاجعَلنِی مِمَّن یَدعُوکَ مُخلِصاً فِی الرَّخَاءِ دُعَاءُ المُضطَرِّینَ لَکَ [1]

"مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو سکون کے لمحات میں اس خلوص سے دعا کرتے ہیں جس طرح پریشانی کے اوقات میں مضطر لوگ دعا کرتے ہیں" ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

اَللَّهُمَّ اِنِّی اَخلَصتُ بِانقِطَاعِي اِلَیکَ وَاَقبَلتُ بِکُلِّي عَلَیکَ وصَرَفتُ وَجهِي عَمَّن یُّحتَاجُ اِلیٰ رِفدِکَ وَقَلَبتُ مَسالَتِي عَمَّن لَم یَستَغنِ عَن فَضلِکَ وَرَایتُ اَنَّ طَلَبَ المُحتَاجِ اِلیٰ المُحتَاجِ سَفهٌ مِن رَایِهِ وَضَلَّةٌ مِن عَقلِهِ [2]

"خدایا میں مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہا ہوں اور پورے وجود کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں میں نے اپنا رخ ان تمام لوگوں سے موڑلیا ہے جو خود ہی تیری عطا کے محتاج ہیں اور اپنے سوال کو ان کی طرف سے ہٹا لیا ہے جو خود بھی تیرے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہیں اور میں نے یہ اندازہ کرلیا ہے کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا فکر کی نادانی اور عقل کی گمراہی ہے" ان باتو ں پر زور دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان وہ مادی وسائل واسباب جن کو اللہ نے لوگوں کی حاجتوں کوپورا کرنے کا وسیلہ قرادیا ہے ان کا سہارا نہ لے جبکہ اللہ نے ان کا سہارا لینے کا حکم دیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان اسباب کو اپنی مشیت وارادہ میں دائمی قراردیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

واذا اراد احدکم ان لایسال ربّه شیئاالّااعطاه فلییاس من الناس کلهم،

---

۱) صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا ۲۲ ۔

۲) صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا ۲۸ ۔

ولایکون له رجاء الّاعنداللهعزّوجلّ،فاِذاعلِمَ اللہ ذٰلک من قلبه لم یساله شیئاالّا اعطاه[1]

"جب تم میں سے کوئی ایک یہ ارادہ کرے کہ ان کا پروردگار ان کو عطا کرنے کے علا وہ ان سے کسی چیز کاسوال نہیں کرتا ہے اور وہ اللہ کے علا وہ کسی اور سے کوئی امید و آرزو نہیں رکھتا ہے ،جب پروردگار عالم اس کے دل کی اس حالت سے آگاہ ہو جاتا ہے تو وہ (خدا) اس (بندہ) کو عطا کرنے کے علاوہ کوئی سوال نہیں کرتا ہے "

۴۔انہیں راستوں سے جاناجو خدا نے بتائے ہیں

اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت فروتنی کرنا اور یہ فروتنی اُن ہی طریقوں سے کی جائے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے ۔

روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے چالیس رات اللہ کی عبادت کی اورپھر اللہ سے دعا کی اور وہ مستجاب نہ ہو سکی تو اس نے عیسیٰ بن مریم علیہا السلام سے گلہ شکوہ کیا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے خداوند عالم سے اس کے متعلق سوال کیا تو پروردگار عالم نے فرمایا:

("یاعیسیٰ !انّه دعاني،وفي قلبه شک منک "(۲ "اے عیسیٰ اس نے مجھ سے دعا کی لیکن اس کے دل میں تمہارے متعلق شک تھا "

---

۱)تفسیر صافی :۵۸،طبع الجحریۃ۔ایران ،اصول کافی :۳۸۲،وسائل الشیعہ جلد ۴)۱۱۷۴ ،حدیث ۸۹۵۶۔ /

۲)کلمۃ اللہ حدیث ۳۷۱۔)

۵۔خداوند عالم کی طرف پوری قلبی توجہ

دعا قبول ہونے کی سب سے اہم شرط یہی ہے بیشک دعا کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے دل کو خدا کے سامنے جھکا دے اگر انسان کا دل اللہ کے علاوہ دنیا کے مشاغل میں سے کسی ایک کی طرف لگا ہوا ہو تو انسان دعا کی حقیقت کو محقق نہیں کرسکتا ہے ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:(انّ اللہ عزوجلّ لایقبل دعاءً بظھرقلب ساہٍ)[1]

"بیشک خدا وند عالم بھلا دینے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا "آپ کا ہی فرمان ہے :

(فاذادعوت اقبِل بقلبک ثم استیقن الاجابة)[2]

"جب تم دعا کرو تو پہلے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو پھر اس کے مستجاب ہونے کا یقین کرو " اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ (امیر المومنین علیہ السلام)نے فرمایا :(لایقبل اللّٰہ عزّوجلّ دعاء قلب لاہٍ)[3]

"خدالہو ولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے " حدیث قدسی میں آیا ہے :

(یاموسیٰ ادعني بالقلب النقي واللسان الصادق)[4]

"اے موسی مجھ سے پاک وصاف دل اور سچی زبان سے دعا کرو " رسول اللہ (ص) نے حضرت علی علیہ السلام سے وصیت میں فرمایا :

---

۱)اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء۔)

۲)اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء حدیث ۱۔)

۳)اصول کافی باب الاقبال علی الدعا ح ۲۔)

۴)بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۔)

لایقبل اللّٰہ دُعاء قلب ساہٍ[1]"اللہ سہو کرنے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا "

سلیمان بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

انّ اللہ عزوجلّ لایستجیب دعاء بظھرقلب ساہ فاذا دعوت اقبِل بقلبک ثم استیقن الاجابة[2]

"خداوند عالم ظاہری طور پر فراموش کار قلب کی دعا قبول نہیں کرتا ،پہلے دعا کو اپنے دل کے سامنے پیش کرو پھر اس کے قبول ہو نے کا یقین کرو " اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے :

(انّ اللہ عزّوجلّ لَایستجیب دعاء بظھرقلب قاس [3]

"بیشک خداوند عالم قسی القلب کی دعا قبول نہیں کرتا "

دعا میں اللہ کے سامنے اپنے دل کا جھکانا ضروری ہے اور اپنے کو اللہ کے حضور میں پیش کرنا ہے لہو ولعب ،سہو اور قساوت یہ تینوں چیزیں انسان کو اللہ کے سامنے دل جھکا نے سے روک دیتی ہیں

ہم ماثورہ دعاؤں میں پڑھتے ہیںکہ دعا کر نے والا خدا کے سامنے دعا کی حالت میں آئے اور ایسا نہ ہو کہ اس کے دل اور زبان الگ الگ چیزوں میں مشغول ہو ں وہ زبان سے تو دعا کر رہا ہو لیکن اس آدمی کا دل دنیا وی کا موں میں مشغول ہو ۔ عارف فقیہ شیخ جودا ملکی تبریزی اپنی کتاب (المراقبات)میں تحریر کرتے ہیں :جان لو جب تک تمہاری روح اور تمہارا دل صفات دعا سے متصف نہ ہو اس وقت تک تمہاری دعا قبول نہیں ہو سکتی

---

۱)من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹ ۔)

۱۱۰۵ ،حدیث ۸۷۰۵ ۔ / ۲)وسائل الشیعہ جلد ۴)

۱۱۰۶ ،حدیث ۸۷۰۷ ۔ / ۳)وسائل الشیعہ جلد ۴)

اور صفات دعا سے متصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعا تمہارے راز، روح اور دل سے جاری ہو،

مثال کے طور پر جب تم یہ کہو "ارجوکَ لکل خیر" میں تجھ سے ہر خیر و اچھائی کی امید رکھتا ہوں۔ تو تم کو اپنے باطن، روح اور دل سے اللہ سے امید کرنا چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ آثار ہوتے ہیں اور ان آثار کا تمہارے اعمال سے اظہار ہونا چاہئے تو جس کے باطن اور حقیقت میں آرزو محقق ہو جائے تو گویا وہ مجسم آرزو ہو جائے گا اور یہ جس کی روح میں ہو تو گویا اس کی زندگی آرزو کے ذریعہ ہوگی، جو اپنے قلب کے ذریعہ آرزو مند ہو گا تو قصد و اختیار سے صادر ہونے والے اس کے اعمال آرزو کے ہمراہ ہوں گے لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارے معاملات میں کچھ آرزو نہ پائی جائے اس کو اپنے اعمال میں آزماؤ۔ یہ دیکھو کہ کیا تم کو اپنی حرکات میں آرزو کا اثر یعنی طلب نظر آرہا ہے یا نہیں ؟ کیا تم نے معصوم علیہ السلام کا قول نہیں سنا: "مَن رَجَا شَیئاً طَلَبَہُ" "جو شخص کسی چیز کی آرزو رکھتا ہے اس کو طلب کرتا ہے" اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ تم دنیوی امور میں آرزو مند اہل دنیا کے حالات میں اس مطلب کو دیکھو گے کہ جب وہ کسی شخص یا شئے سے کسی خیر کی امید کرتے ہیں تو وہ اپنی امید کی مقدار بھر اس شخص سے اس کو طلب کرتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تاجر اپنی تجارت سے جدا نہیں ہوتا، ہنر مند اپنے ہنر سے چپکا رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجارت اور پیشہ میں بھلائی کی امید کرتے ہیں اسی طرح ہر جماعت اپنی مراد کو اس چیز میں تلاش کرتی ہے جس میں ان کو امید ہوتی ہے اور جب تک ان کو مل نہیں جاتا جدا نہیں ہوتے، مگر جنت اور آخرت کا امید وار اور فضل و کرامت الٰہی کا امید وار۔ صفات کے یہ آثار ایسے نہیں ہیں جن کا خداوند عالم نے حکم لگایا ہو اور آپ روش الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے لیکن گڑبڑی دعوے کی حقیقت سے مشتبہ ہونے میں پیش آتی ہے ورنہ جب ذرّہ برابر امید نظر آتی ہے تو اس کے پاس اتنی ہی طلب ہوتی ہے اور اسی طرح الیٰ آخر اس مطلب کو اخذ کر لیجئے۔

آرزو ہی کی طرح تسبیح، تہلیل، تحمید، تضرع، استکانت، خوف، استغفار اور توبہ جیسے مطالب دعا ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی کچھ حقیقتیں اور دعوے ہیں چنانچہ حقیقت کا اثر تخلف پذیر نہیں ہوتا ہے۔

۶۔دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا

جب انسان اپنی دعا مستجاب کرانے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے قلب پر رقت طاری کرنا ضروری ہے اور انسان اپنے دل پر رقت طاری کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے تو وہ صاف وشفاف ہو جاتاہے، اللہ اور اس بندے کے درمیان سے مانع ہونے والی چیزیں ہٹ جاتی ہیں اور بندہ اللہ سے قریب ہو جاتا ہے ۔

دعا اور سوال کرنے کے طریقوں میں دل پر رقت طاری ہونا موثر ہے اور روایات میں دعا کرتے وقت اپنے کو اسکی بارگاہ میں ذلیل وخوار کرکے پیش کرنا وارد ہوا ہے ۔ احمد بن فہد حلی نے کتاب (عدۃ الداعی)میں نقل کیا ہے :

اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذاابتہل ودعاکان کمایستطعم المسکین[۱]

"جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ وزاری فرماتے تھے تو آپ کی وہی حالت ہوتی تھی جو مسکین کی کھانا طلب کرتے وقت ہوتی ہے" روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام پروحی نازل فرمائی: الق کفیک ذُلّابین یديّ کفعل العُبیدالمستصرخ الی سیّدہ،فاذا فعلت ذالک رحمت،واناکرم الاکرمین القادرین[۲]

۱)عدۃ الداعی صفحہ/ ۱۳۹ ،والمجالس للمفید صفحہ/ ۲۲ ۔)

۲)عدۃ الداعی صفحہ/ ۱۳۹ ۔)

"میرے سامنے تم اُس ذلیل وخوار غلام کی طرح آؤ جو اپنے آقا کے سامنے بالکل ذلیل وخوار ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ غلام ایسا کرتا ہے تو آقا اس پر رحم کرتا ہے اور میں سب سے زیادہ اکرام کرنے اور قدرت رکھنے والا ہوں " محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس فرمان :

(فَمَااستَکَانُواْ لِرَبِّهِم وَمَایَتَضَرَّعُونَ (۱)

"پس وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں گے اور گمراہ ہی ہوتے جائیں گے " کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا :

سالت اباجعفرعلیہ السلام عن قول اللہ عزّوجلّ: فَمَااستَکَانُوالِرَبِّهِم وَمَایَتَضَرَّعُونَ فقال علیه السلام:الاستکانة هي الخضوع،والتضرع،هورفع الیدین والتضرع بهما (۲)

" استکانت سے مراد خضوع اور تضرع سے مراد دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑانا "

دعا میں اس طرح کے طریقوں کا مقصد لوگوں کے لئے واضح نہیں ہے ،شک کرنے والے لوگ، لوگوں کو دعا کے طریقوں میں شک کرنے والا بنا دیتے ہیں ۔ہم دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کیوں دعا کریں ؟ کیا اللہ آسمان کی طرف ہے جو ہم آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کریں؟ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ان کے لئے یہ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے لیکن دعا کے اس طریقہ کو ہم نے اللہ کے سامنے خضوع وخشوع کرنے سے اخذ کیا ہے اور یہ علامت ونشانی دل پر رقت طاری ہونے اور سختی کو دور کرنے اور اللہ کے سامنے خضوع وخشوع پیش آنے میں موثر ہے۔

---

۱)سورہ مومنون آیت / ۷۶۔)

۲)اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸۔)

طبرسی نے کتاب احتجاج میں اباقرہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا :

مابالکم اذا دعوتم رفعتم ایدیکم الیٰ السماء؟قال ابوالحسن علیہ السلام: إنّ اللہ استعبدخلقه بضروب من العبادةواستعبدخلقه عندالدعاء والطلب والتضرع ببسط الایدي ورفعهاالیٰ السماء لحال الاستکانة،علامة العبودیةوالتذلل له[1]

"کیا وجہ ہے کہ آپ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں ؟ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا :خداوند عالم نے بندوں کو عبادت کے کئی طریقہ بتلائے ہیں اور اس نے اپنی مخلوق کو دعا ،تضرع اور طلب کرتے وقت ہاتھوں کوآسمان کی طرف بلند کرکے خشوع کی حالت کی تعلیم دی ہے اور یہ خدا کی عبودیت اور خشوع وخضوع کی علامت ہے "

رقت طاری ہونے کے اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے ۔انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اس وقت کو غنیمت شمار کرے اس لئے کہ ان اوقات میں خداوند عالم کی بے حساب رحمت نازل ہوتی ہے ،نہ یہ کہ خدا کی رحمت نازل ہونے کا کوئی وقت محدود اور مخصوص ہے بلکہ اللہ کی رحمت کے استقبال کرنے کا وقت محدود اور اس کی خاص حالت ہے اور وہ حالت رقت کا طاری ہونا ہے جب انسان کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے تو اس کے لئے رحمت کا استقبال کرنا ممکن ہے ۔ رسول اللہ (ص) سے مروی ہے :

(اغتنمواالدعاء عند الرقة فإنّها رحمة [2]

"رقت طاری ہونے کے وقت کو اپنے لئے غنیمت سمجھو اس لئے کہ یہ رحمت ہے "

---

۱)اصول کافی صفحہ ۵۲۲ ۔ وسائل اشیعہ جلد ۴ ۱۱۰۱ حدیث ۸۶۸۷ ۔

۲)بحار الانوار جلد۹۳ صفحہ ۳۱۳ ۔)

ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

(اذا رقّ احدکم فلیدع؛فاِنّ القلب لایرقّ حتیٰ یخلص (۱ "جب تم میں سے کسی ایک پر رقت طاری ہو جائے تو اسے دعا کرنا چاہیئے اس لئے کہ جب تک دل میں اخلاص نہ ہو اس وقت تک اس پر رقت طاری نہیں ہو سکتی"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: (اذااقشعرّجلدک ودمعت عیناک،فدونک دونک فقد قصد قصدک [۲]

"جب تمہاری جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو اس حالت کو ضرور غنیمت سمجھو کیونکہ تمہاری یاد کی برآوری نزدیک ہو چکی ہے"

حدیث بہت دقیق ہے ،بیشک دعا مستجاب ہونے کے لئے دعا کرنے والے کی حالت کا براہ راست رابطہ ہے ،جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور اس میں خشوع آجاتا ہے تودعا کرنے والا دعا کے مستجاب ہونے کے بہت قریب ہو جاتا ہے اس کے بر خلاف جب دعا کرنے والا قسی القلب ہو جاتا ہے تو اس کی دعا مستجاب ہونے سے بہت دور ہو جاتی ہے۔

اسلامی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ نفس کے انکسار اور دل پر رقت طاری ہونے کے وقت سے استفادہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ انسان اس دنیا کے مصائب کو اللہ سے دعا اور سوال کرکے آسان کر لیتا ہے۔

یہی اوقات انسان کو اللہ کی بارگاہ میں جھکنے اور اس کی رحمت کا استقبال کرنے کے لئے زیادہ آمادہ کرتے ہیں ،اس کا راز یہ ہے کہ انسان خودپر طاری ہونے والی رقت کے بغیر خدا کے سامنے جھکنے اور رحمت کا استقبال کرنے کے لئے متمکن نہیں ہوتا ہے،جو انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکنا اور دعا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے دعا میں رقت کا طاری کرنا ضروری ہے۔

۱۱۲۰۔حدیث صفحہ ۸۷۶۱،اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۱۔۱:)وسائل اشیعہ جلد ۴)

۲)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۴۱،حدیث/ ۸۷۶۳۔)

اسحاق بن عمار سے مروی ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

ادعوافاشتهى البكاء،ولا يجيئني،وربّماذكرت بعض مَنْ مِنْ مات اهلي فارقّ وابكي،فهل يجوزذالک؟فقال: نعم،فتذكّرفاذا رققت فابکِ،وادع ربک تبارک وتعالیٰ [1]

"میں دعا کرتا ہوں اور رونا چاہتا ہوں لیکن مجھے رونا نہیں آتا لیکن جب اپنے مرنے والے رشتہ داروں کو یاد کرتا ہوں تو گریہ کرنے لگتا ہوں کیا یہ جائز ہے امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں تم ان کو یاد کرو اور جب رقت پیدا ہو جائے تو گریہ کرو اور خداوند عالم سے دعا کرو"

سعد بن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

(إنّي اتباكي في الدعاء،وليس لي بكاءقال: نعم [2]

"میں دعا کرتے وقت دوسروں کو رُلا دیتا ہوں لیکن خود نہیں روتا۔ تو آپ نے فرمایا: ہاںیعنی بہت اچھی بات ہے"

ابو حمزہ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر سے فرمایا:

اِنْ خفت امراً يكون اوحاجة تريدها،فابدابالله فمجّده،واثن عليه كما هواهله،وصلّ علىٰ النبي وسل حاجتک،وتباک إنّابي كان يقول:

---

۱) اصول کافی جلد ۲ صفحہ / ۵۲۳۔ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفح ۱۱۲۲ حدیث ۸۷۶۷۔

۲) وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۲ حدیث ۸۷۶ ۱۔ اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۳۔

(إنّ اقرب مايكون العبد من الربّ عزّوجلّ وهوساجد باكٍ [1]

"اگر تم پر کوئی امر(بات) مخفی ہو یا تمہاری کوئی حاجت ہو اور تم حاجت روائی چاہتے ہو تو تم اس کی ابتداء اللہ کی تمجید سے کرو ،خدا کی ایسی حمد وثنا کرو جس کا وہ اہل ہے ،نبی پر صلوات بھیجو اور حاجت پیش کرو اور گریہ وزاری کرو۔۔۔بیشک میرے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے :بیشک پروردگار عالم کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو گریہ وزاری کی حالت میں سجدہ ریز ہو "

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سجدوں میں یہ ذکر فرماتے تھے : سجدوجهي الذليل لوجهک العزيز،سجدوجهي البالي لوجهک الدائم الباقي،سجدوجهي الفقيرلوجهک الغنيسجدوجهي وسمعي وبصري ولحمي ودمي وجلدي وعظمي وماقلت الارض منّي للهربّ العالمين [2]

"میں اپنے حقیرچہرہ کے ذریعہ تیری مقتدر ذات کے سامنے سجدہ ریز ہوا میں نے اپنے بوسیدہ چہرہ کے ذریعہ تیری بے نیاز ذات کے سامنے سجدہ کیا میں نے اپنے چہرے ،کان ،آنکھ ،گوشت ،خون ،کھال ،ہڈی اور ان چیزوں کے ذریعہ تمام جہان کے پالنے والے خدا کے سامنے سجدہ کیا جن کا بار زمین پر ہے "

۷۔مشکلات اور راحت و آرام میں ہمیشہ دعا کرنا

اسلامی روایات میں ہمیشہ آسانی کے وقت دعا کرنے کو پریشانی کے وقت دعا کرنے پر مقدم رکھنے پر زور دیا گیا ہے ۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے :

---

۱)اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۴،وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۲۲،حدیث ۸۷۷۰۔)

۲)البلد الامین صفحہ /۳۳۱۔)

(تعرّف الی اللہ في الرخاء یعرفک في الشدّة [۱]

"تم آسانی کے وقت اللہ کو پہچانو (اللہ کا تعارف کراؤ) وہ تمہارا سختی کے وقت خیال رکھے گا (یعنی تمہاری مشکل آسان کردیگا)"

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے: مَنْ تقدّم في الدعاء استجیب له اذا نزل البلاء،وقیل:صوت معروف، ولم یحجب عن السماء،ومن لم یتقدم فی الدعاء لم یستجیب له اذانزل البلاء، وقالت الملا ئکة :ذاالصوت لانعرفه [۲]

"جس شخص پر مصیبتیں پڑرہی ہوں اورپھر بھی دعا کو مقدم رکھے یعنی دعا کرتا رہے تو اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے ،اور کہاگیا ہے کہ اسکی ایک مشخص ومعین آواز ہوتی ہے جس میں آسمان بھی مانع نہیں ہوتے ہیں اور جو آسانی کے وقت دعا مقدم نہیں کرتا تو بلائیں نازل ہوتے وقت اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ملائکہ کہتے ہیں :ہم اس آواز سے آشنا نہیں ہیں "

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے :(إنّ الدعاء في الرخاء یستخرج الحوائج في البلاء [۳]

"آسانی کے وقت دعا کرنا مصیبتوں میں حاجتوں کو روا کرتا ہے " امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے :

(مَنْ سرّ ه ان یُستجاب له في الشدّة فلیکثرالدعاء فی الرخاء (۴ "اگر کوئی سختیوں میں اپنی دعا قبول کرانا چاہتا ہے تو اس کو آسانی کے اوقات میں بہت زیادہ دعائیں کرنا چاہیئے"

۔ ۱)وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۰۹۷ حدیث ۸۶۷۲ ۔)

(۲)وسائل اشیعہ جلد ۴ / ۸۶۶۴ ۔ / حدیث ،۱۰۹۶

(۳)وسائل الشیعہ جلد ۴ : ۸۶۶۵ ۔ / حدیث ،۱۰۹۶

۴)وسائل الشیعہ جلد ۴ ۔ ۱۰۹۶ ،حدیث / ۸۶۶۰ ۔)

اورآپ ہی کا فرمان ہے: كان جدي يقول:تقدّموا في الدعاء، فإنّ العبد اذاكان دعّاءً فنزل به البلاء فدعا، قيل: صوت معروف واذالم يكن دعّاءً، يقول: فنزل به البلاء، قيل:اين كنت قبل اليوم ؟[1]

"میرے جد فرمایا کرتے تھے:دعا میں پیش قدمی کرو بیشک جب بندہ بہت زیادہ دعا کرتا ہے اور اس پر مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں تو بھی دعا کرتا ہے، تو اس کو ندا دی جاتی ہے یہ جانی پہچانی آواز ہے اور جب وہ زیادہ دعا نہیں کرتا اور اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں تو اس سے کہا جاتا ہے: اس سے پہلے تم کہاں تھے ؟"

یہ روایات بہت ہی دقیق و لطیف معنی کی طرف اشارہ کرتی ہیں بیشک دعا کا مطلب اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دینا دعا کا پُر معنی اور دعا کو مستجاب ہونے کے نزدیک کرتا ہے اور جتنا زیادہ انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکتا ہے اتنا ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

جب انسان مکمل طور سے خدا کی بارگاہ میںخلوص دل سے اپنے کو جھکا دے اور بالکل خدا ہی سے لو لگائے تو اس وقت دعا اور دعا مستجاب ہونے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور جتنا خدا کی بارگاہ میں جھکے گا اتنا ہی اس کی دعا مستجاب ہوگی، خدا کی بارگاہ میں جھکنا اور اس کے سامنے خشوع وخضوع سے پیش آنا انسان کو زیادہ دعا کرنے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔

انسان کی زندگی کا کوئی بھی عمل ہو اس کی شان یہی ہونی چاہئے اور انسان جتنی زیادہ دعا کرے گا اتنا ہی اس کا دل اللہ کی بارگاہ میں جھکے گا اور اس کا دل اللہ کی اطاعت کرنے کے لئے آمادہ ہوگا۔

---

۱)وسائل الشیعہ جلد۴۔ ۱۰۹۶، حدیث / ۸۶۶۷۔)

پس جب انسان پر مصیبت پڑے گی اور اس کا دل مصیبت نازل ہوتے وقت اللہ کا مطیع ہو گا اور فوری طور پر خدا کی طرف متوجہ ہوگا تو اسکی دعا استجابت کے قریب ہوگی اور اس دن اسکی دعا اور استجابت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔

فضل بن عباس سے مروی ہے: قال لي رسول اللّٰہ ص):احفظ اللّٰہ یحفظک احفظ اللّٰہ تجدہ امامکتعرّف الی اللّٰہ في الرخاء یعرفک في الشدّة [۱]

"مجھ سے رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے تم آسانیوں میں خدا کا تعارف کراؤ وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا" حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے مروی ہے: لم ارَ مثل التقدم في الدعاء،فانّ العبد لیس تحضرہ الاجابة في کلّ ساعة[۲]

"دعا کو مقدم کرنے سے زیادہ میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا اس لئے کہ بندہ کی دعا ہر وقت قبول نہیں ہوتی ہے"

جناب ابوذر سے مروی ہے: قال رسول اللّٰہ ص): یااباذرتعرّف الیٰ اللّٰہ فی الرخاء یعرفک في الشّدة،فإذاسالت فاسال اللّٰہ،واذا استعنت فاستعن باللّٰہ [۳]

---

۱) من لایحضرہ الفقیہ جلد ۲۔ صفحہ / ۳۵۸۔

[۲] ارشاد مفید صفحہ / ۲۷۷۔)

۳) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ / ۱۰۹۸ ، عدة الداعی لابن فہد حلی صفحہ / ۱۲۷۔)

"رسول خدا (ص) نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر تم آسانیو ںمیں اللہ کی معرفت حاصل کرو تو وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا اور جب تمہیں کوئی سوال درپیش ہو تو اللہ سے سوال کرو اور جب کسی مدد کی ضرورت پڑے تو اللہ سے مدد مانگو"

حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے: ینبغي للمومن انْ یکون دعائه في الرخاء نحواًمن دعائه في الشدّة، لیس اذااعطی فتر،فلا تملّ الدعاء فإنّه من الله عزّوجل بمکانٍّ(۱)

"مومن کو سختی اور آسانی دونوں میں ایک ہی طریقہ سے دعا کرنا چاہیئے ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ نعمت ملنے کی صورت میں دعا میں سستی پیدا ہو جائے لہٰذا دعا کرنے سے مت تھکو کیونکہ دعا کا خداوند عالم کے نزدیک درجہ ہے"

۸۔ عہد خدا کو وفا کرے

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علسیہ السلام سے مروی ہے: إان اللہ تعالیٰ یقول:اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ(۲)وإانّ ندعوه فلایستجاب لنا

(فقال: لانکم لاتوفون بعهد الله وإان اللهیقول: ﴿افوا بعهدی اوفِ بعهدکم﴾ ۳ واللهلووفیتم للهلوفیٰ لکم(۴)

آپ سے سوال کیا گیا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ "تم مجھ

۱)وسائل اشیعہ جلد۴ صفحہ / ۱۱۱۱ حدیث / ۸۷۲۹۔)

۲)سورۂ مومن آیت ۶۰۔)

۳)سورۂ بقرہ آیت ۴۰۔)

۴)تفسیر الصافی: ص ۵۷ (ط حجریۃ)تفسیر آیت ۱۸۶ از سورۂ بقرہ۔)

سے دعا کرو میں پوری کرونگا "ہم دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی ہے ۔آپ نے فرمایا: تم اللہ کے عہد کوپورا نہیں کرتے ہو اور اللہ فرماتا ہے:

﴿اَوفْ ُوابِعَھدْ ِی اُوفِ بِعَھدْ ِکُم﴾

"تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا "

۹۔ دعا اور عمل کا ساتھ

دعا قبول ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دعا عمل سے متصل ہونی چاہئے، بغیر عمل کے دعا کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتی ہے اور عمل دعا سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہے ۔

اس میں دو باتیں ہیں پہلی بات یہ ہے کہ:دعا عمل کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے

رسول خدا (ص) نے جناب ابوذر سے فرمایا:

یااباذرمثل الّذي یدعوبغیرعمل کمثل الذي یرمي بغیر وتر [۱] "اے ابوذر عمل کے بغیر دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے شخص کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینک رہا ہو"

عمربن یزید سے مروی ہے :میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے:

لاقعدنّ فی بیتي،ولاصلینّ ولاصومنّ،ولاعبدنّ ربّي،فامّا رزقي فسیاتیني،فقال:ھذااحد الثلاثةالّذین لایستجاب لھم [۲]

"میں اپنے گھر میں بیٹھوں گا ،نماز پڑھونگا ،روزے رکھوں گا اور اپنے پروردگار کی عبادت

---

۱)وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ۔ابواب دعا باب ۳۲ ح ۳۔)

۲)وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ۴:۶۰۔حدیث / ۸۹۱۳۔)

کرونگا اور مجھے بغیر کام کئے رزق بھی ملے گا "آپ نے فرمایا: یہ ان تین افراد میں سے ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی " امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

(الداعي بلاعمل كالرامي بلا وتر (۱ "بغیر عمل دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے کے مثل ہے جو بغیر کمان کے تیر چلا رہا ہے"

آپ ہی کا فرمان ہے: ثلا ثة ترد عليهم دعوتهم : رجل جلس فى بيته وقال:يارب ارزقني،فيُقال له :الم اجعل لک سبيلاً الىٰ طلب الرزق ۔۔۔[۲]

"تین طرح کے لوگوں کی دعا رد کردی جاتی ہے: ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھ کر کہے: اے پروردگار مجھے رزق عطا کرتو اس کو جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہارے رزق طلب کرنے کے لئے کوئی راستہ معین نہیں کیا ہے۔۔۔"

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کی اصلاح اور ہدایت کے لئے خدا سے دعا کرے لیکن وہ اس کی تربیت کا کوئی اہتمام نہ کرے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی، اور یہ دعا ان چیزوں میں سے ہے جو اس کے مستجاب ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہے اسی طرح اگر کوئی مریض ڈاکٹر سے مراجعہ کئے بغیر اپنے مرض سے چھٹکارے کی خاطر خدا سے دعا کرتا ہے اور دوا نہیں کھاتا ہے اور شفاء کے لئے دوسری لازمی چیزوں کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو یہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہے۔

---

۱)وسائل الشیعہ جلد ۴:۷۵ا ا ۔حدیث ۸۹۶۵۔)

۱۱۷۵ ،حدیث ۔ ۸۹۶۵ ۔ / ۲)وسائل الشیعہ جلد ۴)

دوسری بات یہ ہے کہ عمل دعا سے بے نیاز نہیں ہے عمل کے بغیر دعا نہیں ہو سکتی ۔

حضرت رسول خدا (ص) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : یدخل الجنة رجلان کانایعملان عملاًواحداً،فیریٰ احدھماصاحبه فوقه فیقول:یارب بم اعطیته وکان عملناواحداً ؟ فیقول الله تعالیٰ:سالني ولم تسالني ثم قال:اسالوا الله من فضله،واجزلوا فانّه لایتعاظمه شي ء[1]

"جنت میں ایسے دومرد داخل ہو نگے جن کا عمل ایک ہی ہو گا لیکن ان میں ایک اپنے کو دوسرے سے برتر دیکھے گا تو ایک کہے گا : پروردگار اس کو مجھ سے زیادہ کیوں عطا کیا جبکہ ہم دونو ں نے ایک ہی عمل انجام دیا تھا ۔

پروردگار عالم جواب دیگا :اُس نے مجھ سے سوال کیا ، لیکن تم نے سوال نہیں کیا ۔

پھر فرمایا :اللہ کے فضل سے سوال کرو اور اسکے علاوہ کوئی اور چیز اسکے نزدیک بڑی نہیں ہے "یہ بھی رسول خدا (ص) کا ہی فرمان ہے : إنّ لله تعالیٰ عباداً یعملون فیعطیھم،وآخرین یسالون صادقین فیعطیھم ثم یجمعھم في الجنة،فیقول الذین عملوا:ربّنا عملنا فاعطیتنا،فبمااعطیت هٰولاء؟ فیقول:هٰولاء عبادي اعطیتکم اجورکم ولم التکم من اعمالکم شیئاً،و سالني هٰولاء فاعطیتهم واغنیتهم،وهوفضلي اوتیه مَنْ اشاء[2]

"بیشک جن بندوں نے اس کی عبادت عمل کے ساتھ کی خداوند عالم نے ان کو عطا کیا ، اور

۔ ۱)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۰۸۴ ۔حدیث/ ۸۶۰۸ ۔)

۲)وسائل الشیعہ ۴:۱۰۸۴ ۔حدیث/ ۸۶۰۹ ۔)

دوسروں نے صدق دل سے سوال کیاتو ان کو بھی عطا کیا پھر ان سب کو اس نے جنت میں داخل کر دیا تو عمل کرنے والے کہیں گے :پروردگار ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن تو نے ان کو کیوں عطا کیا، جبکہ انہوں نے عمل نہیں کیا ؟ پروردگار کہے گا :اے میرے بندو!میں نے تم کو تمہارے عمل کی اجرت عطا کی، لیکن رہا تمہارا یہ سوال کہ ان کو کیوں عطا کیا ان کو غنی کیوں کیا ؟وہ تو میرا فضل ہے جس پر ہو جائے "

۱۰ ۔ سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی

دعا کا مطلب فطرت ،کائنات ،معاشرہ اور تاریخ میں شگاف ڈالنا نہیں ہے اور اللہ کی سنتوں میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا۔

دعا کرنے والے کو دعا میں ان چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہیے جو معاشرہ ے ،تاریخ اور یا عالم فطرت وکائنات یا شریعت الٰہیہ کے خلاف ہوں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا :

ایّدعوة اضلّ ؟ قال:الداعي بمالایکون [1]

"کون سی دعا سب سے زیادہ گمراہ کرنے والی ہے ؟ آپ نے فرمایا: نہ ہونے والی چیز کے بارے میں سوال کرنا " حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے :

ویاصاحب الدعا لاتسال مالایکون ومالایحل "اے دعا کرنے والے جو چیز نہ ہونے والی ہو اور جو چیز محال ہو اس کے بارے میں سوال نہ کر۔

---

۱)بحار انوار جلد ۹۳ ۔ صفحہ / ۳۲۴ ۔)

اور مالایکون جو چیز نہ ہونے والی ہو یعنی معاشرے، تاریخ یا فطرت ،کائنات میں سنت الٰہی میں تغیر وتبدل کی دعا کرنا ۔

اور مالایحل حلال نہ ہوں ،یعنی انسانی حیات میں اللہ کے نظام شریعت کی مخالفت کرنا ۔اس سلسلہ میں خدا وند عالم فرماتا ہے :

(اِن تَستْغفْرِلْھُم سَبعِینْ مَرَّةً فَلَن یَّغفْرَاللهُ لَھُم (۱ "اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انہیں بخشنے والا نہیں ہے"

۱۱ ۔ گنا ہوں سے اجتناب

دعا مستجاب ہونے کی ایک شرط گنا ہوں سے اجتناب اور ان کی طرف توجہ کرنا ہے ،بیشک دعا کا جوہر اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے ،کیسے انسان اللہ کی معصیت کرنے کی تمرین کرتا ہے اس کے امر اور حکم سے روگردانی کرتا ہے ،اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا اور اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں کیسے پیش کرے ؟

محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں : انّ العبد یسال اللہ تعالیٰ الحاجة ،فیکون من شانه قضاوھاالیٰ اجلٍ قریب،اوالیٰ وقت بطي ءٍ،فیذنب العبد ذنباً،فیقول اللّٰہ تعالیٰ للملک :لاتقض حاجته،واحرمه ایّاھا،فانّه تعرّض لسخطي واستوجب الحرمان منّي (۲)

"جب بندہ اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے توپروردگار عالم کی شان یہ ہے کہ اس کی حاجت کو کچھ مدت کے بعدپورا کرے یا کچھ تاخیر سے پورا کرے تو بندہ گناہ کرنے لگتا ہے پروردگار عالم فرشتہ سے کہتا ہے :اس کی حاجت پوری نہ کرنا، اس کو محروم اور دور رکھنا وہ مجھ سے سختی کے ساتھ پیش

---

۱)سورئہ توبہ آیت/۸۰ ۔)

۲)اصول کافی جلد ۲ صفحہ/۴۴۰ ۔)

آیا لہذا وہ مجہ سے محروم ہونے کا سبب بنا" حضرت رسول خدا (ص) سے مروی ہے: مرّموسیٰ برجل وھوساجد،فانصرف من حاجته وھوساجد،فقال علیه السلام :لوکانت حاجتک بیدي لقضیتھا لک،فاوحیٰ اللہ الیه،یاموسیٰ لوسجد حتی ینقطع عنقه ماقبلته مااستجبت له)حتیٰ یتحوّل عمّا اکره الیٰ مااحبّ (۱)

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام ایک سجدہ کرنے والے کے پاس سے گزرے ،وہ جب سجدہ میں اپنی حاجت طلب کر کے اٹہا تو جناب موسیٰ نے فرمایا: تم اپنی حاجت مجہ سے بیان کرو میں پورا کرونگا ،اللہ نے وحی نازل کی اے موسیٰ یہ بندہ اگر اتنے سجدے کرے کہ اسکی گردن بہی سجدہ کی حالت میں کٹ جائے تو بہی اس کی دعا مستجاب نہیں ہوگی جب تک وہ اس ناپسند گناہ کو ترک نہ کرے"

۱۲ ۔ اجتماعی طورپر دعا کرنا اور مومنین کا آمین کہنا

اسلامی روایات میں مومنین کے ایک ساتہ جمع ہو کر دعا کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے:

مومنین کے اللہ کی بارگاہ میں ایک ساتہ جمع ہونے پر اللہ نے ہمیشہ ان پر رحمت نازل کی ہے۔ مومنین نے اجتماع نہیں کیا اور اللہ ان کے اس اجتماع سے راضی نہیں ہوا مگر یہ کہ ان کا اجتماع اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہے اور ان پر اللہ کی رحمت اور فضل کی منازل میں سے ہے۔

ابن خالد سے مروی ہے کہ امام جعفرصادق علیہ السلام نے فرمایا: مامِنْ رھط اربعین رجلاً اجتمعوا ودعوااللہ عزّوجلّ فی امرالّا استجاب لھم،فان لم یکونوااربعین فاربعة یدعون اللّہ عزّوجلّ عشرمرّات الّااستجاب اللّہ لھم فانّ لم یکونوااربعة فواحد یدعوااللّہ اربعین مرّة،فیستجیب اللّہ العزیزالجبّار لھم (۱)

---

۱)عدۃالداعی صفحہ/۱۲۵۔)

“کوئی ایسا گروہ نہیں ہے کہ اگرچالیس آدمی جمع ہو کر اللہ سے دعا کریں تو خدا ان کی دعا قبول کرے گا اگر چالیس آدمی جمع نہ ہو سکیں تو چار آدمی جمع ہو کر دس مرتبہ دعا کریں تو خدا ان کی دعا مستجاب کرے گا ،اور اگر چار آدمی جمع نہ ہو سکیں تو ایک آدمی چالیس مرتبہ دعا کرے تو خداوند عزیز و جبار اس کی دعا قبول کرے گا ”

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :(کان ابي اذا حزنه امر دعاالنساء والصبیان ثمّ دعا وامّنوا[۲]

“میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تو مجھے اور عورتوں کو جمع کرتے پھر دعا کرتے اور ان سے آمین کہلواتے ”

۱۳ ۔آزادانہ طور پر،کسی تکلف کے بغیر دعا

انسان کے لئے خدا وند عالم سے آزادانہ اور کسی تکلف کے بغیر دعا کرنا سب سے بہترین چیز ہے بیشک دعا کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرتے وقت گریہ و زاری کرے گڑگڑا کر دعا مانگے کسی طرح کا کوئی تکلف نہ کرے روایات میں وارد ہونے والی دعائیں پڑھے اور دعا کرنے والا کسی طرح بھی دعا کرتے وقت اس حالت کو نہ چھوڑے اس لئے کہ انسان اللہ سے گڑگڑا کر دعا کر تے وقت اپنے نفس میں اس چیز کا احساس کرتا ہے جس کا وہ روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کو پڑھتے وقت احساس نہیں کر تے ہیں۔

اس لئے دعا کرتے وقت انسان کو اپنے نفس میں اس حالت کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اللہ سے گڑگڑا کر اور گریہ وزاری کر کے دعا مانگنے میں کسی تکلف سے کام نہ لے ۔کبھی کبھی ائمہ معصومین

---

۱)اصول کافی جلد ۲صفحہ /۵۲۵ ۔)

۲)اصول کافی جلد ۲صفحہ ۵۳۵ ،وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۴۴ حدیث /۸۸۶۳ ۔)

دعا کرنے والے کو بے تکلف ہو کر دعا کرنے کی تلقین فرماتے تھے روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کے ذریعہ نہیں، اسلئے کہ کہیں ماثورہ دعاؤں کے ذریعہ دل کی یہ بے تکلفی ختم نہ ہو جائے ۔

زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا :

(علّمنی دعاءً فقال :انّ افضل الدعاء ماجریٰ علیٰ لسانک (۱ "مجھ کو دعا کی تعلیم دیجئے۔

آپ نے فرمایا :سب سے افضل وہ دعا ہے جو تمہاری زبان پرجاری ہوتی ہے"

۱۴ ۔نفس کو دعا، حمد وثنائے الٰہی، استغفار اور صلوات پڑھنے کے لئے آمادہ کرنا

دعا یعنی خودکو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور خود کو اس کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے حضور نفس کا ہونا ضروری ہے ۔ حضور نفس کی ابتدا ء حمد وثنائے الٰہی سے کرے ،اس کی نعمتوں اور فضل وکرم کا شکرادا کرے ، اللہ کے حضور میں اپنے گناہوں سے استغفار کرے ،رسول اور اہل بیت رسول پر صلوات بھیجے دعا کے لئے حضور نفس کے یہی طریقے ہیں اور انسان اپنے خدا کی بارگاہ میں حاضر کرنے اور اس سے سوال کرنے کیلئے اپنے نفس کو آمادہ کرے ،اکثر دعاؤں کے مقدمہ میں حمدوثنائے الٰہی ،شکر، استغفار اور محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنا وارد ہوا ہے ۔

عیص بن قاسم سے مروی ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا : جب بھی تم میں سے کوئی ایک خدا سے حاجت طلب کرنا چاہے تو اس کو سب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرنا چاہیئے جب تم اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرو تو اللہ کی تعریف و تمجید کرو، اور اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے اس طرح کہو : یااجود مَنْ اعطیٰ، ویاخیر من سُئل ویاارحم مَنْ اسْترحم، یااحد،

---

۱)الامان من الاخطار لابن طاؤس صفحہ ۳۔)

ياصـمد،يامن لم يلـدولم يولـد،ولم يكـن لـه كفوااحـد،يامن لم يتخذصـاحبةولاولداً يامـن يفعـل مايشـاء،ويُحكم مايريدُويقضي مااُحب،يامن يحول بين المرء وقلبه،يامن هوبالمنظرالاعلیٰ،يامن ليس كمثله شيء ياسميع يابصير"

اور اللہ عزوجل کے اسماء کی زیادہ تکرار کرو چونکہ خدا کے اسماء بہت ہیں اور محمد آل محمد پر صلوات بھیجو اور کہو اللّٰھم اوسع عليّ من رزقک الحلا ل ما اكفّ به وجهي،واودي به عنيعن)اماناتي،واصل به رحمي،ويكون عونا لي في الحج والعمرة

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

"انّ رجلاً دخل المسجد فصلّی رکعتين ثم سال الله عزّوجلّ وصلّی علی النبی ص)فقال رسول الله عجّل العبد ربه ،وجاء آخر فصلّیٰ رکعتين،ثم اثنیٰ علی الله عزّوجلّ،وصلّیٰ علیٰ النبي ص)،فقال رسول الله ص) سل تعط [1]

"ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا سے اپنی حاجت طلب کی ،تو رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اس نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلدی کی ہے: اور دوسرا شخص مسجد میں آیا اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا کی حمد وثنا کی ،نبی (ص) پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ (ص) نے فرمایا: سوال کرو تا کہ تم کو عطا کیا جائے"

ابو کہمس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: دخل رجل المسجد فابتدا قبل الثناء علی الله والصّلاة علی النبي فقال النبيعجّل العبد ربّه ثمّ دخل آخر فصلّیٰ،واثنیٰ علی الله عزّوجلّ،

---

۱)اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۴ ۔وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۶ حدیث/ ۸۷۸۶ ۔)

(فصلّیٰ علیٰ رسول اللّٰہ ص)،فقال رسول اللّٰہ سل تعطه [1]

"ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو اس نے اللہ کی حمد وثنا اور نبی پر صلوات بھیجنے سے پہلے نماز پڑھنا شروع کی تو رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اس بندے نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے، پھر دوسرا شخص مسجد میں داخل ہوا اس نے نماز پڑھی اور خدا کی حمد وثنا کی اور رسول (ص) پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ (ص) نے فرمایا: سوال کرتا کہ تجھکو عطا کیا جائے"

صفوان جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

کلّ دعاء یُدعیٰ اللّٰہ عزّوجلّ به محجوب عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد [2]

"اللہ سے کی جانے والی دعا اس وقت تک آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاتی جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے'

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

(لایزال الدعاء محجوباًعن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد(۳"جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے دعا آسمان کے پردوسے اوپر نہیں جا سکتی ہے"

۱۵۔خدا سے اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنا

بیشک اللہ تبارک و تعالی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ پکاریں:

---

۱)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۷ حدیث / ۸۷۸۸۔اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۵۔)

۲)اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۸،وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۵ حدیث ۸۸۲۶۔) ۱۱۳۷ حدیث ۳۷۸۸۔:۳)مجالس مفید صفحہ ۶۰، وسائل الشیعہ جلد ۴)

(قُلِ ادْعُوْاللّٰہَ اَوِادْعُوْاالرَّحْمٰنَ اَیَّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی [1]

"آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکاروگے اس کے تمام نام بہترین ہیں"

اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر ایک اسم اسکی رحمت اور فضل کے ابواب میں سے ایک باب کی کنجی ہے۔

شریعت اسلامیہ کی متعدد روایات میں پروردگار عالم کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنے پر بہت زیادہ زوردیا گیا ہے، اور متعدد روایات میں وارد ہوا ہے جب مومن اللہ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دس مرتبہ پکارتا ہے تو اللہ اس کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (من قال یااللّٰہ عشرمرّات قیل لہ:لبیک ماحاجتک [2]

"جس نے دس مرتبہ یا اللہ کہا تو اس کو ندا دی جاتی ہے بولو تمہاری کیا حاجت ہے؟"

ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (من قال یااللّٰہ عشرمرّات قیل لہ:لبیک ماحاجتک؟ [3]

"جب بندہ سجدے کی حالت میں دس مرتبہ یا اللہ، یاربّاہ، یاسیداہ، کہتا ہے تو پروردگار اس کی دعا کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہے: لبیک اے میرے بندے بتا تیری کیا حاجت ہے؟"

عبد اللہ بن جعفر نے قرب الاسناد میں مسعدہ بن صدقہ سے نقل کیا ہے:

---

۱)سورئہ اسراء آیت ۱۱۰۔

۲)اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۴۱۔وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۰، حدیث/۸۷۹۸۔

۳)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۱۔حدیث/۸۸۰۲۔

قل عشرمرّات يااللّه يااللّه فانّه لم يقله احدٌ مِنْ المومنين قط الّاقال له الربّ تبارک وتعالیٰ:لبيک ياعبدي سل حاجتک (۱)

"دس مرتبہ یا اللہ یا اللہ کہو ،جب بھی کوئی مومن اللہ کو دس مرتبہ پکارتا ہے تو خداوند عالم اس سے کہتا ہے: لبیک میرے بندے بتا تیری کیا حاجت ہے ؟" حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے: رسول خدا (ص) نے ایک شخص کو یاارحم الراحمین کہتے سنا تو آپ نے اس شخص کا شانہ پکڑکر فرمایا:هٰذا ارحم الراحمين قد استقبلک بوجهه سل حاجتک "یہ ارحم الراحمین ہے (جس نے مکمل طور پر تمہاری طرف توجہ کی ہے "(۲

۱۶۔اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو

پروردگار عالم جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور ہمارا کیا ارادہ ہے، وہ ہمارے سوال سے بے نیاز ہے لیکن خداوند عالم اپنی بارگاہ میں ہماری حاجتیں پیش کرنے کو پسند کرتا ہے۔

کبھی کبھی کوئی بندہ ایسا ہوتا ہے جو اپنے کو خدا سے بے نیاز سمجھتا ہےیہاں تک کہ نہ اس سے سوال کرتا ہے اور نہ ہی اس کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کرتا ہے۔

بیشک جب انسان خدا کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے تو وہ بندہ اس سے قریب ہوتا ہے، اس سے لو لگاتا ہے،اس سے مانوس ہوتا ہے،وہ اپنے کو خدا کا محتاج ہونے کا احساس کرتا ہے اور خداوند عالم ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔جب ہم اپنے تمام امور میں اللہ سے دعا کرتے ہیں تو خداوند عالم کو یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم اس

---

۱)قرب الاسناد جلد ۲،وسائل الشیعہ جلد ۱۱۳۲:۴ ،حدیث/ ۸۸۰۹۔)

۱۱۳۲ ،حدیث/ ۸۸۱۵۔ / ۲)محاسبۃ النفس: ۱۴۸ ،وسائل الشیعہ جلد ۴)

سے تفصیل کے ساتھ دعا کریں اختصار کے ساتھ دعا نہ کریں ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ االسلام سے مروی ہے:

انّ اللہ تعالیٰ یعلم مایرید العبد اذا دعاہ،ولکن یُحبّ ان یبث الیہ الحوائج،فاذادعوت فسمّ حاجاتک [1]

"بیشک جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ بندہ کیا چاہتا ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرے پس جب تم اس سے دعا کرو تو نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرو"

۱۷ ۔دعامیں اصرار

دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے سے بندے کے خدا پر گہرے اعتماد اور خدا سے اپنی امیدیں رکھنے اور گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، انسان کا جتنازیادہ اللہپر اعتماد ہوگا اتنا ہی وہ دعا میں اصرار کرے گا، اسکے برعکس جب انسان کا اللہپر کم اعتماد ہوتا ہے تو جب اسکی دعا قبول نہیں ہوتی تو وہ دعا کرنا چھوڑدیتا ہے اور مایوس ہوجاتا ہے۔

جس طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہپر اعتماد اور اس سے گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے اسی طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہپر زیادہ اعتماد اور اس سے گہرا لگاؤپیدا ہوجاتا ہے۔

جتنا انسان کا اللہپر اعتماد اور اس سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے قریب ہوگا۔ اسلامی روایات میں متعددمرتبہ دعا میں اصرار کرنے اور کسی بھی حال میں دعا کے مستجاب نہ ہونے سے مایوس نہ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ (ص)سے مروی ہے :

---

۱)اصول کافی جلد۲صفحہ ۵۲۰،وسائل الشیعہ جلد۴،ص ۱۰۹۱ حدیث ۸۶۴۲۔)

(انّ اللّٰہ یُحبّ الملحّینَ في الدعاء [1]

"خداوندعالم دعامیں بہت زیادہ اصرارکرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ:

(انّ اللّٰہ یُحبّ السائل اللحوح (۲ "خداوندعالم زیادہ اصرارکرنے والے سائل کودوست رکھتا ہے" امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

(الدعاء ترس المومن ومتیٰ تکثر قرع الباب یُفتح لک (۳ "دعا مومن کی سپر ہے اور جب بھی وہ بہت زیادہ دروازہ کھٹکھٹائے گا تو وہ کھل جائے گا"

امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے: الدعاء یردّ القضاء بعد ماأُبرم ابراماً فاکثرمن الدعاء فانّہ مفتاح کلّ رحمة ونجاح کلّ حاجة ولاینال ماعند اللّٰہ عزّوجل ا لاّبالدعاء وانّہ لیس باب یُکثرقرعہ ا لا اوشک انْ یفتح لصاحبہ [4]

"محکم و مضبوط دعا سے قضا ٹل جا تی ہے، دعائے بہت زیادہ کرو یہ ہر رحمت کی کنجی ہے۔ہر حاجت و ضرورت کی کامیابی کا سرچشمہ ہیں اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے،اور جب بھی کسی دروازے کو زیادہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے کھل جاتا ہے"

---

۱)بحار الانوارجلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰ ۔)

۲)بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ / ۳۷۴ ۔)

۴حدیث / ۸۶۱۲ ۔ / ۳)وسائل الشیعہ جلد ۱۰۸۵)

۴حدیث / ۸۶۱۶ ۔ / ۴)وسائل الشیعہ جلد ۱۰۸۶)

حضرت امام محمد باقرعلیہ السلام سے مروی ہے:انّ اللہ کرہ الحاح الناس بعضھم علیٰ بعض فی المسالة واحبَّ ذلک لنفسہ (۱)

"خداوندعالم بعض بندوںکوبعض دوسرے بندوں کے سامنے گڑگڑانے اور خوشامد کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور اپنی بارگاہ میں اصرار کرنے کو دوست رکھتا ہے"

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:(فالحح علیہ في المسالة یفتح لک ابواب الرحمة (۲ "تم کسی مسئلہ میں اس(اللہ)سے اصرار کروتو وہ تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیگا"

ولیدبن عقبہ ہجری سے مروی ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

(واللہ لایلحّ عبد مومن علیٰ اللہ فی حاجتہ الاّقضاھا لہ (۳ "خدا کی قسم کوئی بندہ اپنی دعا میں خدا سے خوشامدنہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں:

رحم اللہ عبداً طلب من اللہ عزّ وجلّ حاجة فالحّ في الدعاء استجیب لہ او لم یستجب ثم تلا ھذہ الآ یة وَادعُوا رَبّی عَسیٰ اَن لَااَکُونَ بِدُعَاءِ رَبّی شَقِیّاً "خداوند عالم رحم کرے اس بندے پر جو اپنی دعا میں اصرار اور خوشامد کرتا ہے،اسکی دعا مستجاب کرے یا مستجاب نہ کرے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی :

---

۱)بحارالانوارجلد ۹۴ ص ۳۷۴۔)

۲)بحار الانوارجلد ۷۷ صفحہ/ ۲۰۵۔)

۳)اصول کافی صفحہ/ ۵۲۰۔)

(وَادعُواْرَبِّی عَسیٰ اَن لَااَکُونَ بِدُعَاءِ رَبِّی شَقِیّاً ۔[۱]

"اور اپنے رب کو آواز دونگا کہ اس طرح میں اپنے پروردگار کی عبادت سے محروم نہیں رہونگا "

حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے: سل حاجتک والح في الطلب فانّ اللہ یحبّ إلحاح الملحّین من عبادہ المومنین[۲]

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: سل حاجتک والحّ فی الطلب فإنّ اللہ یُحبّ إلحاح الملحّین من عبادہ المومنین[۳]

"خدا کی قسم کسی بندے نے اللہ سے دعا کرنے میںخوشامد نہیں کی مگر یہ کہ خدا نے اسکی دعا مستجاب فرمائی"

۱۸ ۔ایک دو سرے کے لئے دعا کرنا

اس سلسلہ میں عنقریب اس کتاب کی آئندہ آنے والی بحث" دعا کے سلسلہ میں کونسی چیزیں سزا وارہیں اورکونسی چیزیں سزا وار نہیں ہیں "بیان کریں گے ،اب ہم یہاں پر صرف اتنی ہی بحث کریں گے جو دعا کے آداب اور اس کی شرطوں سے متعلق ہے ۔پس جب انسان اللہ سے دوسروں کے لئے دعا مانگتا ہے اور اپنے اور اس دوست کے درمیان سے کینہ و نفرت دور کر دیتا ہے تو خداوند عالم اس کے لئے دروازہ کہول دیتا ہے ۔بیشک مومنین کا ایک دوسرے سے محبت ،عطوفت اور مہربانی کرنا دعا کرنے

---

۱)سورئہ مریم آیت/۴۸۔)

۲)اصول کافی جلد۲ص۵۲۰۔)

۳)قرب الاسنادص ۵۲۰۔)

والے اور جس کے لئے دعا کی جا رہی ہے اس کے لئے اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ہے۔

دعا کرنے والے کے سلسلہ میں معاویہ بن عمار نے اامام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

الدعاء لاخیک بظهرالغیب یسوق الی الد اعي الرزق ویصرف عنه البلاء ویقول الملک ولک مثل ذلک [1]

"تمہاری نظروں سے پوشیدہ بھائی کے لئے تمہارے دعا کرنے سے تمہارے رزق میں برکت ہوتی ہے، دعا کرنے والے سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے جو تم نے دوسروں کے لئے دعا کی ہے (یعنی خداوند عالم تمہارے رزق میں بھی برکت کردے گا" رسول اللہ (ص) سے مروی ہے:

(مَنْ دعا لمومن بظهرالغیب قال الملک فلک مثل ذلک (۲ "جو نظروں سے پوشیدہ مومن کے لئے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے اس لئے کہ تم نے دوسرے کے لئے دعا کی ہے" امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

(دعاء المرء لاخیه بظهرالغیب یدرّ الرزق وید فع المکروه (۳ "انسان کا اپنے غائب مومن بھائی کے لئے دعا کرنے سے اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں" ابن خالد قمّاط سے مروی ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اسرع الدعاء نجحاً للإجابة دعاء الاخ لاخیه بظهرالغیب یبدا بالدعاء

---

۱) امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔)

۲) امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۴۔)

۳) اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۴۵، حدیث ۸۸۶۷۔)

(لاخيه فيقول له ملک موکّل به آمين ولک مثلا ه [1]

"سب سے جلدی وہ دعا مستجاب ہوتی ہے جو کسی بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے دعا کی ابتدا میں پہلے دوسرے کے لئے دعا کرنا شروع کرو تو اس کا موکل فرشتہ آمین کہتا ہے اور تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے "

اور جس کے لئے دعا کی جا رہی ہے اس کے سلسلہ میں روایت نقل کی گئی ہے کہ:

ادعني علیٰ لسان لم تعصني به قال:یارب،انّیٰ لی بذلک ؟قال:أُدعني علیٰ لسان غیرک [2]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران سے کہا :مجھے اس زبان سے پکارو جس زبان سے تم نے گناہ نہ کئے ہوں ۔

موسیٰ بن عمران نے عرض کیا : پالنے والے کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟ پروردگار نے فرمایا : مجھ سے کسی دوسرے کے لئے دعا کرو"

۱۹ ۔رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا

انسان پردعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے : دعا کے سب سے بہترین اوقات وہ اوقات ہیں جن میں رحمت نازل ہوتی ہے ،انسان اللہ کی رحمت سے قریب ہو جاتا ہے ۔

رحمت نازل ہو نے کے بہت زیادہ اوقات ہیں : قرآن کی تلاوت کرتے وقت ، اذان کے وقت ،بارش کے وقت ، جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت ۔

یہ آخری وقت سب سے افضل وقت ہے چونکہ اس میں زمین والوں کے لئے اللہ کی رحمت کے

---

۱)اصول کافی صفحہ ۴۳۵ ،وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۴۵ ،حدیث ۸۸۶۷ ۔)

۲)بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۲ ،عدۃالداعی صفحہ/ ۱۲۸ ۔) دروازے کھل جاتے ہیں ۔

سکونی نے امام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اغتنمواالدعاء عند اربع :عند قراء ة القرآن،وعندالاذان،وعند نزول الغیث،وعند التقاء الصفین للشهادة [1]

"چار موقعوں پر دعا کرنا غنیمت شمار کرو :قرآن کی تلاوت کرتے وقت ،اذان کے وقت بارش ہو تے وقت اور جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت " حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے :

اغتنمواالدعاء عند خمسة مواطن:عند قراء ة القرآن،وعند الاذان، وعند نزول الغیث،وعند التقاء الصفین للشهادة ،وعند دعوة المظلوم ،فإنّهالیس لهاحجاب دون العرش [2]

"پانچ مقامات پر دعا کرنا غنیمت سمجھو :تلاوت قرآن کے وقت ،بارش ہوتے وقت ،جنگ میں شہادت کے لئے لڑتے وقت اور مظلوم کے لئے دعا کرتے وقت ان پانچو ں وقتوں میں دعا کرنے میں عرش الٰہی کے علاوہ کوئی حجاب نہیں ہے " حضرت امیر المو منین علیہ السلام کا ہی فرمان ہے :

مَنْ قرا مائة آیة من القرآن،من ایّ القرآن شاء ثم قال:یاالله سبع مرات فلودعا علی الصخرة لقلعهاإنْ شاء الله [3]

"اگر کوئی شخص کسی جگہ سے بہی قرآن کی سو آیات کی تلاوت کرنے کے بعد سو مرتبہ یا الله

اصول کافی جلد ۲صفحہ ۵۲۱ ،وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ ۱۱۱۴ ،حدیث / ۸۷۳۹ ۔ (۱)

۱۱۱۵ ،حدیث / ۸۷۴۲ ۔ :۲)وسائل الشیعہ جلد۴)

۳)ثواب الاعمال الصدوق صفحہ ۵۸ ۔)

کہے اور وہ پہاڑ کے لئے دعا کرے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے انشاء اللہ " امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

کان ا بی اذاطلب الحاجة طلبهاعند زوال الشمس،فاذا اراد ذلک قدّم شیئاًفتصدق به وشم شیئاًمن طیب،وراح الی المسجدودعا في حاجته بما شاء الله[1]

" میرے والد بزرگوار زوال کے وقت اپنی حاجت طلب کرتے تھے ،جب آپ حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے صدقہ دیتے خوشبو لگاتے مسجد جاتے اور اللہ سے اپنی حاجتیں طلب فرماتے "

۲۰۔آدھی رات کے وقت دعا

رات میں تنہائی میں اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کا عظیم اثر ہے ، اللہ کی رحمت انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہے ، انسان رات کے آخری حصہ میں اپنے نفس کو خدا کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا ، رات کے آخری حصہ میں انسان خدا کی رحمت کا استقبال کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے اور خداوند عالم نے رات کے آخری حصہ میں وہ رحمتیں اور برکتیں قرار دی ہیں جو دن اور رات کے دوسرے حصوں میں نہیں قرار دی ہیں ۔

اور اسلامی روایات میں غور و فکر کرنے والے کے لئے اس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تمام وقت برابر نہیں ہیں ۔اس کے علاوہ بھی بہت زیادہ اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں ، بہت سے اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے البتہ یہ اوقات بہت ہی افضل ہیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے ۔

خدا وند عالم کا ارشاد ہے:

یاایُّھَاالمُزّمِّل قُمِ اللَّیلَ اِلَّاقَلِیلاً نِصفَہُ اَوِنقُص مِنہُ قَلِیلاً اَوزِدعَلَیہ وَرَتِّلِ القُرآنَ تَرتِیلاًاِنَّاسَنُلقِی عَلَیکَ قَولاًثَقِیلاً اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطاًوَّاَقوَمُ قِیلاً[1]

"اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کردو یا کچھ زیادہ کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے"

مفضل بن عمرو نے امام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: "کان فیماناجیٰ اللہ بہ موسیٰ بن عمران انْ قال لہ: یابن عمران، کذّب مَنْ زعم انّہ یحبني، فاذاجنّة اللیل نام عنّي، الیس کل محبّ یحبّ خلوةحبیبہ ؟ھاانا یابن عمران مطّلع علیٰ احبائي، اذاجنّھم اللیل حوّلت ابصارھم فی قلوبھم ومثلت عقوبتي بین اعینھم ، یخاطبوني عن المشاھدة، ویکلموني عن الحضور یابن عمران، ھبّ لي من قلبک الخشوع، ومن بدنک الخضوع، ومن عینیک الدموع، وادعني فی الظلمات فانّک تجدني قریباًمجیباً"[2]

"جب موسیٰ بن عمران نے اللہ سے مناجات کی تو اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو تم اس کی تکذیب کرو، جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو وہ سو جاتا ہے کیا ہر محبوب اپنے حبیب سے تنہائی میں ملنا نہیں چاہتا ؟ آگاہ ہو جاو اے ابن عمران میں اپنے دوستوں کو بخوبی جانتا ہوں جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تومیں ان کی آنکھوںکوان کے دلوں کی طرف پھیر دیتا ہوں اپنی عقوبت کو ان کی نظروں میں مجسم کر دیتا ہووہ دیکھنے کے بجائے مجھ سے خطاب کرتے ہیں اور حاضر ہونے کے بجائے مجھ سے ڈرتے ہیں۔

اے ابن عمران تم اپنے دل سے خشوع، اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھوں کے

---

۱)سورئہ مزمل آیت / ۱ ۔ ۶۔)

۲)مجالس المفید صفحہ ۲۱۴، وسائل الشیعہ جلد ۴ : ۱۱۴۲۵ حدیث ۸۷۸۱ ۔)

آنسوؤں کو میرے لئے ہبہ کردو اور تاریکیوں میں مجھے پکارو پس تم مجھے اپنے سے قریب اور دعا قبول کرنے والا پاؤ گے "

اس روایت میں کئی باتیں غور طلب ہیں لیکن ہم بحث کے طولانی ہو جانے کی وجہ سے ان سے قطع نظر کرتے ہیں ۔ شب اولیائے الٰہی کے لئے آتی ہے اور ان کو زندگانی اور اس کی مصروفیات سے روک دیتی ہے گویا شب انسان کو ان مصروفیات دنیا کے درمیان سے جدا کردیتی ہے جو اس کو خداوند عالم کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتے ہیں اور یہ رات کی تنہائی کی فرصت ہو تی ہے جس میں انسان کے سامنے ذات الٰہی کسی رکاوٹ کے بغیر سامنے ہوتی ہے اور وہ اس خلوت میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے ۔

جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے لیکن جب رات چھا جاتی ہو تو انسان جس کو دوست رکھتا ہے اس کے حضور میں مناجات اور تضرع کرنے کے بجائے سوجائے تو وہ شخص جھوٹا ہے کیا ہر حبیب اپنے محبوب کی خلوت کو پسند نہیں کرتا ؟

جب تاریکی شب چھا جاتی ہے اور ہم زندگی کے مشکلات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ہماری دن میںپراکندہ ہو جانے والی قوت بصارت اور سماعت یکجا ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے دل میں زندگی کی زحمت سے اس دل کے اندر چلی جا تی ہے جو انسانی زندگی میں بصیرت و نور کا سرچشمہ ہے اس وقت ہماری بکھری ہوئی بصیرت اکٹھی ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور خداوند عالم اس وقت قلب انسانی کے لئے بصیرت و نور کے دروازے کھول دیتا ہے اس جملہ "اذاجَنّھم اللیل حوَّلت ابصارھم فی قلوبھم "کا یہی مطلب ہے اس وقت انسان خود کو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضرپاتا ہے اور غضب و رحمت الٰہی کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہے تو جب وہ خداوند عالم سے مخاطب ہوتا ہے تو مشاہدہ اور حاضری کی بنا پر مخاطب ہوتا ہے دوری اور غیر حاضری کی بنا پر نہیں اور اس فقرہ "یخاطبوني عن المشاہدۃ "کا یہی مطلب ہے اور جب وہ خداوند عالم سے بات کرتا ہے تو خداوند عالم کو حاضر سمجھ کر بات کرتا ہے غائب سمجھ کر بات نہیں کرتا ہے اور اس فقرہ "یکلمونی عن الحضور"کا یہی مطلب ہے ۔ اس کی نظروں میں عقوبت اور عذاب الٰہی مجسم ہو جاتا ہے اور اس فقرہ "مثّلت عقوبتي بین اعینھم "کا یہی مطلب ہے حبیب کی موجودگی کی انسیت نیز ان کی نظروں میں مجسم عقوبت کا خوف نیند کا سکون چھین لیتا ہے اور بھلا وہ کیسے سو سکتا ہے جو خود کو رات کی خلوت میں اپنے حبیب کے سامنے پائے ؟اور اس کو کیسے اونگھ آسکتی ہے جبکہ وہ اپنی نظروں میں عذاب الٰہی کو مجسم دیکھ رہا ہو؟

یہ حالت یعنی قوت بصارت کے خارج سے اندر کی جانب چلے جانا اور دن میں پراگندہ ہونے کے بعد رات میں اکٹھا ہو جانے کا فطری نتیجہ ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اپنے معروف خطبہ متقین میں فرماتے ہیں: اَمَّااللَّیلَ فَصَافُّونَ اَقدَامَهُم ،تَالِینَ لِاَجزَاءِ القُرآنِ یُرَتِّلُونَهَا تَرتِیلاً، یُحَزِّنُونَ بِهِ اَنفُسَهُم وَیستَثِیرُونَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمفَاِذَا مَرُّوابِ یَاۃٍ فِیهَا تَشوِیقٌ رَکَنُوا اِلَیهَا طَمَعاًوَتَطَلَّعَت نُفُوسُهُم اِلَیهَا شَوقاً،وَظَنُّوا اَنَّهَا نُصبُ اَعیُنِهِموَاِذَامَرُّوابِ یَاۃٍ فِیهَا تَخوِیفٌ اَصغَواِلَیهَامَسَامِعَ قُلُوبِهِم وَظَنُّوااَنَّ زَفِیرَجَهَنَّمَ وَشَهِیقَهَافِی اُصُولِ ذٰاانِهِم، فَهُم حَانُونَ عَلیٰ اَوسَاطِهِم مُفتَرِشُونَ لِجِبَاهِهِم وَاَکُفِّهِم وَرُکَبِهِم وَاَطرَافِ اَقدَامِهِم یَطَّلِبُونَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالیٰ فِی فَکَاکِ رِقَابِهِم وَاَمَّاالنَّهَارُفَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ اَبرَارٌاَتقِیَاء [1]

"رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں اس طرف جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی
نظر پڑتی ہے کہ جس میں (جہنم) سے ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ و پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع) میں اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلوئے خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکو کار اور پرہیزکار نظر آتے ہیں"

نہج البلاغہ میں ہی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نوف بکالی سے رات کی تعریف یوں بیان فرما تے ہیں: یَانُوفْ اِنَّ دَاودع)قَامَ فِی مِثلْ ِ ھٰذِالسَّاعَةِ مِنَ اللَّیلْ،فَقَالَ:اِنَّھَا سَاعَةٌ لَایَدعْ ُو فِیہْ ا عَبدْ ٌ اِلَّااستْ ُجِیبَ لَہُ [1]

"اے نوف بیشك داود علیہ السلام رات کے اس حصہ میں عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے ،پھر فرمایا: یہ وہ وقت ہے کہ جس میں دعا کرنے والے کی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے "

حضرت رسول اللہ (ص) سے مروی ہے اذاکان آخرالليل يقول الله عزّوجلّ:هل من داع فأُجيبه ؟وهل من سائل فأُعطيه سوله ؟وهل من مستغفرفاغفرله ؟ هل من تائب فاتوب عليه

"جب رات کا آخری حصہ آتا ہے تو اللہ عزوجل کہتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کی جائے ؟ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کو اس کے سوال کا جواب دیا جائے ؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ اس کی بخشش کروں ؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کروں ؟ ۔

---

۱) نہج البلاغہ دوسری قسم صفحہ ۱۶۵ ۔)

۲۱۔دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: ماابرزعبد یده الی الله العزیزالجبارالااستحیاالله عزّوجلّ ان یردّھا صفراً،حتیٰ یجعل فیھامن فضل رحمته مایشاء،فاذا دعا احدکم فلایردّ یده حتّیٰ یمسح علیٰ وجھه وراسه[۱]

"کوئی بندہ اپنے ہاتھ خدائے عزیز و جبار کے سامنے نہیں پھیلاتا مگر یہ کہ خداوند عالم اس کو خالی ہاتھ واپس کرنے پر حیا محسوس کرتا ہے اور اپنے فضل و رحمت سے جو کچھ چاہتا ہے اس کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی دعا کرے اور اپنے ہاتھ ہٹائے تو وہ اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لے"

---

۱)اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۲؛من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۷؛بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۷۔

موانع اور رکاوٹیں

کونسی چیزیں دعا کے اللہ تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں ؟ اس بحث میں ہم اس سوال کا جواب پیش کریں گے انشاءَ اللہ ۔

بیشک دعا کے بارے میں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ دعا وہ قرآن صاعد ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے بالمقابل ہے ۔نازل ہونے والے قرآن میں عبودیت ،بندہ کو صرف خود کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور صرف اسی سے لو لگانے کی دعوت دی گئی ہے اور قرآن صاعد میں اس دعوت پر لبیک کہی گئی ہے۔

لیکن یہاں پر کچھ ایسے موانع ہیں جو دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے سے روک دیتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں ان دعاؤں کے پہنچنے سے روکنے والے اہم موانع گناہ اور معصیت ہیں دعاء کمیل میں وارد ہوا ہے :اَللّٰھُمَّ اغفْ ِرلْ ِیَ الذُّنُوبْ َ الَّتِی تَحبْ ِسُ الدُّعَاءَ

"خدایا میرے ان تمام گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو قبول ہونے سے روک دیتے ہیں "

اور اسی دعاء کمیل میں آیا ہے :فَاسالُکَ بِعِزَّتِکَ اَن لَا یَحجْ ُب عَنکْ َ دُعَائِی سُوءْ ُ عَمَلِی "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کے واسطے سے کہ میری بد عملی میری دعا کو پہنچنے سے نہ روکے "

ہم عنقریب ان موانع (رکاوٹوں)کی تحلیل کریںگے انشاء اللہ :

گناہ بارگاہ خدا کی راہ میں ایک رکاوٹ

حیات انسان میں گناہوں کے دو اثر ہوتے ہیں:

۱۔گناہ انسان اور خداوند عالم کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں، انسان خدا سے منقطع ہوجاتا ہے اس کے لئے اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور اس سے لو لگانے کا امکان ہی نہیں رہتا، اور نہ ہی اس کے لئے دعا کرنا ممکن ہوتا ہے بیشک دعا کا مطلب اپنے کو خدا وند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔ جب گناہ، گناہ کرنے والے کو خدا تک پہنچانے میں مانع ہوجاتے ہیں تو اس کی دعا میں بھی مانع ہوجاتے ہیں۔

۲۔گناہ دعا کو اللہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں، چونکہ جب دعا اللہ تک پہنچتی ہے تو خدا اس کو مستجاب کرتا ہے، یہ خدا کے شایان شان نہیں کہ جب کسی بندے کی دعا اس تک پہنچے تو وہ عاجز ہو جائے یا بخل سے کام لے، بیشک دعا کی عاجزی یہ ہے کہ وہ خدا تک نہیں پہنچتی ہے: کبھی کبھی گناہ انسان کو دعا کرنے سے مقید کردیتے ہیں اور کبھی کبھی دعا کو اللہ تک پہنچنے میں مقید کردیتے ہیں

۔

ہم ذیل میں اس مطلب کی وضاحت کررہے ہیں:

اخذ اور عطا میں دل کا دوہرا کردار

بیشک قلب ایک طرف تو خدا وند عالم سے رابطہ کے لئے ضروری چیزیں اخذ کرتا ہے اور اس سے ملاقات کرتا ہے، اور دوسری طرف ان چیزوں کو عطا کرتا ہے جیسے حملہ آور قلب جو خون کو پھینکنے واپس لانے اور لوگوں کے درمیان سے اکٹھا کرنے کا کام دیتا ہے۔

جب دل میں انسان کو ملانے اور خدا وند عالم سے مربوط کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو گویا اس نے اپنی ساری اہمیت کھو دی اور اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا جیسے وہ دل جو پوری طرح حملہ آور ہے۔

دل اس لینے دینے میں ایک طرف توخداوند عالم کی جانب سے ہدایت ،نو رانیت اور آگا ہی حاصل کرتا ہے اور دو سری طرف انسان کو اس کی حرکات و گفتار اور موقف عمل میں یہ ہدایت اور نو رانیت عطا کرتے ہیں پہلی شق (اللہ سے ملاقات اور اخذ کرنا)کے سلسلہ میں خداوندعالم فرماتا ہے :

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوالَولَانُزِّلَ عَلَيهِ القُرآنُ جُملَةًوَاحِدَةً كَ لٰ ذِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤادَكَ وَرَتَّلنَاهُ تَرتِيلاً﴾ (۱ "اور کافر یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر اِن پر یہ قرآن ایک دفعہ کل کا کل کیوں نہیں نازل ہوگیا۔ہم اسی طرح تدریجا نازل کرتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو مطمئن کر سکیں اور ہم نے اسے ٹہر ٹہر کر نازل کیا ہے "تو قرآن رسول کے قلب مبارک پر ایک دم اور آہستہ آہستہ نا زل ہو تا تھا اور دلوں کو تقویت بخشتا تھا نیز یہ دل اس سے نو رانیت اور ہدایت حا صل کرتے تھے ۔ خداوندعالم کا ارشاد ہے :

﴿ اَللّٰہ نَزَّلَ اَحسَنَ الحَدِيثِ كِتَاباًمُتَشَابِهاً مَثَانِيَ تَقشَعِرُّ مِنهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخشَونَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِاللّٰہِ﴾ (۲)

"اللہ نے بہترین کلام اس کتاب کی شکل میں نازل کیا ہے جس کی آیتیں آپس میں ملتی

---

۱)سورئہ فرقان آیت ۳۲ ۔)

۲)سورئہ زمرآیت ۲۳ ۔)

جلتی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں کہ ان سے خوف خدا رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کے بعد ان کے جسم اور دل یاد خدا کے لئے نرم ہو جاتے ہیں"

قلوب، قرآن سے خشوع و خضوع اخذ کرتے ہیں، نرم ہو جاتے ہیں خدا کی ہدایت اور اس نور کے ساتہ رابطہ پیدا کرتے ہیں جس کو خداوند عالم نے بندوں کی طرف بہیجا ہے کیونکہ قرآن خداوند عالم کی طرف سے ہدایت اور ایسا نور ہے جس کو خداوند عالم نے بندوں کی جانب بہیجا ہے نیز یہ قرآن خداوند عالم کا برہان اور مخلوق پر حجت ہے۔

خدا وند عالم کا ارشاد ہے: (﴿ یَاایُّھَاالنَّاسُ قَدجَآءَ کُم بُرہَانٌ مِن رَبِّکُم وَاَنزَلنَااِلَیکُم نُورْاً مُبِیْناً﴾ (۱)

"اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور بہی نازل کردیا ہے"

یہ نور اور ہدایت مومنین اور متقین لوگوں کے دلوں سے مخصوص ہے وہ اس نور کو اخذ کرتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں:

(﴿ ھَذَابَیَانٌ لِلنَّاسِ وَھُدیً وَموعِظَةٌلِلمُتَّقِینَ﴾ (۲)

"یہ عام انسانوں کے لئے ایک بیان حقائق ہے اور صاحبان تقویٰ کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے'

(﴿ ھٰذَابَصَائِرُمِن رَبِّکُم وَھُدیً وَرَحمَةٌلِقَومٍ یُومِنُونَ﴾ (۳)

"یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دلائل ہدایت اور صاحبان ایمان کے لئے رحمت کی حیثیت رکھتا ہے"

---

(۱)نساء آیت/ ۱۷۴)

۲)سورئہ آل عمران آیت/ ۱۳۸۔)

۳)سورئہ اعراف آیت/ ۲۰۳۔)

دل کے لئے یہ پہلا دور ہے جو اللہ سے ہدایت ،نور ،بصیرت اور برہان حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نور اورہدایت نازل کیا ہے ان سے مخصوص ہوتا ہے ۔

دلوں کے لئے دوسرا مرحلہ توسعہ اور عطا

اس مرحلہ میں قلوب ایسے نور اورہدایت کوپھیلاتے ہیں جو ان کو خداوندعالم کی جانب سے ملا ہوتا ہے اوریہ قلوب انسان کی حرکت ،گفتار ،موقف ،روابط اور اقدامات کو نورعطا کرتے ہیں اس وقت انسان نورالٰہی اورہدایت الٰہی کے ذریعہ آگے بڑھتا ہے نور خدا اورہدایت خدا سے تکلم کرتا ہے نور خدا اورہدایت کے ذریعہ اپنا موقف معین کرکے لوگوں کے درمیان چلتا ہے ۔

(﴿ اَوَمَن کَانَ مَیتْاً فَاحیيْنَاہُ وَجعَلنْاَ لَہُ نُورْاً یَمشْیِ بِہِ فِی النَّاسِ﴾ [۱]

"کیا جو شخص مُردہ تھاپھر ہم نے اسے زندہ کیااور اس کے لئے ایک نور قرار دیاجس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے "

﴿ یَااَیُّہَاالَّذِ ینْ آمَنُوااتَّقُوااللّٰہ وَآمِنُوْابِرَسُولْہِ یُوتْکِم کِفلْینْ مِن رَحمْتَِہِ وَیجَعْل لَکُم ﴿نُورْاً تَمشْوُنْ بِہِ وَیَغفْرِلْکُم وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیمْ ﴾ [۲]

"ایمان والو اللہ سے ڈرو اور رسول پر واقعی ایمان لے آؤتا کہ خدا تمہیں اپنی رحمت کے دہرے حصے عطا کردے اور تمہارے لئے ایسا نور قراردیدے جس کی روشنی میں چل سکو اور تمہیں بخش دے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے "

یہ نورجس کے ذریعہ مومنین کا ایک دوسرے سے رابط برقرار رہتا ہے ،اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کی صفوں میں گھوما کرتے ہیں ،ان کی سیاست ،یاتجارت یاحیات انسانی کے دوسرے تمام

---

۱)سورئہ انعام آیت/ ۱۲۲ ۔)

۲)سورئہ حدیدآیت/ ۲۸ ۔)

کاموں میں لگے رہتے ہیں یہ خداوندعالم کا وہ نور ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے بھیجا ہے :

(﴿ وَمَن لم يَجعْلِ اللهُ لَهُ نُوراً فَمَالَهُ مِن نُورٍ﴾ (۱ "اور جس کے لئے خدا نور قرار نہ دے اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے"

یہ وہ نور ہے جو اللہ کی طرف سے قلب میں ودیعت کیا جاتا ہے پھر اس کے ذریعہ دل، انسان کی بینائی، سماعت اور اس کے اعضا وجوارح کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اس اخذ اور عطا میں دل کا کردار درمیانی ہوتاہے نور اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اس کے ذریعہ انسان اپنا راستہ، اپنی تحریک ،کلام اور موقف اختیار کرتا ہے۔ یہ دل کے صحیح و سالم ہونے کی علامت ہے اور وہ قرآن کو صحیح طریقہ سے اخذ کرتا ہے، اور اسکو عطا کرتا ہے جس طرح سرسبز زمین نور، ہوا اور پانی کو اخذ کرتی ہے اور طیب و طاہر پھل دیتی ہے۔

حضرت امرالمومنین علیہ السلام قرآن کی صفت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ﴿کتاب الله تبصرون به وتنطقون به وتسمعون به﴾

"یہ اللہ کی کتاب ہے جس کے ذریعہ تمہیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز)سنتے ہو" جب دل صحیح وسالم نہ ہوتو اس میں اللہ سے لو لگانے کی خاصیت مفقود ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے پر متمکن نہیں ہوتا۔

جب دل میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے کی قدرت نہ ہوگی تو وہ نماز اور دعا کے ذریعہ قرآن صاعد کو اللہ تک پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

---

۱)سورئہ نورآیت/ ۴۰۔)

اس حالت کو انغلاق قلب(دل کا بند ہوجانا) کہا جاتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے: (﴿ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لاَیَرْجِعُوْنَ﴾ [1]
"یہ سب بہرے، گونگے، اور اندھے ہو گئے ہیں اور اب پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں"
بہرا اور اندھا نور کا استقبال کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے اسی طرح جو بولنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو فطری طور پر گونگا کہا جاتا ہے۔

پروردگار عالم بنی اسرائیل سے فرماتا ہے:

(﴿ ثُمَّ قَسَت قُلُو بُکُم مِن بَعدْ ِ لٰذِکَ فَھِیَ کَالحْ ِجَارَۃِاَوْ ِشَدُّ قَسوْ َۃً﴾(۲ "پھر تمہارے دل سخت ہو گئے جیسے پتھر یا اس سے بھی کچھ زیادہ سخت"

بیشک پتھر، نور، ہوا اور پانی کا استقبال کرنے پر متمکن نہیں ہوتا ہے اور نور، ہوا اور پانی میں سے جو کچھ بھی اس پر گرتا ہے اس کو واپس کردیتا ہے اور یہ فطری بات ہے کہ وہ ثمر دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، بلکہ ثمر تو وہ زمین دیتی ہے جس میں نور، ہوا اور پانی جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اسی طرح جب دل صحیح وسالم نہیں ہوتا تو وہ نور کا استقبال نہیں کرتا اور نہ ہی نور سے استفادہ کرپاتا ہے اسی کو مکمل انغلاق کی حالت کہا جاتا ہے اور وہ حالت (دل کا مرجانا) جس میں دل ہر طرح کی حیاتی چیز سے بے بہرہ ہوجاتا ہے یعنی زندہ دل کی طرح اس میں کسی چیز کو لینے یادینے کی طاقت باقی نہیں رہ جاتی اور جس دل میں یہ خاصیت نہ پائی جاتی ہو وہ زندگی کا ہی خاتمہ کردیتا ہے۔ خداوندعالم دل کے مردہ ہو جانے کے متعلق فرماتا ہے:

---

۱)سورئہ بقرہ۱۸۔)

۲)سورئہ بقرہ۷۴۔)

(﴿ اِنَّ اللهَ يُسمْ ِعُ مَن يَّشَاءُ وَمَاَانتْ َ بِمُسمْ ِعٍ مَن فِی الْقُبُورْ﴾ (۱ "اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بات سنا دیتا ہے اور آپ انہیں نہیںسنا سکتے جو قبروں کے اندر رہنے والے ہیں "

(اور یہ فرمان خدا : ﴿ اِنَّکَ لاَتُسمْ ِعُ الْمَ وتْ ی وَلاَتُسمْ ِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ﴾ (۲ "آپ مُردوں کو اوربہروں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے ہیں اگر وہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں "

خدا وند عالم یہ فرماتا ہے : (﴿ وَسَوَآئُعَلَیْهِ ِمْ انذْ َرتْ َهُم اَم لَم تُنذْ ِرهْ ُم لاَیُومْ ِنُونْ َ﴾ (۳ "اور ان کے لئے سب برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں "

آوازاور انداز میں کوئی عجز و کمی نہیں ہے بلکہ یہ میت کی کمی اور عاجزی ہے کہ وہ کسی چیز کو سننے کی قابلیت نہیں رکھتی ہے ۔ دل کی اسی حالت کو اس (دل) کا مرجانا ،بند ہو جانا اور اللہ سے منقطع ہو جا نا کہا جاتا ہے ۔

اس قطع تعلق اوردل کے بند ہوجانے کی کیا وجہ ہے ؟

دلوں کے منجمد ہونے کے اسباب

اسلامی روایات میں دلو ں کے منغلق ہو نے اور ان کے اللہ سے منقطع ہو جانے کے دواہم اسباب پر زور دیا گیا ہے :

---

۱)سورئہ فاطرآیت / ۲۲ ۔)

۲)سورئہ نمل آیت / ۸۰ ۔)

۳)سورئہ یس آیت / ۱۰ ۔)

۱۔اللہ کی آیات سے اعراض روگردانی اور ان کی تکذیب ۔

۲۔گناہوں اور معصیتیوں کا ارتکاب۔

خداوندعالم ارشاد فرماتا ہے :

(﴿ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ﴾ [۱]

"اورجن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ بہرے گونگے تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں"

اس آیہ کریمہ میں اللہ کی آیات کی تکذیب، لوگوں کی زندگی میں تاریکیو ںکے بس جانے اور ان کے گونگے ہوجانے کا سبب ہے ۔

خدا وند عالم فرماتا ہے:

(﴿ وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِراً كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْراً﴾ [۲]

"اورجب اس کے سامنے آیاتِ الٰہیہ کی تلاوت کی جاتی ہےتو اکڑکر منہ پھیر لیتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے اور جیسے اس کے کان میں بہرا پن ہے"

ہم اس آیہ کریمہ میں اللہ کی آیات سے روگردانی ان سے استکبار کے درمیان ایک متبادل تعلق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اسی پہلے سبب کو اعراض و روگردانی کہا جاتا ہے ۔

اوردوسرے سبب(گناہ)کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے :

---

۱)سورئہ انعام آیت/ ۳۹ ۔)

۲)سورئہ لقمان آیت/ ۷۔)

(﴿كَلاَّبَلْ رَانَ عَ لَى قُلُوبِ ِهِم مَّاكَانُواْيَكسِ ِبُونَ ِ﴾ [۱]

"نہیں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے" آیہ کریمہ میں صاف طور پر یہ واضح کردیا گیا ہے کہ جن گناہوں کو انسان کسب کرتا ہے وہ دل کو زنگ آلود کردیتے ہیں جن کی وجہ سے دل پر پردہ پڑجاتا ہے اور وہ اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔

گناہوں سے دلوں کا اُلٹ جانا

انسان جب بار بار گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل خدا سے منقطع ہو جاتا ہے اور جب دل خدا سے منقطع ہو جاتا ہے تو وہ برعکس (پلٹ جانا) ہوجاتا ہے گویا اوپر کا حصہ نیچے اورنیچے کا حصہ اوپر ہوجاتا ہے اور اس کے تمام خصوصیات ختم ہو جاتے ہیں۔

امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے:

کان ابي یقول:مامن شئ افسد للقلب من خطیئته،انّ القلب لیواقع الخطیئة،فلاتزال به حتّیٰ تغلب علیه،فیصیراعلاہ اسفله [۲]

"میرے والد بزرگوار کا فرمایا کرتے تھے: انسان کی خطا و غلطی کے علاوہ کوئی چیز انسان کے دل کو خراب نہیں کرسکتی ،بیشك اگر دل خطا کر جائے تو وہ اس پر ہمیشہ کے لئے غالب آجاتی ہے یہاں تک کہ دل کا اوپر والا حصہ نیچے اورنیچے کا حصہ اوپر آجاتا ہے"

اور یہ بھی امام جعفرصادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

اذاأذنب الرجل خرج في قلبه نکتة سوداء،فان تاب انمحت،وان زاد زادت ،حتّیٰ تغلب علیٰ قلبه،فلایفلح بعدهاابداً [۳]

---

۱)سورئہ مطففین آیت/ ۱۴۔)

۲)بحار الانوار جلد ۷۳ صفحہ/ ۴۱۲۔)

۳)بحار الانوار جلد ۷۳ صفحہ ۳۲۷۔)

"جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر وہ توبہ کرلیتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے ، اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بھی بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر غالب آجاتا ہے اور پھر کبھی وہ اس (دل) پر کامیابی نہیں پا سکتا ہے "

گناہوں کے ذریعہ انسان کے دل سے حلاوت ذکر کا خاتمہ

اللہ کے ذکر کے لئے مومنوں کے دلوں میں حلاوت پائی جاتی ہے، اس حلاوت و شیرینی سے بلند تر کوئی حلاوت نہیں ہے، لیکن جب انسان خداوند عالم سے روگردانی کر لیتا ہے تو وہ حلاوت بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کا حلاوت ذکر کا ذائقہ چکھنے والوں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے جیسے بیمار انسان جو اپنی تندرستی کھو بیٹھتا ہے تو اس کی قوت ذائقہ بھی مفقود ہوجاتی ہے نہ یہ کہ کھانے والی چیزوں کا ذائقہ ختم ہوجاتا ہے، بلکہ مریض کی قوت ذائقہ مفقود ہو جاتی ہے اسی طرح جب دل خدا سے پھر جاتے ہیں تو ان سے اللہ کے ذکر کی حلاوت ختم ہو جاتی ہے اور ان کی نظر میں اللہ کے ذکر کی کوئی حلاوت وجاذبیت نہیں رہ جاتی ہے جیسے وہ بیمار جو اپنی سلامتی و صحت وتندرستی سے محروم ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ لذیذ چیزوں کی لذت کھو بیٹھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لذیذ چیزوں میں لذت نہیں رہی ہے بلکہ انسان کو ان کی اشتہا و خواہش نہیں رہی ہے اسی طرح جب قلوب اپنا اعتدال کھو بیٹھتے ہیں تو ان کے درمیان سے خداوند عالم کی یاد کی شیرینی کا ذائقہ ختم ہو جاتا ہے اور خداوند عالم کی یاد اور تذکرہ کے لئے ان میں کوئی حلاوت وجذابیت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اَوحٰی اِلٰی دَاود اَن اَدن یٰ مَاانَا صَانعٌ بِعبدٍ غَیرْ عَامِلٍ بِعِلمْہِ مِن سَبعْیِنْ عَقُوبْۃ بَاطِنِیَّۃٍ ان اَنزْع مِن قَلبْہِ حَلَاوَۃَ ذِکرْیِ (۱)

۱)دار السلام مولف شیخ نوری جلد ۳ صفحہ ۲۰۰۔)

"خداوند عالم نے جناب داؤد کو وحی کی کہ اپنے علم پر عمل نہ کرنے والے بندہ کو ستر باطنی سزاؤں میں سے سب سے کم سزا یہ دیتا ہوںکہ میں اس کے دل سے اپنے ذکر کی حلاوت ختم کردیتا ہوں"

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا :

یاامیرالمومنین،إني قدحرمت الصلاة بالليل فقال عليه السلام :انت رجل قد قيدتک ذنوبک (١)

"اے امیر المومنین ایسا لگتا ہے کہ جیسے نماز شب مجھ پر حرام ہو گئی ہے"

آپ نے فرمایا :تو ایسا شخص ہے کہ تیرے گناہوں نے تجھ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

انّ الرجل يذنب الذنب،فيحرم صلاة الليل،وانّ العمل السيّئ اسرع في صاحبه من السكين في اللحم(٢)

"جب انسان گناہوں پر گناہ کئے چلاجاتا ہے تو اس پر نماز شب حرام ہوجاتی ہے اور برا عمل انسان کے اندر گوشت میں چھری سے کہیں زیادہ تیز اثر کرتا ہے"

دعاؤں کو روک دینے والے گناہ

براہ راست گناہوں کے انجام دینے سے انسان کا دل اللہ سے منقطع ہوجاتا ہے اور جب انسان کا دل اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے تو نہ اس میں کسی چیز کو اخذ کرنے کی صلاحیت باقی رہ جاتی ہے اور نہ ہی اس کو کوئی چیز عطا کی جاتی ہے

---

١)علل اشرائع جلد ٢ صفحہ / ٥١ ۔)

٢)اصول کافی ٢ صفحہ / ٢٧٢ ۔)

جب انسان اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرتا ہے تو (دعا) انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے ،اور جب انسان اللہ کے نازل کئے جانے والے قرآن سے منقطع ہو جاتا ہے تو وہ ضروری طور پر قرآن صاعد سے بھی منقطع ہوجاتا ہے ۔اس کی دعا محبوس (قید)ہوجاتی ہے اور وہ اس پر کامیاب نہیں ہوپاتایہاں تک کہ اگر وہ خدا کی بارگاہ میں بہت زیادہ گڑگڑائے یاپافشاری کرے ،اصرارکرے تب بھی خدا اس کی دعا کو اوپر پہنچنے سے روک دیتا ہے اور اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے ۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے : المعصیة تمنع الاجابة

"گناہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہوتے ہیں" ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے خداوندعالم کے اس قول ادعونی استجب لکم کے سلسلہ میں سوال کیا :

مالنا ندعو فلایُستجاب لنا؟قال:فاي دعاء يُستجاب لكم،وقد سددتم ابوابه وطرقه،فاتقوااللّٰه واصلحوااعمالكم،واخلصوا سرائركم ،وامروا بالمعروف،وانهواعن المنكر،فيستجيب الله معكم [1]

"کیا وجہ ہے کہ ہم خداوندعالم سے دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے ؟ آپ نے فرمایا تمہاری دعا کیسے مستجاب ہو جب تم نے اس کے دروازوں اور راستوں کو بند کردیا ہے پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ،نیک اعمال انجام دو ،اپنے اسرار کو پاکیزہ کرو ،امربا لمعروف کرو ،نہی عن النکر انجام دو تو خدا تمہاری دعا قبول کرے گا "

---

۱)بحارالانور جلد ۹۳ / صفحہ ۳۷۶ ۔)

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:(والذنوب التی تردّ الدعاء،وتُظلم الهواء عقوق الوالدین

(۱)

"جوگناہ دعاؤں کو رد کردیتے ہیں اور فضا کو تاریک کردیتے ہیں ان سے مراد والدین سے سرکشی کرنا ہے"

دوسری روایت میں آیا ہے:

والذنوب التی تردّالدعاء:سوء النیة وخبث السریرة،والنفاق، وترک التصدیق بالاجابة،وتاخیرالصلوات المفروضات حتّیٰ تذهب اوقاتها،وترک التقرب الیٰ الله عزّ وجلّ بالبرّ والصدقة،واستعمال البذاء والفحش فی القول(۲ "دعاؤں کو مستجاب ہونے سے روک دینے والے گناہ یہ ہیں:بُری نیت ،خُبث باطنی، نفاق واجب صدقہ نہ دینا،واجب نمازوں کے ادا کرنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت ہی ختم ہوجائے، نیکی اور صدقہ دینے کے ذریعہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کو چھوڑدینا اور گفتگو میں گالیاں دینا"

حضرت مام محمدباقر علیہ السلام سے مروی ہے:

انّ العبد یسا ل الله الحاجة،فیکون من شانه قضاوها الیٰ اجل قریب،في ذنب العبد ذنباً،فیقول الله تبارک وتعالیٰ للملک:لاتقض حاجته،واحرمه ایاها،فإنهّ تعرض لسخطي واستوجب الحرمان مني (۳)

"جب بندہ خداوندعالم سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو خدا کی شان دعا کو پورا کردینا ہے مگربندہ گناہ کرلیتا ہے جسکی وجہ سے دعاقبول نہیں ہوتی، خداوندعالم فرشتہ سے کہتا ہے:اس کی حاجت روانہ کرنا ، اس کو اس کی حاجت سے محروم رکھنا ،وہ مجھکو نا خشنود کرتا ہے جسکی وجہ سے وہ مجھ سے محروم ہوا ہے"

۔ ۱)معانی الاخبار صفحہ / ۲۷۰ ۔)

۲)معانی الاخبار صفحہ / ۲۷۱ ۔)

۳)اصول کافی جلد۳ صفحہ ۳۷۳ ۔)

قبولیت اعمال کے موانع

اسلامی روایات میں (اعمال کے بلند ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے موانع)اور (اللہ کی بارگاہ میں اعمال پہنچانے کے اسباب)کاتذکرہ موجود ہے:

ان دونوں چیزوں کا انسان کے عمل سے براہ رست تعلق ہے مگر یہ کہ (موانع) اعمال کے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں ،اور (اسباب) اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے میں مددگار ہوتے ہیں :

ہم ذیل میں (موانع)کے متعلق اسلامی روایات میں وارد ہونے والے ایک نمونہ کا تذکرہ کریں گے اور اسباب کے سلسلہ میں بھی ایک ہی نمونہ کا تذکرہ کریں گے اور اس مسئلہ کی اسلامی ثقافت وتربیت میں زیادہ اہمیت ہونے کی غرض سے اسکی تفصیل وتشریح ایک مناسب موقع کے لئے چھوڑدیتے ہیں ۔

صعود اعمال کے موانع (اسباب)

شیخ ابو جعفر محمدبن احمدبن علی قمی ساکن ری نے اپنی کتاب "المنبیٔ عن زھد النبی" عبدالواحد سے اور انہوں نے معاذبن جبل سے نقل کیا ہے :ان کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا: میرے لئے ایک ایسی حدیث بیان فرما دیجئے جس کو آپ نے رسول اکرم (ص) سے سنا ہو اور حفظ کیا ہو انہوں نے کہا ٹھیک ہے پھر معاذنے گریہ کرتے ہوئے فرمایا :میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوتو اس وقت مجھ سے یہ حدیث نقل فرمائی جب میں ان کے پاس کھڑا ہوا تھا:

"بینا نسیراذ رفع بصره الی السماء فقال:الحمدلله الذي یقضي في خلقه ماا حبّ،ثم قال:یامعاذ،قلت:لبیک یارسول الله وسید المومنین قال: یا معاذ،قلت، لبیک یارسول الله امام الخیرونبي الرحمة فقال:احدثک شیئاًماحدّث به نبي امته ان حفظته نفعک عیشک،وان سمعته ولم تحفظه انقطعت حجتک عند الله،ثم قال:انّ الله خلق سبع املاک قبل ان یخلق السماوات فجعل فی کل سماء ملکاًقدجللها بعظمته،وجعل علیٰ کل باب من ابواب السماوات ملکاًبواباً،فتکتب الحفظة عمل العبد من حین یصبح الیٰ حین یمسي،ثم ترتفع الحفظة بعمله وله نورکنور الشمس حتّی اذابلغ سماء الدنیا فتزکیه وتکثره فیقول الملک:قفوا واضربوابهذاالعمل وجه صاحبه،انا ملک الغیبة،فمن اغتاب لاادع عمله یجاوزني الیٰ غیري،امرني بذالک ربي

قال :ثم تجئ الحفظة من الغد ومعهم عمل صالح،فتمّر به فتزكيه و تكثره حتّى تبلغ السماء الثانية،فيقول الملک الذي فيالسماء الثانية:قفوا واضربواهذ االعمل وجه صاحبه انّما اراد بهذاعرض الدنيا،اناصاحب الدنيا، لاادع عمله يتجاوزني الیٰ غيري قال:ثم تصعد الحفظة بعمل العبدمبتهجابصدقة وصلاة فتعجب به الحفظة،وتجاوز به الیٰ السماء الثالثة،فيقول الملک:قفوا واضربوا هذاالعمل وجه صاحبه وظهره،اناملک صاحب الکبر،فيقول:انه عمل وتکبّرعلی الناس في مجالسهم؛امرني ربي ان لاادع عمله يتجاوزني الیٰ غيري

قال:وتصعد الحفظة بعمل العبد يزهرکالکوکب الدري في السماء،له دوي بالتسبيح والصوم والحج ،فتمّر به الی السماء الرابعة فيقول له الملک:قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه وبطنه،اناملک العُجب،انه کان يعجب بنفسه انه عمل وادخل نفسه العُجب،امرني ربّي ان لاادع عمله يتجاوز ني الی غيري

قال وتصعد الحفظة بعمل العبدکالعروس المزفوفة الی اهلها،فتمرّ به الی ملک السماء الخامسة بالجهاد والصلاة والصدقة)مابين الصلاتين،ولذلک العمل رنين کرنين الابل وعليه ضوء کضوء الشمس،فيقول الملک:قفوا انا ملک الحسد،واضربوابهذ االعمل وجه صاحبه،واحملوه علیٰ عاتقه،انه کان يحسد مَنْ يتعلم اويعمل لله بطاعته،واذا رایٰ لاحد فضلافي العمل والعبادة حسده ووقع فيه،فيحمله علیٰ عاتقه ويلعنه عمله قال:وتصعد الحفظة بعمل العبد من صلاة وزکاة وحج وعمرة، فيتجاوزون به الی السماء السادسة،فيقول الملک:قفوا اناصاحب الرحمة واضربوابهذاالعمل وجه صاحبه،واطمسواعينيه لانّ صاحبه لم يرحم شيئاًاذا اصاب عبداًمن عبادالله ذنب للاخرة اوضرّ في الدنياشمت به،امرني به ربي ان لاادع عمله يجاوزني

قال وتصعد الحفظةبعمل العبد بفقه واجتهاد وورع وله صوت کالرعد، وضوء کضوء البرق،ومعه ثلاثة آلاف ملک،فتمرّبه الی ملک السماء السابعة، فيقول الملک:قفوا واضربوا بهذاالعمل وجه صاحبه اناملک الحجاب احجب کل عمل ليس لله،انّ ّه ارادرفعة عندالقُوّاد،وذکراً في المجالس وصيتاًفي المدائن، امرني ربي ان لاادع عمله يتجاوزني الی غيري مالم يکن الله خالصاً

قال: وتصعد الحفظة بعمل العبد بتهجاً به من صلاة وزكاة وصيام وحج وعُمرة وحسن الخلق وصمت وذكر كثير، تشيعه ملائكة السماوات والملائكة السبعة بجماعتهم، فيطأون الحجب كلّها حتیٰ یقوموا بين يديه سبحانه، فيشهدوا له بعمل ودعاء فيقول: انتم حفظة عمل عبدي، وانا رقيب علیٰ مافي نفسه انه لم يردني بهذا العملو عليه لعنتي فيقول الملائكة: عليه لعنتك ولعنتنا قال: ثم بكیٰ معاذ قال: قلت: يارسول الله، ما اعمل واخلص فيه؟ قال: اقتد بنبيك يامعاذ في اليقين قال: قلت انت رسول الله وانا معاذ قال: وان كان في عملك تقصير يامعاذ فاقطع لسانك عن اخوانك وعن حملة القرآن، ولتكن ذنوبك عليك لا تحملها علیٰ اخوانك، ولاتزك نفسك بتذميم اخوانك، ولاترفع نفسك بوضع اخوانك، ولاتراء بعملك، ولاتدخل من الدنيا في الآخرة، ولا تفحش في مجلسك لكي يحذروك لسوء خلقك ولاتناج مع رجل وانت مع آخر، ولا تعظم علی الناس فتنقطع عنك خيرات الدنيا، ولاتمزق الناس فتمزقك كلاب اهل النار، قال الله تعالیٰ: وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا [1] افتدري ما الناشطات؟ انها كلاب اهل النار تنشط اللحم واعظم قلت: ومن يطيق هذه الخصال؟ قال: يامعاذ، انه يسير علیٰ من يسّره الله تعالیٰ عليه قال: ومارايت معاذاً يكثر تلاوة القرآن كما يكثر تلاوة (هذا الحديث [2]

"انہوں نے فرمایا: ہم راستہ چلے جا رہے تھے تو انہوں نے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدائے وحدہ لا شریک کے لئے ہیں وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔پھر انہوں نے کہا: اے معاذ۔

---

۱)سورئہ نازعات آیت / ۲۔)

۲)ہم نے یہ طویل حدیث کتاب عدة الداعی کے صفحہ ۲۲۸ ۔ ۲۳۰ سے نقل کی ہے، اور اس) کتاب میں اس حدیث کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ: سلیمان بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے ابا عبد اللہ علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس قول: وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا سورئہ فرقان آیت / ۲۳ "پھر ہم انکے اعمال کی طرف توجہ کریں گے اور سب کو اڑتے ہوئے خاک کے ذروں کے مانند بنا دیں گے" کے سلسلہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر انکے اعمال قباطی سے بھی زیادہ سفید(بہت زیادہ نورانی) رہے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کسی حرام چیز کو پیش کیا جاتا تھا تو اسکو ترک نہیں کرتے تھے "مرآة العقول میں آیا ہے: مذکورہ مطلب میں اس بات کی دلالت ہے کہ کھلم کھلا گناہ کرنے سے نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں اور احباط کا مطلب یہ ہے کہ اچھائیوں پر ثواب نہ ملنا اسکے بالمقابل تکفیر ہے یعنی کسی برائی پر عذاب نہ ملنا ۔

میں نے کہا: لبیک یارسول اللہ (ص) اور مومنین کے سردار۔ فرمایا: اے معاذ میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ خیر کے امام اور نبی رحمت، انہوں نے کہا میں تم سے ایک حدیث نقل کر رہا ہوں جیسی کسی نبی نے اپنی امت سے نقل نے کی ہو اگر تم اس کو حفظ کروگے تو زندگی میں مستفید ہوگے اگر سن کر حفظ نہیں کروگے تو تم پر خداوند عالم کی حجت تمام ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے کہا کہ خداوند عالم نے آسمانوں کی خلقت سے پہلے سات فرشتے خلق کئے تو ہر اس آسمان میں ایک فرشتہ معین کیا جس کو اپنی عظمت کے ذریعہ مکرم فرمایا آسمانوں کے ہر دروازے پر ایک نگہبان فرشتہ معین فرمایا تو وہ انسان کے اعمال نامہ میں اس بندہ کا صبح سے شام تک کا عمل لکھتے ہیں پھر یہ لکھنے والے فرشتے اس کے اعمال نامہ کو لیکر اوپر جاتے ہیں اس کی روشنی دھوپ کے مانند ہوتی ہے یہاں تک کہ جب وہ آسمان دنیا پر پہنچتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کو پاک و صاف و شفاف اور زیادہ کر دیتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر مار دو میں غیبت کا فرشتہ ہوں جو غیبت کرتا ہے میں اس کے عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں پہنچنے دونگا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ رسول اکرم (ص) نے فرمایا: اگلے دن یہ نامہ اعمال، عمل صالح کے ساتھ تزکیہ اور زیادہ ہونے کی صورت میں دوسرے آسمان تک پہنچتا ہے، تو دوسرے آسمان والا نگہبان فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو

اور اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر مار دو چونکہ اس نے اس عمل کے ذریعہ اپنے کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور میں صاحب دنیا ہوں لہذا میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں جانے دونگا۔ فرمایا: پھر وہ لکھنے والے اس نامہ اعمال کو صدقہ اور نماز سے پُر، خوشی خوشی اوپر لیجاتے ہیں اور وہ تیسرے آسمان سے عبور کر جاتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منہ اور پیٹھ پر مار دو میں صاحب کبر کا فرشتہ ہوں وہ کہے گا: اس نے اس عمل کے ذریعہ لوگوں کی مجلسومیں بیٹھ کر تکبر کیا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ پہنچنے دوں۔

فرمایا: یہ نامہ اعمال بندہ کے اس عمل کی وجہ سے جس میں تسبیح، روزہ اور حج ہو گا ان کے ذریعہ آسمان میں کوکب دری کی طرح روشن ہو کر چوتھے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ اس سے کہے گا: اس عمل کو صاحب عمل کے منہ اور پیٹ پر ماردو، میں عُجب کا فرشتہ ہوں وہ اپنے نفس میں اس عمل کے ذریعہ عجب کرتا تھا اور اس کے نفس میں عُجب داخل ہو گیا ہے؛ میرے پرور دگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ یہ عمل میرے علاوہ کسی اور تک نہ پہنچنے پائے۔ فرمایا: یہ نامہ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ اپنے شوہر کے گھر کی طرف جانے والی دُلہن کے مانند جہاد، نماز اور دو نمازوں کے درمیان دئے جانے والے صدقہ سے پانچویں آسمان سے گذر جائیگا یہ اونٹ کی طرح آواز بلند کررہا ہوگا اور آفتاب کی طرح روشن ہوگا، پس فرشتہ کہے گا: ٹھہرو میں حسد کا فرشتہ ہوں اور اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر ماردو اور اس کے کاندھوں پر رکھ دو؛ یہ طالب علم اور اللہ کی اطاعت کرنے والے سے حسد کرتا تھا اور جب بھی یہ عمل اور عبادت میں کسی اور کو اپنے سے برتر دیکھتا تھا تو اس سے حسد کرتا تھا لہٰذا اس عمل کو اسی کے کاندھوں پر رکھ دو اور اس کا عمل اس پر لعنت کریگا۔

فرمایا: وہ نامہ اعمال نماز، زکات، حج اور عمرہ کے ذریعہ چھٹے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا: ٹھہرو میں صاحب رحمت ہوں اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر ماردو اور اس کی آنکھوں کو بے نور کردو چونکہ اس شخص نے ذرہ برابر رحم نہیں کیا جب اللہ کا کوئی بندہ اُخروی گناہ یا دنیوی مصیبت میں بتلا ہو جاتا ہے تو اس کی شماتت کی جاتی ہے۔

فرمایا: یہ نامہ اعمال بندہ کے فقہ، اجتہاد اور ورع و پرہیزگاری کے ذریعہ جو بجلی کی طرح کڑک رہا ہوگا، برق کی طرح اس کی روشنی ہوگی اور اس کے تین ہزار فرشتے ہوں گے یہ ساتویں آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا: ٹھہرو اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر ماردو میں حجاب کا فرشتہ ہوں اس نے جو عمل اللہ کیلئے نہیں تھا اس کو چھپایا؛ اس نے رہنماؤں کی نظر میں بلندمرتبہ، نشستوں میں اپنے تذکرہ اور شہروں میں اپنی شہرت کی تمنّا کی تھی، میرے پروردگار نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ جو عمل خالص اللہ کے لئے نہ ہو اس کو میں اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ جانے دوں۔

فرمایا: یہ نامہ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ خوشی خوشی جس میں نماز، زکات، روزے، حج، عمرہ، حُسن خلق، صمت و وقاراور ذکر کثیر ہوگا آگے بڑھے گا جس کے ساتہ آسمان و زمین کے ملائکہ ہوں گے جو تمام پردوں کو روندہ دیتے ہییہاں تک کہ پروردگار عالم کے سامنے جا کھڑے ہوں گے اور وہ سب اس بندہ کے اس عمل اور دعا کی گواہی دیں گے پس پروردگار آواز دے گا: تم نے میرے بندہ کا یہ نامہ اعمال لکھا ہے اور میں بذات خود اس کا دیکھنے والا ہوں۔اس عمل کو میرے پاس نہ لاؤ اس پر میری لعنت ہے۔تو ملائکہ کہیںگے: اس پر تیری اور ہم سب کی لعنت ہے۔

فرمایا: پھر معاذ گریہ کرنے لگے۔

معاذ نے کہا میں نے رسول اللہ (ص) کی خدمت میں عرض کیا: میں کیسے خالص عمل انجام دوں؟

فرمایا: اے معاذ تم یقین میں اپنے نبی اکرم (ص) کی اقتدا کرو۔ معاذ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ص) آپ رسول خدا ہیں اور میں معاذ ہوں۔ فرمایا: اگر تمہارے عمل میں کوئی کوتاہی ہے تو تم اپنے برادران کی غیبت کرنے سے پرہیز کرو قرآن کے حاملین کے سلسلہ میں اپنی زبان بند رکھو تمہارے گناہوں کا بوجہ تمہارے بھائیوں پر نہیں پڑنا چاہئے، اپنے بھائیوں کی برائی کرکے خود کو بہتر مت سمجھو، اپنے بھائیوں کی توہین کرکے خود کو بلند مرتبہ مت سمجھو، ریاکاری نہ کرو، دنیاکے ذریعہ آخرت میں داخل نہ ہواگر تم کسی سے سرگوشی کر رہے ہو تو دوسرے شخص کے ساتہ اسی حال میں سرگوشی مت کرو، لوگوں پر بوجہ مت بنو کہ تم سے دنیا کی بھلائیاں رو گردانی کر جائیں، لوگوں میں تفرقہ نہ پیدا کرو ورنہ جہنم کے کتّے تم کو پاش پاش کرڈالیں گے خداوند عالم کا فرمان ہے: وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطاً "اور آسانی سے کھول دینے والے ہیں" کیا تم جانتے ہو کہ ناشطات کیا ہے؟ یہ جہنم کے کتّے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو کھا جاتے ہیں۔

معاذ نے عرض کیا: ان خصلتوں کی کس میں طاقت ہے؟

فرمایا: اے معاذ یہ اس شخص کیلئے بہت آسان ہیں جن کیلئے خداوند عالم ان کو آسان کردیا ہے

فرمایا: میں نے معاذ کو اتنی زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا جتنی وہ اس حدیث کی تلاوت کرتے تھے"

اعمال کو اللہ تک پہنچانے والے اسباب

موانع کے بالمقابل کچہ ایسے اسباب ہیں کہ جب اعمال اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تووہ اسباب جو انسان کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچاتے ہیں اور یہ اسباب ،موانع کے بالمقابل ہیں: ان اسباب کا روایت نبوی میں تذکرہ موجود ہے جن کو ہم علامہ مجلسی کی نقل روایت کے مطابق جس کو انہوں نے امالی شیخ صدوق سے بحارالانوار میں نقل کیا ہے.بیان کرتے ہیں: شیخ صدوق نے (امالی)میں سعیدبن مسیب سے انہوں نے عبد الرحمن بن سمرہ سے نقل کیا ہے:(ہم ایک دن رسول اللہ (ص)کی خدمت بابرکت میں حاضر تہے کہ آپ نے فرمایا:

فقال:اني رايت البارحة عجائب ،قال:فقلنا:يارسول الله، ومار ايت ؟ حدَّثنا به فداک انفسناواهلوناواولادنا ؟فقال:رايت رجلاً من اُمتي وقد اتاه ملک الموت ليقبض روحه،فجاء ه برّه بوالديه فمنعه منه

ورايت رجلاًمن اُمتي قد بسط عليه عذاب القبر،فجاءَ ه وضو وه فمنعه منه ورايت رجلاًمن اُمتي قداحتوشته الشياطين،فجاءَ ه ذکرُاللهعزّوجلّ فنجّاه من بينهم

ورا يت رجلاًمن اُمتي والنبيّون حلقاًکلمااتیٰ حلقة طردوه،فجاءَ ه اغتساله من الجنابة فاخذبيده فاجلسه الی جنبهم

ورا يت رجلاً من اُمتي بين يديه ظلمة ومن خلفه ظلمة وعن يمينه ظلمة وعن شماله ظلمة ومن تحته ظلمة مستنقعاًفي الظلمة،فجاءَ ه حجه وعمرته فاخرجاه من الظلمة وادخلاه النور

ورا يت رجلاً من اُمتي يُکلّم المومنين فلايُکلمونه،فجاءَ ه صلته للرحم فقال:يامعشرالمومنين،کلّموه فانّه کان واصلاً لرحمه،فکلمه المومنون وصافحوه وکان معهم

ورا يت رجلاً من اُمتي تقی وجهه النيران و شررها بيده ووجهه،فجاء ته صدقته فکانت ظلّاً علیٰ راسه وستراً علیٰ وجهه

ورا يت رجلاً من اُمتي قد اخذ ته الزبانية من کل مکان فجاء ه امره بالمعروف ونهيه عن المنکر فخلّصَاه من بينهم وجعلاه مع ملائکة الرحمة

ورا یت رجلاً من اُمتي جاثیاًعلیٰ رکبتیه بینه و بین رحمة الله حجاب فجاء ه حسن خلقه فاخذ بیده فادخله فی رحمة الله

ورا یت رجلاً من اُمتی قد هوت صحیفته قبل شماله فجاءَ ه خوفه من الله عزّ وجلّ فاخذ صحیفته فجعلها فی یمینه

ورا یت رجلاً من اُمتي قد خفت مو ازینه،فجاءَ ه افراطه فثقلوا مو ازینه ورا یت رجلاً من اُمتي قائماً علیٰ شفیرجهنم،فجاءَ ه رجاءَ ه فی الله عزّو جلّ فاستنقذه بذالک

ورا یت رجلاً من اُمتي قد هویٰ في النارفجاءَ ته دموعه التي بکیٰ من خشیة الله فاستخرجته من ذلک

ورا یت رجلاً من اُمتي علیٰ الصراط یرتعدکما ترتعدالسعفة فی یوم ریح عاصف فجاءَ ه حسن ظنه بالله فسکن رعدته ومضیٰ علی الصراط ورایت رجلاً من اُمتي علیٰ الصراط یزحف احیاناًویحبواحیاناًویتعلق احیاناًفجاءَ ته صلاته علیه فاقامته علیٰ قدمیه ومضیٰ علیٰ الصراط

ورا یت رجلاً من اُمتي انتهیٰ الیٰ ابواب الجنة کلماانتهیٰ الیٰ باب اُغلق دونه،فجاء ته شهادة ان لا اله الّا الله صادقاًبها،ففتحت له الابواب و دخل الجنة"[1] "

میں نے متعدد عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے کن کن عجائبات کا مشاہدہ فرمایا؟ میری جان آپ پر فدا ہو ذرا ان عجائبات کی ہمارے اور ہماری اولاد کے لئے تفسیر تو فرما دیجیے؟ آپ نے فرمایا :میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ ملك الموت اس کی روح قبض کرنے کے لئے آیا ہے تو وہ فرشتہ اس (شخص)کی اپنے والدین کے ساتہ نیکیوں کی وجہ سے اس کی روح قبض نہ کر سکا ۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کو شیا طین نے ڈرا رکھا تہا تو اللہ عزوجل کے تذکرہ نے اس کو ان شیاطین سے نجات دلائی ۔ میں نے اپنی امت کے ایک ایسے پیاسے شخص کو دیکھا کہ جب بہی وہ پانی کے حوض پر پانی پینے کی غرض سے پہنچتا تہا تو اس کو پانی پینے نہیں دیا جاتا تہا تو ماہ رمضان کے روزوں نے آکر اس کو سیراب کیا گیا ۔

---

۱)بحار الانوار جلد ۷ صفحہ/ ۲۹۰ ۔ ۲۹۱ ۔)

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام حلقہ، حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں تو جب بھی یہ شخص حلقہ کے پاس پہنچتا تھا تو اس کو نزدیک آنے سے منع کردیا جاتا تھا، لیکن جب وہ غسل جنابت کرکے آیا تو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بیٹھایا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسکے آگے پیچھے، دائیں، بائیں اور اس کے نیچے کی طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی کے سبب جانکنی کے عالم میں تھا تو اس کے انجام دئے ہوئے حج وعمرہ نے آکر اس کی جان بچائی اور تاریکی سے نکال کر روشنی میں داخل کیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ مومنین سے کلام کرتا ہے لیکن مومنین اس سے بات نہیں کرتے ہیں۔تو اس شخص کے صلہ رحم نے کہا اے مومنو اس سے کلام کرو کیونکہ اس نے صلہ رحم انجام دیا ہے تو مومنوں نے اس سے کلام کیا، مصافحہ کیا گویا کہ وہ ان کے ساتھ تھا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ اور چہرہ آگ کی سوزش سے جل رہے تھے تو اس کے دئے ہوئے صدقہ نے اس کے سر پر آکر سایہ کیا اور اس کے چہرے کو چھپا لیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کی ہر جگہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے تو اس کے کئے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے اس کو ان شعلوں سے نجات دلائی اور اس کے لئے رحمت کے فرشتہ مقرر فرمائے۔ میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو گھٹنیوں کے بھل چل رہا تھا اور اس کے اور اللہ کی رحمت کے درمیان پردے حائل ہو گئے تھے تو اس کے حسن خلق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی رحمت میں داخل کیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں تھا تو اللہ کے خوف نے اس کا وہ نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ سے لیکر اس کے دائیں ہاتھ میں دیدیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے اعمال کا پلڑا بہت ہلکا تھا تو اس کے دوسروں کو سیراب کرنے نے اس کو وزنی بنایا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کے پاس کھڑے دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے امید نے اس کو جہنم سے نجات دلائی۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کی آگ میں جلتے دیکھا تو اس کے وہ آنسو جو اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے جاری ہوئے تھے انہوں نے اس کو جہنم کی آگ سے نکالا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو صراط پر دیکھا جو سخت آندھیوں میں خرمہ کے درخت کی شاخ کی طرح ہل رہا تھا تو اس کے اللہ سے حسن ظن نے اس کو ہلنے سے روکا اور وہ صراط سے گذر گیا ۔

میں نے اپنی امت میں سے پل صراط پر ایک ایسے شخص کو دیکھا جو آگے بڑھنے کے لئے اپنے چاروں ہاتھ پیر مار رہا تھا اور کبھی اپنے کو کھینچ جارہاتھا اور کبھی اس پر لٹک رہا تھا تو اس کی نماز نے آکر اس کے قدموں پر کھڑا کیا اور پل صراط سے گذارا ۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس پر جنت کے تمام دروازے بند ہو گئے تھے تو اس کی اشھدا ن لا الٰہ الااللہ کی گواہی نے اس کی تصدیق کی تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل گئے اور وہ جنت میں چلا گیا ۔

جن چیزوں کو اللہ سے دعا کرتے وقت انجام دینا چاہئے

اب ہم ان (وسائل)اسباب کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں جن کو دعا کرتے وقت انجام دنیا چاہئے ۔

پروردگار عالم کا فرمان ہے کہ ہم اس سے وسیلہ کے ذریعہ دعا کریں : ارشاد خدا وند عالم ہے :

(﴿اُو ئِلٰکَ الَّذِینْ یَدعُونْ یَبتَغُونْ اِل یٰ رَبِّهِمُ الوْسِیلَةَ﴾[۱]

"یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش (کررہے ہیں " ﴿یَاَیُّھَاالَّذِینْ آمَنُواْاتَّقُواْاللهَ وَابتَغُواْاِلَیْهِ الوْسِیلَةَ﴾[۲]

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو " خداوندعالم نے یہ وسائل ان بندوں کے لئے قرار دئے ہیں جن کے اعمال اور دعائیں اللہ کی رحمت تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور وہ (خدا)ارحم الراحمین ہے ۔

خداوندعالم فرماتا ہے :

---

۱)سورئہ اسرا آیت /۵۷ ۔)

۲)سورئہ مائدہ آیت /۳۵ ۔)

(﴿ اِلَیہْ ِ یَصعَ ُدُ الکَ ْلِمُ الطَّیِّبُ وَالعَ ْمَلُ الصَّالِحُ یَرفَ ْعُہُ﴾[1]

"پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انہیں بلند کرتا ہے"

بیشک انسانی حیات میں کلمہ طیب اور عمل صالح ہے۔ کل﴿ م الطیّب﴾ سے مراد انسان کا اللہ پر ایمان رکھنا، اخلاص، اُس (خدا) پر اعتماد رکھنا، اس سے امید رکھنا، اس سے دعا کرنا اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑانا اور گریہ و زاری کرنا ہے۔

عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی انسانیت قائم ہوتی ہے اور وہ ایمان، اخلاص، اعتماد اور امید ہے۔

اور ﴿کلم الطیب﴾ "خوشگوار گفتگو "قرآن کی تصریح کی رو سے خداوند عالم کی جانب چلی جاتی ہے لیکن قرآن ہی کی صراحت کی بنا پر اس خوشگوار گفتگو کو خداوند عالم کی جانب نیک عمل ہی لے جاتا ہے۔

اگر عمل صالح نہ ہوتو ﴿کلم الطیب﴾ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (عمل صالح) عاجز اور کمزور ہوتا ہے اور اس میں ﴿کلم الطیب﴾ کو اللہ تک پہنچانے کی طاقت و قدرت نہیں ہوتی لہٰذا ایسی صورت میں نہ تو انسان کی دعا اللہ تک پہنچتی ہے اور نہ ہی اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اللہ نے انسان کی زندگی میں اس کے ہاتھوں میں کچھ ایسے وسائل دیدئے ہیں جن کے ذریعہ وہ خداوندعالم تک پہنچ سکتا ہے اگر یہ وسائل واسباب نہ ہوں تو انسان کے لئے اس کی دعا اور فریاد کے اللہ تک پہنچنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔یہی وہ وسائل واسباب ہیں جن کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ ان ہی وسائل میں سے رسول اللہ کا اپنی امت کے لئے دعا اور استغفار کرنا ہے۔ خداوندعالم کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴾ [۱]

"اور کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آتے اور خود بھی اپنے گنا ہوں کے لئے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے حق میں استغفار کرتے تو خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے" قرآن کریم کی یہ آیت صاف طور پر یہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ (ص) کا مومنین کے لئے استغفار کرنا ان وسائل میں سے ہے جن میں پروردگار عالم اپنے بندوں کو اس چیز کی رغبت دلاتا ہے جو دعا اور استغفار میں ان کے لئے وسیلہ قرار پائے۔

جو کچھ رسول اسلام (ص) کے لئے ان کی حیات طیبہ میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مومنین کے لئے خدا سے استغفار کیا ہے وہ وفات کے بعد استغفار نہیں کرسکتے نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ (ص) تو وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔

رسول خدا (ص) اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کرنا

اسلامی روایات میں رسول خدا (ص) اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کے لئے بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

داؤد برقی سے مروی ہے: "إِنّي كنت اسمع اباعبد الله عليه السلام اكثرمايلحّ في الدعاء على الله بحقّ الخمسة،يعني رسول الله، و اميرالمومنين، و فاطمة ، والحسن ، والحسين" [۲]

---

۱) سورۂ نساء آیت / ۶۴۔

۱۱۳۹، حدیث / ۸۸۴۴۔ / ۱) وسائل الشیعہ جلد ۴

"میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو دعا میں اکثر پنجتن پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے دیکھا ہے یعنی رسول اللہ، امیر المومنین، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام"

سماعہ سے مروی ہے: مجھ سے ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا: اے سماعہ جب تمہیں خداوند عالم سے کوئی سوال درپیش ہو تو اس طرح کہو: اللهم انيّ اسالک بحقّ محمّد وعلى فانّ لهماعندک شاناًمن الشان وقدراًمن القدر،وبحقّ ذلک القدران تُصلّيَ علیٰ محمّد وآل محمّد وان تفعل بي كذا وكذا[1]

"پروردگارا میں تجھ کو محمد اور علی کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں جن کا تیرے نزدیک بلند و بالا مقام ہے اور اسی عظمت کے پیش نظر تو محمد و آل محمد پر درود بھیج اور میرے لئے ایسا ایسا انجام دے"

دعائے کمیل کے ذریعہ اللہ تک رسائی کے وسائل

ہم دعاء کمیل میں ان وسائل کا مشاہدہ کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے امیر المومنین دعا میں خداوندعالم سے متوسل ہوئے ہیں۔

یہ وسائل دعا کے دوسرے حصہ میں بیان ہوئے ہیں جن کو امیر المومنین علیہ السلام نے خداوند عالم سے دعا اور حاجتوں کو پیش کرنے سے پہلے مد نظر رکھا ہے۔ اس دعائے شریف میں بیان فرمایا ہے ان کو بیان کرنے سے پہلے ہم اس دعاء کمیل کا مختصر سا خاکہ بیان کرتے ہیں، اور جن بلند افکار پر یہ دعا مشتمل ہے ان کو بیان کریں گے نیز اس کی بھی وضاحت کریںگے کہ آپ نے اس دعا میں ان بلند افکار کے مابین کن طریقوں سے استفادہ فرمایا ہے۔

کیونکہ ائمہ سے منقول مشہور ادعیہ کی ہر عبارت کے معین افکار اور منظم اسلوب نیزدعا کے آغاز اور اختتام کی مخصوص روش ہے۔

---

۱)عدۃ الداعی صفحہ /۳۸۔

معروف ادعیہ میں سے ہر دعا کی ایک مخصوص شکل ہے ان کیفیات کے مطالعہ سے ہمیں یہ استفادہ ہوتا ہے کہ دعا کی روش نیز خداوند عالم سے مناجات کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

ہر دعا کے لئے بلند وبالا اور بنیادی فکر ہے، افکار کا مجموعہ اسی فکر سے پرورش پاتا ہے، یہ بنیادی مطلب ہے اوردوسرے مطالب کا مجموعہ اسی اساسی مطلب سے پرورش پاتا ہے، سوال کرنے کا طریقہ اور سوال کرنے اور ختم کرنے کے اسلوب و طریقوں کو بتاتا ہے۔

اگر علما نے اس مسئلہ کو بطور کافی و وافی بیان کیا ہوتا تو اس سے مفید نتائج کا اخراج کرتے۔

اب ہم دعائے کمیل کے سلسلہ میں اس کے بنیادی افکار اور کیفیت کے متعلق بیان کرتے ہیں:

دعا کمیل کی عام تقسیم

دعاء کمیل مومنین کے درمیان بڑی مشہور و معروف ہے جس کو مومنین ہر شب جمعہ کو پڑھا کرتے ہیں، اور اس کو کبھی تنہا اور کبھی ایک ساتھ مل کر بھی پڑھا کرتے ہیں۔

یہ دعا حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب ہے جو آپ نے کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اسی طرح یہ دعا ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں مومنین تک پہنچتی رہی ہے۔

یہ دعا عبودیت، فروتنی و انکساری کے مفاہیم کے لحاظ سے بیش بہا خزانہ نیز زندہ اشکال میں تضرع، فریاد خواہی نیز توبہ اورانابہ کا موجیں مارتا سمندر ہے۔ ہم اس دعاء میں بیان شدہ تمام مطالب ومفاہیم کی تشریح کرنا نہیں چاہتے چونکہ یہ طولانی بحثیں ہیں انشاء اللہ اگر موقع ملا، قسمت نے ساتھ دیا اور اسباب بھی پیدا ہو گئے تو ضرور ان مطالب کی تشریح کریں گے۔

لیکن اب ہم صرف اس دعا کی کیفیت کی وضاحت کرتے ہیں یہ دعا تین مخصوص مرحلوں پر مشتمل ہے اور ہر مرحلہ آنے والے مرحلہ میں شمار ہوتا ہے ان تمام باتوں کی اساس وبنیاد دعا کی کیفیت سے درک ہوتی ہے یہ ہمارے دعا پڑھنے، اس میں بیان ہونے والے مفاہیم و افکار کے سلسلہ میں غور و فکر کرنے اور ان سے متاثر ہونے میں ہماری بہت زیادہ مدد کرتے ہیں۔ شاید پروردگار عالم اس جہدو کوشش کو ان مومنین کے لئے نفع بخش اور مفید قرار دے جنھوں نے اس دعا کو پڑھنے کی اپنی عادت بنا لی ہے۔

تصمیم دعا کی فکر

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ دعا تین مرحلوں پر مشتمل ہے: پہلا مرحلہ: جو دعا کے شروع کرنے کے حکم میںہے جس میں دعا کرنے والا اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوکر دعا کرتا ہے۔ گڑگڑاتا ہے اور خدا سے مانگتا ہے، چونکہ گناہ انسان اور اللہ کے درمیان حائل ہو کر دعا کو مقید کر دیتے ہیں اور اگر بندہ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرنے کا موقف اپناتا ہے تو اس کے لئے اس پہلے مرحلہ کی رعایت کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

اس مرحلہ (ابتدائے دعا) میں اللہ سے مانگنے، طلب کرنے کے طریقہ کی ابتداء بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک اللہ سے مغفرت طلب کرنا ہے: اَللّٰھُمَّ اغفْرِلْيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَھتِکُ العِصَمَ اَللّٰھُمَّ اغفْرِلْيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنزِلُ النِّقَمَ۔۔۔

"خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگادیتے ہیں۔ ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں "یہ جملے مغفرت سے متعلق ہیں۔

اوردوسرے مرحلہ میں خدا کی یاد، شکر اور اسکا تقرب طلب کیا گیا ہے: واَسالُکَ بِجُودِکَ اَن تُدنِيَنِي مِن قُربِکَ وَاَن تُوزِعَنِي شُکرَکَ وَاَن تُلهِمَنِي ذِکرَکَ "تیرے کرم کے سہارے میرا سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنالے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما" پہلے تو انسان کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لئے کھڑا ہونا ضروری ہے۔

جس کے نتیجہ میں خداوند عالم اسکے گناہوں کو معاف کریگا، اسکے دل سے پردے ہٹا دیگا۔

دوسرے خداوند عالم کا بندے کو اپنے سے قریب ہونے اسکا شکر کرنے اوراس کے دل میں تذکرہ کرنے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

یہ دعا میں وارد ہونے کے ابتدائی فقرے ہیں۔

اسکا دوسرا فقرہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنا اوراسکی طرف راغب ہونا ہے:

اَللَّهُمَّ وَاَسالُکَ سُوالَ مَن اشتْدَّت فَاَقَتُهُ وَاَنزْلَ بِکَ عِندْ الشَّدَائِدِحَاجَتَهُ وَعَظُمَ فِیمْا عِندْک رَغبْتُهُ

"مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطا فرماخدایا میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو" اللہ سے کوئی فرار نہیں کرسکتا اور نہ ہی خدا کے علاوہ بندے کی کوئی اورپناہگاہ ہے۔

یہ دو حقیقتیں ہیں:

الف۔ اللہ سے کوئی مفر نہیں ہے

اَللَّهُمَّ عَظُمَ سُلطْانُکَ وَعَلَا مَکَانُکَ وَخَفِيَ مَکرْکَ وَظَهَرَامرْکَ وَ غَلَبَ قَهرْکَ وَجَرَت قُدرْتُکَ وَلَایْمکِنُ الفْرَارُ مِن حُکُومْتِکَ

"خدایا تیری سلطنت عظیم، تیری منزلت بلند، تیری تدبیر مخفی، تیرا امر ظاہر، تیرا قہر غالب اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرارنا ممکن ہے"

ب: اللہ کے علاوہ کوئی اورپناہ گاہ نہیں ہے

اَللَّهُمَّ لاَاَجِدُلِذُنُوبْيِ غَافِراًوَلَالِقَبَائِحِیسْاتِراً،وَلَالِشَيءٍ مِن عَمَلِيَ القْبِیحْ بِالحْسَنِ مُبَدِّلاًغَیرْکَ لَااِلٰهَ اِلَّااَنتْ

"خدایا میرے گناہوں کے بخشنے والے، میرے عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والے تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے"

یہ اس ابتدائی مرحلہ کا دوسرا فقرہ ہے اور اس مرحلہ کے تیسرے فقرے میں حضرت علی انسان کی مایوسی اور اس کی طویل شقاوت کے بارے میں فرماتے ہیں :

اَللَّهُمَّ عَظُمَ بَلاَئِي وَ اَفرَطَ بِي سُوءُ حَالِيْ،وَقَصُرَت بِي اَعمَالِيْ،وَقَعَدَت بِي اَغلَالِيْ،وَحَبَسَنِي عَن نَفعِي بُعدُ اَمَلِي وَخَدَعَتنِي الدُّنيَابِغُرُورِهَا،وَنَفسِي بِجِنَايَتِهَاوَمِطَالِي يَاسَيِّدي

"خدایا میری مصیبت عظیم ہے ،میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے ،میرے اعمال میں کوتاہی ہے، مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑکر بٹھا دیا ہے اور مجھے دور درازکی امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے،دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے اے میرے سردار" اس بے بسی ، رنج و غم اور شقاوت کے اسباب انسان کا عمل اور اس کی کوششیں ہیںلہٰذا وہ خداوند عالم سے دعا کرے کہ اس کے گنا ہوں کو معاف کردے اور ان گنا ہوں کو اپنے اور دعا کے درمیان حائل نہ ہونے دے۔

فَاسئَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَن لَایَحجُبَ عَنکَ دُعَائِي سُوءُ عَمَلِي وَفِعَالِي وَلَا تَفضَحنِي بِخَفِي مَااطَّلَعتَ عَلَيهِ مِن سِرِّي وَلَاتُعَاجِلنِي بِالعُقُوبَةِ عَلیٰ مَاعَمِلتُهُ فِی خَلَوَاتِي مِن سُوءِ فِعلِي وَ اِسَائَتِي وَدَوَامِ تَفرِيطِي وَجَهَا لَتِي وَكَثرَةِ شَهوَاتِي وَغفلَتي

"تجھے تیری عزت کا واسطہ ۔میری دعاوں کو میری بد اعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بنا پر بر سرعام رسوانہ ہونے پاوں۔میں نے تنہائیوں میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی سزا فی الفور نہ ملنے پائے، چاہے وہ غلطیاں بد عملی کی شکل میں ہوں یا بے ادبی کی شکل میں۔ مسلسل کوتاہی ہو یا جہالت یا کثرت خواہشات و غفلت "

اس مرحلہ کے چوتھے فقرے میں ایک بہت بڑے مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بندہ کا اپنے نقصان اور مایوسی کے وقت خدا کے علاوہ اس کا کوئی ملجاو ماویٰ نہیں ہے :

اِلٰهِی مَن لِي غَيرُکَ اَسالَهُ کَشفَ ضُرِّي وَالنَّظَرَ فِي اَمرِي

"خدایا۔پروردگار۔میرے پاس تیرے علاوہ کون ہے جو میرے نقصانات کو دور کرسکے اور میرے معاملات پر توجہ فرماسکے"

اس مرحلہ کے پانچویں فقرے میں دوباتوں کا اعتراف کیا گیا ہے :

۱۔گناہوں کا اعتراف ۔

۲۔اس چیز کا اعتراف کہ بندہ جب اللہ کے حدودو احکام کی مخالفت کرتا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی میں غرق ہوجاتا ہے تو وہ خدا کے سامنے کوئی حجت پیش نہیں کرسکتا ہے۔

اس مرحلہ کے آخری اورچھٹے حصہ میں بندہ کا اپنے گناہوں ، معصیت ،نا امیدی شقاوت کا اعتراف کرنا ہے اوریہ اعلان کہ خدا سے کوئی فرار اختیار نہیں کرسکتا اور اسکے علاوہ بندہ کی کوئی پناہگاہ نہیں ہے،اور اللہ سے یہ درخواست کرنا کہ وہ بندے سے اس کے برے افعال ،جرم وجرائم کا مواخذہ نہ کرے، اللہ کے سامنے گریہ و زاری اور اپنے مسکین ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد بندہ یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اپنے مولاکی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے،اس سے نادم ہے ، انکساری کرتا ہے چونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اورکی طرف فرار نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنے نقصان اور رنج و غم کے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے گڑگڑا نہیں سکتا ہے :

وَقَدْاَتَیتُکَ یَااِلٰهِي بَعْدَتَقْصِيرِي وَاِسْرَافِي عَلٰی نَفْسِي مُعْتَذِرًانَادِمًا مُنْكَسِرًامُسْتَقِيلاًمُنِيبًامُقِرًّامُذْعِنًامُعْتَرِفاً لَا اَجِدُمَفَرًّامِمَّاكَانَ مِنِّي وَلاَمَفْزَعاًاَتَوَجَّهُ اِلَيْهِ فِي اَمْرِي غَيْرَقَبُولِكَ عُذْرِي وَاِدْخَالِكَ اِيَّايَ فِي سَعَةِ رَحْمَتِكَ

"اب میں ان تمام کوتاہیوں اور اپنے نفس پر تمام زیادتیوں کے بعد تیری بارگاہ میں ندامت انکساری، استغفار، انابت، اقرار، اذعان، اعتراف کے ساتھ حاضر ہو رہاہوں کہ میرے پاس ان گناہوں سے بھاگنے کے لئے کوئی جائے فرار نہیں ہے اور تیری قبولیت معذرت کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تو اپنی رحمت کاملہ میں داخل کرلے"

اس مقام پر یہ مرحلہ ختم ہو جاتا ہے ۔ اور اس جملہ وقد اتیتک کے ذریعہ انسان خداوندعالم کی بارگاہ میں دعا اور تضرع کرنے کا اعلان کرتا ہے ۔

یہاں سے دعا کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اس مرحلہ میں امام علیہ السلام ان وسائل کا تذکرہ فرماتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ سے متوسل ہوا جاتا ہے اور ہمارے (مولف) نظریہ کے مطابق وہ چار وسائل ہیں : پہلا وسیلہ: خداوندعالم کا اپنے بندوں پر فضل وکرم ورحمت اور ان سے محبت کرنا ہے :

يَامَن بَدَءَ خلقْ◌ِي وَذِكرْ◌ِي وَتَربْ◌ِيَتِي وَهَبنْ◌ِي لِابتْ◌دَاءِ كَرَمِکَ وَسَالِفِ بِرِّکَ بِي "اے میرے پیدا کرنے والے ۔ اے میرے تربیت دینے والے ۔ اے نیکی کرنے والے ! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرما دے " دوسرا وسیلہ: ہمارا خداوندعالم سے محبت (لو لگانا) کرنا اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے :

اَتُرَاکَ مُعَذِّبِي بِنَارِکَ بَعدْ◌َ تَوحْ◌ِيدْ◌ِکَ وَبَعدْ◌َ مَاانطْ◌َوىٰ عَلَيہ◌ِ قَلبْ◌ِي مِن مَعرْ◌َفَتِکَ وَلَهِجَ بِہِ لِسَانِي مِن ذِکرْ◌ِکَ وَاعتْ◌َقَدَہُ ضَمِيرْ◌ِي مِن حُبِّکَ وَبَعدْ◌َ صِدقْ◌ِ اعتْ◌ِرَافِي وَدُعَائِي خَاضِعاً لِرُبُوبْ◌ِيَّتِکَ "پروردگار ! کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدہ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے ، یا میرے دل میں اپنے معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے ۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں " تیسرا وسیلہ: ہمارا عذاب کے تحمل کرنے میں کمزوری کا اعتراف ہے اپنی کھال کی کمزوری اور ہڈیوں کے ناتواں ہونے کا اقرار کرنا ہے : وَانتْ◌َ تَعلْ◌َمُ ضَعفْ◌ِي عَن قَلِيلْ◌ٍ مِن بَلاَءِ الدُّنيْ◌َاوَعُقُوبْ◌َاتِهَاوَمايَجرْ◌ِي فِيہْ◌َامِن المْ◌َکَارِہِ عَلىٰ اَهلْ◌ِهَاعَلىٰ اَنَّ ذٰلِکَ بَلاَ ءٌ وَمَکرْ◌ُوہٌ قَلِيلٌ مَکثْ◌ُهُ يَسِيرٌ بَقَائُہُ قَصِيرٌ مُدَّتُہُ فَکَيفْ◌َ احتْ◌ِمَالِي لِبَلاَءِ الآخِرَةِ وَجَلِيلْ◌ِ وَقُوعْ◌ِ المْ◌َکَارِہِ فِيہْ◌َا اِلٰهِي وَرَبِّي وَسَيِّدِي لِاَيِّ الأُمُورْ◌ِ اِلَيکْ◌َ اَشکْ◌ُووْ◌َلِمَامِنہْ◌َااَضِجُّ وَاَبکْ◌ِي لِاَلِيمْ◌ِ العْ◌َذَابِ وَشِدَّتِہِ اَم لِطُولْ◌ِ البْ◌َلاَءِ وَمُدَّتِہِ

"پروردگار تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاوں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم ہیں۔۔۔ خدایا۔ پروردگارا۔ میرے سردار۔ میرے مولا! میں کس کس بات کی فریاد کروں اور کس کس کام کے لئے آہ وزاری اور گریہ وبکا کروں، قیامت کے دردناک عذاب اور اس کی شدت کے لئے یا اس کی طویل مصیبت اور درازمدت کے لئے"

چوتھا وسیلہ: امام علیہ السلام نے اس دعا میں بیان فرمایا ہے وہ اس بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جس نے اپنے آقا کی نافرمانی کی ہو اور وہ پھر اپنے آقا کی پناہ اور اس کی مدد چاہتا ہو جب اسکے تمام راستہ بند ہو گئے ہوں اور اس کی اپنے مولا کے علاوہ کوئی پناہگاہ نہ ہو۔

اس وسیلہ کی امام علیہ السلام ان کلمات میں عکاسی فرماتے ہیں: ن تَرَكتَ◌نِي ناطِقاًلَاضِجَّنَّ اَلَيکَ◌ بَينَ◌ فَبِعِزَّتِکَ يَاسَيِّدِي وَمَولَ◌اي اُقسِ◌مُ صَادِقاً لَا اَهلِ◌هَاضَجِيجَ◌ الْاٰمِلِينَ◌ وَلاصرُ◌خَنَّ صُرَاخَ الْمُ◌ستَ◌سرِ◌خِينَ◌ وَلَابکِ◌يَنَّ عَلَيکَ◌ بُکَاءَ الفَ◌اقِدِينَ◌ وَلَاُنَادِيَنَّکَ اَينَ◌ کُنتَ◌ يَاوَلِيَّ الْمُ◌ومِ◌نِينَ◌ يَاغَايَةَ آمَالِ العْ◌ارِفِينَ◌ يَاغَيَاثَ الْمُ◌ستَ◌غِيثِ◌ينَ◌ يَاحَبِيبَ◌ قُلُوبِ◌ الصَّادِقِينَ◌ وَ يَااِ هٰلَ العْ◌الَمِينَ◌

"تیری عزت و عظمت کی قسم اے آقاو مولا! اگر تونے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا۔ اور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گا اور "عزیز گم کردہ" کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آوازدوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکزامید، فریادیوں کا فریادرس۔ صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے" یہاں پراس دعائے شریفہ کے چاروں وسیلے پیش کرنے کے بعد دوسرا مرحلہ ختم ہوجاتا ہے جن کے ذریعہ بندہ اللہ سے دعا اور سوال کرنے کے لئے لو لگاتا ہے۔

اب ہم اس دعائے شریفہ کے تیسرے مرحلہ کو پیش کرتے ہیں ۔(امام علیہ السلام ان چاروں وسیلوں سے اللہ سے متوسل ہو نے کے بعد)جس میں امام علیہ السلام اپنی حاجات و مطالب کو یکے بعد دیگرے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں یہ تمام حاجتیں ایک پست نقطہ یعنی بندہ کی حیثیت اور اس کے عمل سے شروع ہوتی ہیں اور بلندترین نقطہ قمہ یعنی انسان کا اپنے آقا کی رحمت کے سلسلہ میں وسیع شوق پر ختم ہوتی ہیں ۔

ہم پستی کے مقام پر اس طرح پڑھتے ہیں :

ان تَھَبَ لِیفِي هٰذِه اللَّيلْ◌َةِ وَفِي هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرمْ◌ٍ اَجرْ◌َمتْ◌ُهُ وَكُلَّ ذَنبْ◌ٍ اَذنْ◌َبتْ◌ُهُ وَكُلَّ قَبِيحْ◌ٍ اَسرْ◌َرتْ◌ُهُ

"مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کردے ۔میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں ۔۔۔" اور بلند نظری کے سلسلہ میں ہم اس طرح پڑھتے ہیں : وَاجعْ◌َلنْ◌ِي مِن اَحسْ◌َنِ عَبِيدْ◌ِكَ نَصِيبْاً عِندْ◌َكَ وَاَقرْ◌َبِهِم مَنزْ◌ِلَةً مِنكْ◌َ وَاَخَصِّهِم زُلفْ◌َةً لَّدَيكْ◌َ

"اور مجھے بہترین حصہ پانے والا ،قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا "

اور جن حاجتوں کو امام علیہ السلام نے ان فقروں میں بیان فرمایا ہے ان کے چار گروہ ہیں ۔

۱۔پہلا گروہ : خداوندعالم ہم کو بخش دے اور ہم سے ہمارے گناہوں کا مواخذہ نہ کرے ہماری برائیو ں سے درگذر فرما ہمارے جرم اور جن برائیوں کا ہم نے ارتکاب کیا ان کو معاف فرما:

ان تَھَبَ لِي فِی هٰذِه اللَّيلْ◌َةِ وَفِي هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرمْ◌ٍ اَجرْ◌َمتْ◌ُهُ وَكُلَّ ذَنبْ◌ٍ اَذنْ◌َبتْ◌ُهُ وَكُلَّ قَبِيحْ◌ٍ اَسرْ◌َرتْ◌ُهُ وَكُلَّ جَهلْ◌ٍ عَمِلتْ◌ُهُ كَتَمتْ◌ُهُ اَواْ◌َعلْ◌َنتْ◌ُهُ،اَخفْ◌َيتْ◌ُهُ اَو اَظهْ◌َرتْ◌ُهُ،وَكُلَّ سَيِّئَةٍ اَمَرتْ◌َ بِاِثبْ◌َاتِهَاالكْ◌ِرَامَ الكْ◌َاتِبِينْ◌َ الَّذِينْ◌َ وَكَّلتْ◌َهُم بِحِفظْ◌ِ مَايَكُونْ◌ُ مِنِّي وَجَعَلتْ◌َهُم شُهُودْاًعَلَيَّ مَعَ جَوَارِحي

"مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کردے ۔میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں اور ساری جہالتیں جن کو میں نے خفیہ طریقہ سے یا علی الاعلان چھپاکر یا ظاہر کر کے عمل کیا ہے اور میری تمام خرابیاں جنہیں تونے درج کرنے کا حکم کراماًکاتبین کو دیا ہے جن کو اعمال کے محفوظ کرنے کے لئے معین کیا ہے اور میرے اعضاء و جوارح کے ساتھ ان کو میرے اعمال کا گواہ قرار دیا ہے "

دوسرے گروہ میں امام علی علیہ السلام اللہ سے رحمت نازل کرنے کے لئے عرض کرتے ہیں اور خدا سے عرض کرتے ہیں اے پروردگار وہ ہر شان، ہر رزق اور خیر جو تو نازل کرتا ہے اس میں میرا حصہ قرار دے۔

وَاَن تُوَفِّرَحَظِّي مِن كُلِّ خَيرٍ اَنزَلتَهُ اَوبِرٍّ نَشَرتَهُ اَو رِزقٍ بَسَطّتَهُ

"میرے پروردگار اپنی طرف سے نازل ہونے والے ہر خیر و احسان اور نشر ہونے والی ہر نیکی، ہر وسیع رزق، ہر بخشے ہوئے گناہ، عیوب کی ہر پردہ پوشی میں سے میرا وافر حصہ قرار دے"

یہ وسیع دعا ان تمام چیزوں کو شامل ہے جو اللہ کی رحمتوں سے خارج نہیں ہو سکتی ہیں۔

اس دعا کے تیسرے گروہ میں طولانی فقرے ہیں اور اس مطلب کی عکاسی کرتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے اللہ سے لو لگانے کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔ مولائے کائنات خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ میرے اوقات کو اپنے ذکر سے پر کردے اپنی خدمت میں لگے رہنے کی دھن لگادے، اپنے (خدا) سے ڈرتے رہنے کی توفیق عطا کر، اپنے سے قریب کر اور اپنے جوار میں جگہ عطا فرما:

اَسالُکَ اَن تجعَلَ اَوقَاتِي مِنَ اللَّيلِ وَالنَّهارِ بِذِكرِكَ مَعمُورَةً وَبِخِدمَتِكَ مَوصُولَةً قَوِّعَلیٰ خِدمَتِکَ جَوارِحِي، وَاشدُدعَلَی العَزِيمَةِ جَوانِحِي وَهَب لِیَ الجِدَّفِي خَشيَتِکَ وَالدَّوامِ فِي الاتِّصالِ بِخِدمَتِکَ حَتّیٰ اَسرَحَ اِلَيکَ فِي مَيادِينِ السَّابِقِينَ،وَاشتَاقَ اِلیٰ قُربِکَ فِي المُشتَاقِينَ وَادنُومِنکَ دُنُوَّالمُخلِصِينَ،وَاَخافَکَ مَخافَةَالمُوقِنِينَ،وَاجتَمِعَ فِي جَوارِکَ مَعَ المُومِنِينَ

"میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ دن اور رات میں جملہ اوقات اپنی یاد سے معمور کردے۔ اپنی خدمت کی مسلسل توفیق عطا فرما۔۔۔ اپنی خدمت کے لئے میرے اعضاء و جوارح کو مضبوط کردے اور اپنی طرف رخ کرنے کے لئے میرے ارادہ دل کو مستحکم بنادے۔ اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تاکہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔ مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔

صاحبان یقین کی طرح تیرا خوف پیدا کروں اور مومنین کے ساتہ تیرے جوار میں حاضری دوں" ہمارے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ پہلے اور تیسرے گروہ کے دعا کے تمام فقرے بندے کے اللہ سے لولگانے کے لئے مخصوص ہیں لیکن پہلے گروہ (قسم) میں سلبی پہلو اختیار کیا گیا ہے اس میں انسان اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہے ان سے درگذر چاہتا ہے؛اور تیسرے گروہ (قسم)میں ایجابی (مثبت)پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے اس میں خدا سے اخلاص ، خوف ، خشیت ،حب اور شوق کی بنیاد پر اللہ سے لولگانے کو کہا گیا ہے۔

چوتہے گروہ (قسم) میں ان مطالب کو مدنظر رکھا گیا ہے جن میں امام نے خداوند عالم سے ظالموں کے مکراوران کے شر سے بچنے کی درخواست کی ہے اور ان کے شرکو خود ان ہی کی طرف پلٹنا نے کو کہا ہے اور ظالموں کے ظلم اور ان کی اذیتوں سے محفوظ رہنے کی درخواست کی ہے :

اَللّٰهُمَّ وَمَن اَرَادَنِي بِسُوءٍ فَاَرِدهُ،وَمَن كَادَنِي فَكِدهُ "خدایا !جو بہی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتہ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا "

وَاكفِنِي شَرَّالجِنِّ وَالاِنسِ مِن اَعدَائِي

"اورمجہے تمام دشمنان جن وانس کے شر سے محفوظ فرمانا " یہ اس دعا شریف کا بہت ہی مختصر اور مفید خلاصہ ہے۔ لہٰذا اس اجمال کی تشریح کرنا ضروری ہے۔

دعاء کمیل کے چارو سیلے

اب ہم دعاء کمیل کے چارو سیلوں کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں اور یہ اس دعا شریف کی دوسری فصل ہے۔

پہلا وسیلہ

خدا وند عالم نے اپنے بندے پر پہلے ہی اپنا فضل و کرم فرمادیا ہے ۔جب بندہ اپنے عمل و کوشش میں عاجزہو جاتا ہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان پردے حائل ہوجاتے ہیں تو خدا کا بندے پر فضل اور اس کی رحمت خداتک پہنچنے کے لئے بندہ کی شافع ہوتی ہے ۔

خدا کا بندے پر سابق فضل اور رحمت نازل کرنا اللہ کا بندے سے محبت کرنے کی علامت ہے ۔

اور اسی (حب الٰہی)کے ذریعہ بندہ خدا وند عالم کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے جب بندہ خدا کی رحمت کا مستحق نہیں ہوتا تو اللہ کی محبت اس کو اپنی رحمت اور فضل کا اہل بنا دیتی ہے اور اس کو مقام اجابت تک پہنچاتی ہے امام علیہ السلام اس وسیلہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

یَامَن بَدَ ءَ خَلقْ ِي وَذِکرْ ِي وَتَربْ ِيَتِي وَبِرّي،ْهَبنْ ِيلِابتْ ِدَاءِ کَرَمِکَ وَسَالِفِ بِرِّکَ بِي

"اے میرے پیدا کرنے والے ، اے میرے تربیت دینے والے، اے نیکی کرنے والے!

اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرمادے "ہماری پیدائش بھی اللہ سے سوال کرنے سے پہلے نیکی کا ذکر، خلق اور تربیت کے ذریعہ ہوئی جبکہ ہم اس کے مستحق نہیں تھے ۔

جب ہمارے گناہ اور ہماری برائیاں اللہ کی نیکی اور اس کی رحمت کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں تو اللہ کی محبت ہماری شفاعت کرتی ہے اور ہم کو اللہ کے روبرو اور اسکی رحمت کے مقام پر لاکر کھڑا کردیتی ہے ۔

دوسرا وسیلہ

ہماری خدا سے محبت، اس کی ہمارے لئے کامیاب محبت کا وسیلہ ہے۔ امام علیہ السلام نے پہلے وسیلہ میں خدا کی محبت کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد خداوند عالم سے اپنی محبت کو وسیلہ قرار دیا ہے۔

اس وسیلہ کے سیاق میں ہمارا خدا کی وحدانیت کا اقرار، اس کی بارگاہ میں خضوع و خشوع، ہماری نمازیں سجدے، ذکر، شہادت (گواہی)، اس کی ربوبیت کا اقرار نیز اس کی عبودیت کا اقرار کرنا یہ تمام چیزیں آتی ہیں۔ ان تمام چیزوں کا مرجع دو ہی چیزیں ہیں: ہمارا اس سے محبت کرنا اور اس کی توحید کا اقرار کرنا ہے۔ بیشک (حب) اور (توحید) دونوں ایسے سرمایہ ہیں جن کو اللہ رد نہیں کرتا ہے اور ہم کو بھی دونوں چیزوں میں ایک لحظہ کیلئے بھی کوئی شک نہیں کرنا چاہئے۔

امام علیہ السلام اس وسیلہ سے متوسل ہونے کے لئے فرماتے ہیں: اَتُرَاکَ مُعَذِّبِي بِنَارِکَ بَعدَ تَوحِیدِکَ وَبَعدَ مَاانطَوَی عَلَیهِ قَلبِي مِن مَعرِفَتِکَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِي مِن ذِکرِکَ وَاعتَقَدَهُ ضَمِیرِي مِن حُبِّکَ وَبَعدَ صِدقِ اعتِرَافِي وَدُعَائِي خَاضِعاً لِرُبُوبِیَّتِکَ

"کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدہ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنی معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں'

یہاں پر ہم دعا کے اس فقرہ سے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے :جب خدا وند عالم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی حکومت و سلطنت عطا کی تو آپ ایک دن اپنے گھر کے سامنے تخت پر ایک ایسے نیک وصالح بندے کے ساتھ تشریف فرما تھے جس کو اللہ نے علم اور نور عطا کیا تھا ، اسی وقت اس تخت کے پاس سے ایک نوجوان کا گذر ہوا تو اس صالح بندے نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپ اس جوان کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا :نہیں تو اس بندے نے عرض کیا :یہ وہی بچہ ہے جس نے آپ کے بری وپاک ہونے کی اس وقت گواہی دی تھی جب عزیز مصر کی زوجہ نے آپ پر الزام لگایا تھا ۔

وَشَہِدَشَاہِدٌ مِن اَہلِہَااِن کَانَ قَمِیصُہُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَت وَہُوَمِنَ الکَاذِبِینَ وَاِن کَانَ قَمِیصُہُ قُدَّمِن دُبُرٍفَکَذَبَت وَہُوَمِنَ الصَّادِقِینَ (۱)

''اور اس پر اس کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی بھی دیدی کہ اگر ان کا دامن سامنے سے پھٹا ہے تو وہ سچی ہے اور یہ جھوٹوں میں سے ہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی ہے اور یہ سچوں میں سے ہیں ''

یہ وہی شیر خوار بچہ ہے جس نے گھوارے میں آپ کی گواہی دی تھی اور یہ اب جوان ہوگیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو بلایا ، اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس کا بہت زیادہ احترام کیا اور وہ عبد صالح حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس متعجب ہو کر مسکراتے ہوئے حضرت یوسف کے اس برتاؤ کا مشاہدہ کرتا رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نیک بندے سے فرمایا۔کیا تم کو میرے اس جوان کے عزت وکرام کرنے پر تعجب ہو رہا ہے ؟ تو اس نے کہا :نہیں لیکن اس جوان کی آپ کے بری الذمہ ہونے کی گواہی کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے ،خدا نے اس کو قوت گویائی عطا کی جبکہ اس کی خود اس

---

۱)سورئہ یوسف آیت/ ۲۶ ۔ ۲۷ ۔)

میں کوئی فضیلت نہیں ہے، اس کے باوجود آپ نے اس کا اتنا زیادہ اکرام کیا اس کو اتنی عزت دی ہے۔

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بندہ اللہ کے سامنے اتنے طولانی سجدے کرے اور وہ اس کو جہنم کی آگ میں جلادے، یا اس بندے کے اس دل کو جلادے جو اس کی محبت سے لبریز ہے، یا اس کی اس زبان کو جلادے جس سے اس نے خدا کو بہت زیادہ یاد کیا یا اسکی وحدانیت کی گواہی دی اور اس کی وجہ سے شرک کا انکار کیا ہے؟

حضرت امام علی علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وَلَیتَ شِعرِي یَاسَیِّدِي وَاِ ھٰلِي وَمَولَائِي اتُسَلِّطُ النَّارَعَل یٰ وُجُوہٍ خَرَّت لِعَظمَتِکَ سَاجِدَۃً وَعَ لٰی اَلسُنٍ نَطَقَت بِتَوحِیدِکَ صَادِقَۃً وَبِشُکرِکَ مَادِحَۃً وَعَل یٰ قُلُوبٍ اعتَرَفت بِاِ ھٰلِیَّتِکَ مُحَقِّقَۃً وَعَ لٰی ضَمَائِرَحَوَت مِنَ العِلمِ بِکَ حَتّ یٰ صَارَت خَاشِعَۃً وَعَل یٰ جَوَارِحَ سَعَت اِ لٰ ی اَوطَانِ تَعَبُّدِکَ طَائِعَۃً،وَاَشَارَت بِاِ ستِغفَارِکَ مُذعِنَۃً مَا ھٰکَذَاا لظَّنُّ بِکَ وَلَااُخبِرنَابِفَضلِکَ عَنکَ یَاکَرِیمُ

”میرے سردار۔ میرے خدا میرے مولا! کاش میں یہ سوچ بھی سکتا کہ جو چہرے تیرے سامنے سجدہ ریز رہے ہیں ان پر بھی تو آگ کو مسلط کردے گا اور جو زبانیں صداقت کے ساتھ حرف توحید کو جاری کرتی رہی ہیں اور تیری حمد وثنا کرتی رہی ہیں یا جن دلوں کو تحقیق کے ساتھ تیری خدائی کا اقرار ہے یا جو ضمیر تیرے علم سے اس طرح معمور ہیں کہ تیرے سامنے خاضع وخاشع ہیں یا جو اعضاء و جوارح تیرے مراکز عبادت کی طرف ہنسی خوشی سبقت کرنے والے ہیں اور تیرے استغفار کو یقین کے ساتھ اختیار کرنے والے ہیں؛ ان پر بھی تو عذاب کرے گا۔ ہرگز تیرے بارے میں ایسا خیال بھی نہیں ہے اور نہ تیرے فضل وکرم کے بارے میں ایسی کوئی اطلاع ملی ہے“

تیسرا وسیلہ

عذاب برداشت کرنے کے مقابلہ میں ہمارا کمزور ہونا، ہماری کھال کا باریک ہونا، ہماری ہڈیوں کا کمزور ہونا، ہم میں صبر اور قوت برداشت کے مادہ کا کم ہونا، کمزوری، قوی متین تک پہنچنے میں ایک کامیاب وسیلہ ہے، ہر کمزور قوی کو جذب کرنے اور اس کی عطوفت و محبت کو اخذ کرنے کی خواہش کرتا ہے۔

بیشک کمزور میں ایک راز ہے جس کی بنا پر اسے ہمیشہ قوی کی طلب ہوتی ہے اسی طرح قوی (طاقتور) کو ہمیشہ کمزور کی تلاش رہتی ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی تلاش رہتی ہے۔

بیشك شیر خوار اپنی کمزوری کی بناء پر اپنی ماں کی محبت چاہتا ہے جس طرح مادر مہربان کو بچہ کی کمزوری اوراس کی رقت کی چاہت ہوتی ہے ۔ کمزور کا اسلحہ اور وسیلہ بکا اور امید ہے امیر المومنین علی علیہ لاسلام اس دعاء کمیل میں فرماتے ہیں:

يَامَنِ اسمُهُ دَوَاءٌ،وَذِكْرُهُ شِفَاءٌ وَطَاعَتُهُ غِنىً اِرحَم مَن رَّاسُ مَالَهُ الرَّجَاءُ وَسِلاَحَهُ البُكَاءُ

"اے وہ پروردگار جس کا نام دوا،جس کی یاد شفا۔۔۔اس بندہ پر رحم فرماجس کا سرمایہ فقط امیداور اس کا اسلحہ فقط گریہ ہے"

بیشك فقیر کا اصل سرمایہ غنی (مالدار) سے امید رکھنا ہے،کمزور کا اسلحہ، قوی کے نزدیک گریہ وزاری کرنا ہے،اوردنیا میں جو کمزور کے،قوی وطاقتور سے اور طاقتور کے کمزور سے لو لگانے کے سلسلہ میں اللہ کی سنتوں کو نہیں سمجھ پائے گا وہ اس دعاء کمیل میں حضرت علی علیہ السلام کے ان موثر فقروں کو نہیں سمجھ پائیگا۔

حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام دوسری مناجات میں فرماتے ہیں:

انت القوي واناالضعيف وهل يرحم الضعيف الاالقوي

"تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کیا طاقتور کے علاوہ کوئی کمزور پر رحم کر سکتا ہے"

امام علیہ السلام اس دعا کمیل میں بندے کی کمزوری،اس کی تدبیر کی کمی اسکے صبر و تحمل کے جلدی ختم ہوجانے،کھال کے رقیق ہونے اور اسکی ہڈیوکے رقیق ہونے سے متوسل بہ بارگاہ خدا وندقدوس ہوتے ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

يَارَبِّ ارحَم ضَعفَ بَدَنِي وَرِقَّةَجِلْدِي وَدِقَّةَ عَظْمِي "پروردگار میرے بدن کی کمزوری، میری جلد کی نرمی اور میرے استخواں کی باریکی پر رحم فرما"

ہم کو دنیا میں کانٹا چبھتا ہے،انگارے سے ہمارا ہاتھ جل جاتا ہے اور جب ہم کودنیا میں ہلکی سی بیماری لا حق ہو جاتی ہے تو ہماری نیند اڑجاتی ہے اور ہم بے چین ہو جاتے ہیں،جبکہ اس تھوڑی سی دیر کی بیماری کو خداوندعالم نے امتحان کے لئے قرار دیا ہے تو ہم اس وقت کیا کریں گے جب ہم دردناک عذاب کی طرف لے جائے جائینگے اورعذاب کے فرشتوں سے کہا جائیگا:

﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍذَرْعُهَاسَبْعُوْنَ ذِرَاعاً ﴾فَاسْلُكُوْهُ﴾ (۱)

"اب اسے پکڑو اور گرفتار کرلو،پھر اسے جہنم میں جھونك دو،پھر ستر گز کی ایك رسی میں اسے جکڑلو"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاَنتَ تَعلَمُ ضَعفِي عَن قَلِيلٍ مِن بَلاَءِ الدُّنيَاوَعُقُوبَاتِهَاوَمايَجرِي فِيهَا مِنَ المَكَارِهِ عَلَى اَهلِهَاعَلَى اَنَّ ذٰلِكَ بَلاَءٌ وَمَكرُوهٌ قَلِيلٌ مَكثُهُ يَسِيرٌبَقَائُهُ قَصِيرٌمُدَّتُهُ

---

۱)سورۂ الحاقۃ آیت/ ۳۲،۳۱،۳۰۔)

فَكَيفَ اِحتَمالى لِبَلاَءِ الآخِرَةِ وَجَليلِ وَقُوعِ المَكَارِهِ فِيهَاوَهُوَ بَلاَءٌ تَطُولُ مُدَّتُهُ وَيَدُومُ مُقَامُهُ وَلَايُخَفِّفُ عَن اَهلِهِ لِاَنَّهُ لَايَكُونُ إِلَّاعَن غَضَبِكَ وَانتِقَامِكَ وَسَخَطِكَ وَ هٰذَا مَالَاتَقُومُ لَهُ السَّمٰواتِ وَالاَرضَ يَاسَيِّدِي فَكَيفَ لِي وَاَنَاعَبدُكَ الضَّعِيفُ الذَّلِيلُ الحَقِيرُالمِسكِينُ المُستَكِينُ يَااِلٰهِلي وَرَبِّي وَسَيِّدِی وَمَوْلَاي

"پروردگارا تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔تو میں ان آخرت کی بلاوں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم،جن کی مدت طویل اور جن کا قیام دائمی ہے۔جن میں تخفیف کا بھی کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ یہ بلائیں تیرے غضب اور انتقام کا نتیجہ ہیں اور ان کی تاب زمین وآسمان نہیں لاسکتے،تو میں ایک بندہ ضعیف و ذلیل و حقیر و مسکین و بے چارہ کیا حیثیت رکھتا ہو ںخدایا،پروردگارا، میرے سردار،میرے مولا"

چوتھا وسیلہ

امام علیہ السلام اس دعا میں بندہ کے اللہ سے مضطر ہونے کو بیان فرماتے ہیں اورانسان کے لئے اضطرار ایک کامیاب وسیلہ ہے اور اس کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ پوری نہیںہو سکتی ہیں ۔

ہماری اضطرار سے مراد یہ ہے کہ انسان کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کوئی اورپورا نہیں کر سکتا ہے اور اس کی پنا ہگاہ کے علاوہ کوئی پنا ہگاہ نہیں ہے ،انسان اللہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھاگ کر جاہی نہیں سکتا اللہ کے علاوہ اس کو کوئی اورپناہگاہ نہیں مل سکتی ہے ۔

چھوٹابچہ بچپن میں اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی اورکو ایسا نہیں پاتا جو اس کے کام آئے اس کا دفاع کرے اس کی حاجتیں پوری کرے اس کی ہر خواہش وچاہت پر لبیک کہے اس پر عطوفت کرے لہٰذا وہ اپنے والدین سے مانوس ہوتا ہے وہ اپنے ابھرتے بچپن میں ان دونوں سے اپنے ہر مطالبہ اورہر ضرورت کوان کی رحمت رافت شفقت سے پاتا ہے جب بچہ کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے جب اس کو کسی چیز کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کی پناہ میں آجاتا ہے اور ان کے پاس اس کو امن وچین ،رحمت اور شفقت ملتی ہے اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور جس چیز سے اس کو خوف ہوتا ہے ان سے امان ملتی ہے ۔

جب وہ کبھی ایسا کام انجام دیتا ہے جس میں وہ ان دونوں کے عقاب کا مستحق ہوتا ہے اور اس کو اپنی جان کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالتا ہے تو اس کو کوئی پناہگاہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی وہ ان دونوں سے فرار کر سکتا ہے اور ان کے علاوہ کوئی امن کی جگہ اس کو نظر نہیں آتی تو انہیں کی پناہگاہ میں چلا جاتا ہے اور اپنے نفس کو ان کا مطیع وفرمانبردار کہہ کر ان سے فریاد کرتا ہے حالانکہ وہ دونوں اس کو مارنے اور مواخذہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں ۔ والدین کو بھی اس طرح کے اکثر مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اور بچہ ان کی محبت اور عطوفت کو حاصل کر لیتا ہے ۔

امام علیہ السلام اس دعائے شریفہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ میں اللہ سے پناہ مانگتے تھے جب آپ پر کوئی سخت وقت آتا تھا، کوئی مصیبت پڑتی تھی یا کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے تھے اور اسی سے لو لگاتے تھے لیکن پھر بھی آپ کو اپنی مصیبت کے سلسلہ میں اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہگاہ نہیں ملتی تھی امام علیہ السلام انسان کا اسی حالت یںمشاہدہ کرتے ہیں وہ خداوند عالم کے اسی غضب کے سامنے ہے جس کی رحمت کی اسے امید ہے اور اس خداوند قدوس کی عقوبت کے سامنے ہے جس کے غضب سے وہ سلامتی چاہتا ہے ۔ بندے کی (جب وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق دیکھتا ہے)اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہگاہ نہیںہے اللہ کے علاوہ وہ کہیںفرار اختیار نہیں کر سکتا نہ اس کو خدا کے علا وہ کسی کی حمایت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہ خدا کے علا وہ کسی اور سے سوال کر سکتا ہے ۔

جب عذاب کے فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں تو وہ خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اس سے امن وچین طلب کرتا ہے اس سے فریاد کرتا ہے، اپنے نفس کے لئے اس سے رحمت طلب کرتا ہے جیسے وہ بچہ کہ جب اس کے والدین اس سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے پاس ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار کرنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی ہے اور وہ ان کے علاوہ وہ کسی کو اپنا مونس ومددگار نہیں پاتا ہے ۔

ہم امام علیہ السلام سے ان کلمات میں دقیق ورقیق و شفاف مطالب کو سنتے ہیں جن کو توحید اور دعا کی روح وجان کہا جاتا ہے :

ن تَرَکتْ◌َنِي نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اَلَیکْ◌َ بَینْ◌َ فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِي وَمَولْ◌َاي اُقسْ◌ِمُ صَادِقاً لَا اَهلْ◌ِهَاضَجِیجْ◌َ الْآمِلِینْ◌َ وَلَاصرْ◌ُخَنَّ صُرَاخَ الْمْ◌ُستْ◌َصرْ◌ِخِینْ◌َ وَلَابکْ◌ِیَنَّ عَلَیکْ◌َ بُکَاءَ الفْ◌َاقِدِینْ◌َ وَلَاُنَادِیَنَّکَ اَینْ◌َ کُنتْ◌َ یَاوَلِيَّ الْمْ◌ُومْ◌ِنِینْ◌َ یَاغَایَةَ آمَالِ العْ◌َارِفِینْ◌َ یَاغَیَاثَ الْمْ◌ُستْ◌َغِیثْ◌ِینْ◌َ یَاحَبِیبْ◌َ قُلُوبْ◌ِ الصَّادِقِینْ◌َ وَ یَااِ هٰلَ العْ◌َا لَمِینْ◌َ

"تیری عزت و عظمت کی قسم اے آقاو مولا! اگر تونے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا اور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گا اور "عزیز گم کردہ "کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آوازدوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس، صادقین کے دلوں کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے" قضیہ کی یہ پہلی وجہ ہے اور دوسری وجہ بھی پہلی وجہ کی طرح واضح و روشن ہے یعنی خداوند عالم کا اپنے بندہ سے رابطہ ۔

پہلی وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مضطر ہوتا ہے تو خدا سے ہی لو لگاتا ہے اس کی رحمت اور اس کی امن کی تلاش میں رہتا ہے ۔

بندہ سے خداوند عالم کے محبت کرنے کا دوسرا رخ اس وقت نظر آتا ہے جب وہ تیز بخار میں بتلا ہوتا ہے اور اُس (خدا) کی رحمت کا طلبگار ہوتا ہے خداوندعالم سے خود اسی خدا کی طرف فرار کرتا ہے خداوند عالم کی رحمت اور فضل کو اس حال میں طلب کرتا ہے کہ وہ خداوند عالم کی عقوبت اور انتقام کے سامنے ہوتا ہے ۔

کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ارحم الراحمین ہونے کے باوجود بندہ کی فریاد سنتا ہو اور اس(بندہ) کو اس کی عقل کی کمی اور جہالت کی وجہ سے اس کا ٹھکانا جہنم بنا دے جبکہ وہ اس سے فریاد کرتا ہے، اس کا نام لیکر چیختا ہے، اپنی زبان سے اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے، اس سے جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہے، اور اسی کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے ۔۔۔اور وہ اس کو جہنم کے عذاب میں ڈال دے اور اس کے شعلے اس کو جلادیں، اس کو جہنم کی آواز پریشان کرے، اس کے طبقوں میں لوٹتا رہے، اس کے شعلے اس کو پریشان کریں جبکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ یہ بندہ اس سے محبت کرتا ہے یہ سچ بول رہا ہے اس کی توحید کا اقرار کررہا ہے اس سے پناہ مانگ رہا ہے اور اسی کا مضطر ہے ۔

پس تم غور سے سنو:

اَفَتُرَاکَ سُبحْ◌انکَ یَااِ هلٰي وَبِحَمدْ◌ِکَ تَسمْ◌َعُ فِیهْ◌َاصَوتْ◌َ عَبدْ◌ٍمُسلْ◌ِمٍ سُجِنَ فِیهْ◌َابِمُخَالَفَتِهِ وَذَاقَ طَعمْ◌َ عَذَاِبهَابِمَعصْ◌ِیَتِهِ وَحُبِسَ بَینْ◌َ اَطبْ◌َاقِهَابِجُرمْ◌ِهِ وَجَرِیرْ◌َتِهِ وَهُوَیَضِجُّ یدِکَ وَیَتَوَسَّلُ اِلَیکْ◌َ کَ بِلِ سٰانِ اهلْ◌ِ تَوحْ◌ِ اِلَیکْ◌َ ضَجِیجَ مُ◌ُومِّلٍ لرَحمْ◌َتِکَ وَی اُندی بِرُبُوبِیَّتِکَ یٰ اَمَو اُلیَ فَکَیفْ◌َ یَب قٰی فِی الْعَ ا ذبِ وَهُوَیَرجْوُ ا مسلَفَ مِن حِلمْ◌ِکَ اَم کَیفْ◌َ تُولِمُهُ یبُ هٰاوَانتْ◌َ تَسمْ◌َعُ صَوتْ◌َهُ وَتَر یٰ مَ اُکنَهُ اَم النارُّ وَهُوَیَامْ◌ُلُ فَضلْ◌َکَ وَرَحمْ◌َتِکَ ام کَیفْ◌َ یُحرْ◌ِقُهُ لَه یرُ هٰاوَانتْ◌َ تَعلْ◌َمُ ضَعفْ◌َهُ اَم کَیفْ◌َ یَتَقَلقْ◌َلُ بَینْ◌َ اَط بْقٰاِ هٰاوَانتْ◌َ تَعلْ◌َمُ کَیفْ◌َ یَشتْ◌َمِل عَلَیهْ◌ِ زَف ی عِتقْ◌ِهِ یکَ ی رٰاَبّهُ اَم کَیفْ◌َ یَرجْ◌ُو فَضلْ◌َکَ ف صِدقْ◌َهُ اَم کَیفْ◌َ تَزجْ◌ُرُهُ ز اَبنِیَتُ هٰاوَهُوَیُ اَند ی هٰاهَي هٰات ا م ا ذلِکَ الظَّنُّ بِکَ وَلَاالمْ◌َعرُوفُ مِن فَضلْ◌ِکَ وَ اَلمشبْ◌ِهُ مِن هٰافتَترْ◌ُکُهُ ف ینَ مِن بِرِّکَ وَاِح سٰانِکَ لِ مٰا عٰامَلتْ◌َ بِهِ المْ◌ُوَحِّد

"اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد وثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندہ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم و خطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنادے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امیدوار رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔

خدایا تیرے حلم و تحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا، جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا، وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے، جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوگا، ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے، تونے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاو کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے"